

شعرا کے ازمہ

مؤلف

مصابیح احمد صدیقی

پیش لفظ

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

رام پور رضا لائبریری

قلعہ رام پور، رام پور (یو پی) ۲۲۳۹۰۱

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





شعرا کے اوستا

مؤلف

مضباح احمد صدیقی

پیش لفظ



ڈاکٹر وقتار الحسن صدیقی

رام پور رضا لائبریری

قلعہ رام پور، رام پور (یو پی) ۲۲۲۹۰۱

سلسلہ مطبوعات رام پور رضالا بھیریری ©

136931

کتاب کا نام	:	شعراے امر وہہ
مُصنف	:	مصباح احمد صدیقی
پیش لفظ	:	ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی
سائل اشاعت	:	۲۰۰۴ء (بار اول)
تعداد	:	۳۰۰ کاپیاں
قیمت	:	۳۲۵ روپے
ناشر	:	ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی افسر بکار خاص رام پور رضالا بھیریری
مطبع	:	پرنٹو لوجی انک ۲۸۳۳، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

ISBN : 81-87113-69-3

نذرانہ عقیدت

افتخارِ قوم و وطن

یادگارِ اسلاف و صاحبِ فن

گرامی مرتبت عالی جناب ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

افسر بکارِ خاص رام پور رضالا بھیریری رامپور

کے

نام

جن کی بے پناہ شفقتوں اور عنایات بیکراں سے میں

ہمیشہ سرفراز رہا۔

مصباح

فہرست

ڈاکٹر وقار احسن صدیقی	پیش لفظ
مصباح احمد صدیقی	مقدمہ
اکرم فاروقی مرحوم	حرف آغاز
سید خورشید مصطفیٰ رضوی مرحوم	دخل در معقولات

صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر	صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر
۵۰	غلام ہمدانی	مصحفی	۱۵	۲۵	ملانورالدین صدیقی	نوری	۱
۵۳	علی نظر نقوی	نظر	۱۶	۲۸	میاں ولی محمد نجفی	ولی	۲
۵۴	غلام نبی	نسیم	۱۷	۳۱	شاہ الونیافاضل	فاضل	۳
۵۵	علیم اللہ	صوتی	۱۸	۳۱	غلام محمد نقشبندی	غلام محمد	۴
۵۶	عارف علی	عارف	۱۹	۳۲	میر اسماعیل	اسماعیل	۵
۵۹	حاتم علی چشتی	حاتم	۲۰	۳۴	خواجہ عطاء اللہ	عطاء	۶
۶۰	علی احسن خاں	احسن	۲۱	۳۵	شیخ واصل فریدی	واصل	۷
۶۲	شاہ محمد امین رضوی	غازی	۲۲	۳۷	سعادت علی	سعادت	۸
۶۴	یعقوب علی نقوی	معجز	۲۳	۳۹	محمد زماں	زماں	۹
۶۵	مواویٰ رمضان علی	ناطق	۲۴	۴۰	گردھاری الال	طرز	۱۰
۶۷	نیاز علی	نیاز	۲۵	۴۱	شاہ عضد الدین محمد	عضدی	۱۱
۶۹	نذر احسن نقوی	طپش	۲۶	۴۴	شاہ معز الدین	موج	۱۲
۷۳	صفدر علی	ہاشمی	۲۷	۴۶	بہاری مل	بہاری	۱۳
۷۴	آل محمد نقوی	اقدس	۲۸	۴۸	شاہ عبدالرسول	شاہ	۱۴

نمبر	تخلص	نام	صفحہ نمبر	نمبر	تخلص	نام	صفحہ نمبر
۲۹		پنڈت جگل کشور	۷۴	۲۸	محب	حکیم محبت علی خاں عباسی	۱۰۳
۳۰	الہی	خلیفہ الہی بخش	۷۵	۲۹	پروین	حکیم محمد اسحاق صدیقی	۱۰۶
۳۱	رافت	مولانا رافت علی	۷۶	۵۰	مجنوں	شیخ وزیر علی صدیقی	۱۱۱
۳۲	سراج	سراج الدین احمد	۷۷	۵۱	کامل	سید حسین	۱۱۱
۳۳	سکوت	ناظر الحق عباسی	۷۸	۵۲	رضا	رضا حسین	۱۱۲
۳۴	نذر	نذرا احمد		۵۳	اعظم	علی اعظم	۱۱۳
۳۵	داد	مولوی داد علی عباسی		۵۴	سعید	فضل حسین	۱۱۴
۳۶	مضطر	شیخ محمد حنیف	۸۲	۵۵	قطب	مولوی قطب الدین صدیقی	۱۱۵
۳۷	راغب	سمن لال	۸۳	۵۶	فرقتی	ابو الحسن نقوی	۱۱۷
۳۸	شبنم	بھوکن سرن	۸۵	۵۷	تحتی	محسن حسین	۱۱۹
۳۹	ساکت	مولوی ابو الحسن	۸۶	۵۸	شیم	جواد حسن	۱۲۰
۴۰	صابر	محمد ایوب عباسی	۹۰	۵۹	مضطر	خلیفہ آل نبی	۱۲۲
۴۱	اعظم	اعظم علی صدیقی	۹۱	۶۰	شاعر	غلام نبی خاں عباسی	۱۲۳
۴۲	داؤد	محمد داؤد عباسی	۹۲	۶۱	جوہر	حمید حسن	۱۲۴
۴۳	صفتی	مومن حسین نقوی	۹۴	۶۲	دل	حکیم ضیاء الحسن رضوی	۱۲۵
۴۴	ارشاد	مولوی ارشاد علی نظامی	۹۶	۶۳	حامد	حامد علی خاں کنہوہ	۱۲۷
۴۵	پیتاب	مولوی فرزند علی	۹۹	۶۴	مستجاب	مستجاب الدین رضوی	۱۲۸
۴۶	سلامی	فشی سلام اللہ خاں	۱۰۰	۶۵	اکمل	مولوی تسلیم احمد	۱۲۹
۴۷	ثاقب	مولوی ظہور حسن	۱۰۲	۶۶	سلیم	اولاد حسن نقوی	۱۳۰

صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر	صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر
۱۵۹	حکیم راحت علی	حاذق	۸۶	۱۳۱	کریم اللہ فریدی	اکرم	۶۷
۱۶۰	شاہ عبدالخلیم عباسی	حلیم	۸۷	۱۳۲	شاہ ضیاء الدین	ضیاء	۶۸
۱۶۱	بشیر احمد	فانی	۸۸	۱۳۳	مولوی امانت اللہ صدیقی	امانت	۶۹
۱۶۲	حکیم حامد حسن رضوی	حامد	۸۹	۱۳۴	عبدالقیوم صدیقی	شفق	۷۰
۱۶۳	ابواحمد	احمد	۹۰	۱۳۶	بابوشیونا رائے	شیو	۷۱
۱۶۵	مولوی نعمت اللہ صدیقی	نعمت	۹۱	۱۳۸	مولوی سخاوت حسین	رضا	۷۲
۱۶۶	عبید اللہ عباسی	فرحتی	۹۲	۱۳۹	سراج الدین صدیقی	ہنر	۷۳
۱۶۸	مولوی قدرت اللہ	قدرت	۹۳	۱۴۰	لائق حسین	قوی	۷۴
۱۷۰	حکیم حمید الحق صدیقی	فوق	۹۴	۱۴۲	فیاض علی خاں	فیاض	۷۵
۱۷۰	علی مبتدی خاں	ناظم	۹۵	۱۴۳	آقہ حسن	گیتا	۷۶
۱۷۱	مولوی مجتبیٰ	مجتبیٰ	۹۶	۱۴۴	حکیم زین العابدین	ضیغم	۷۷
۱۷۲	ذاکر حسین نقوی	اثر	۹۷	۱۴۵	معصوم علی	سیماب	۷۸
۱۷۳	اسد اللہ نقوی	اسد	۹۸	۱۴۶	مولوی قاسم علی	خواہاں	۷۹
۱۷۴	مولوی شولت حسین	نوری	۹۹	۱۴۸	محمد حسین رضوی	وفا	۸۰
۱۷۶	مجاہد حسین	جوہر	۱۰۰	۱۴۹	غشی عبدالشکور صدیقی	قائل	۸۱
۱۷۷	طاہر حسین	گویا	۱۰۱	۱۵۱	خلیفہ شمس الدین صدیقی	وادی	۸۲
۱۷۸	مولوی فضل غفار	ابابلی	۱۰۲	۱۵۳	علی تقی خاں	آقہ	۸۳
۱۸۰	شاہ جمال الدین بھٹری	شہر	۱۰۳	۱۵۴	حکیم مہدی حسن عباسی	سیف	۸۴
۱۸۲	غشی و باب احمد صدیقی	بہنچہ	۱۰۴	۱۵۶	حکیم اسرار الحق صدیقی	شوق	۸۵

تبر	تخلص	نام	صفحہ نمبر	نمبر	تخلص	نام	صفحہ نمبر
۱۰۵	نسیم	مولوی احمد حسین خاں	۱۸۳	۱۲۲	جرّی	عین الحسن	۲۱۱
۱۰۶	جاہل	رام سرن داس	۱۸۵	۱۲۵	انیس	انیس الدین رضوی	۲۱۲
۱۰۷	گہر	حکیم سردار احمد خاں	۱۸۶	۱۲۶	ضیاء	ضیاء الدین رضوی	۲۱۵
۱۰۸	رضی	زیرک حسین	۱۸۷	۱۲۷	شفیق	مولوی شفیق احمد	۲۱۶
۱۰۹	شوخی	علی متقی خاں	۱۸۹	۱۲۸	حسن	مولوی ابن حسن صدیقی	۲۱۷
۱۱۰	جوہر	مولوی زاہد حسن رضوی	۱۹۰	۱۲۹	دل	حکیم محمد ابرار الحق صدیقی	۲۱۹
۱۱۱	مظہر	حافظ مظہر الدین فریدی	۱۹۲	۱۳۰	شہیر	شہیر احمد خاں	۲۲۱
۱۱۲	محبوب	محبوب الرحمن صدیقی	۱۹۴	۱۳۱	بسکل	فضل حسین صدیقی	۲۲۳
۱۱۳	ہلال	نسیم حسن نقوی	۱۹۵	۱۳۲	انور	حکیم انوار الحق	۲۲۵
۱۱۴	بسکل	حکیم لالا بابائے لال	۱۹۶	۱۳۳	اوج	غلام نبی	۲۲۶
۱۱۵	حیات	محمد جعفر نقوی	۱۹۸	۱۳۴	بیدار	محمد فاضل خاں	۲۲۸
۱۱۶	حیدر	شیخ حیدر بخش	۱۹۹	۱۳۵	فنا	مسعود حسن رضوی	۲۲۹
۱۱۷	تکلیب	منشی عبدالرب صدیقی	۲۰۰	۱۳۶	حسرت	محمد عارف	۲۳۰
۱۱۸	عیش	صوفی نور اللہ صدیقی	۲۰۲	۱۳۷	تجمل	قاری علی تجمل خاں	۲۳۱
۱۱۹	صبا	نسین احمد صدیقی	۲۰۳	۱۳۸	ایلیا	مولوی شفیق حسن	۲۳۲
۱۲۰	بدنام	ممتاز الرحمن صدیقی	۲۰۵	۱۳۹	سائل	حکیم نبی بخش	۲۳۳
۱۲۱	فیاض	منشی فیاض علی صدیقی	۲۰۷	۱۴۰	زیب	شاہد احمد رضوی	۲۳۴
۱۲۲	عیش	حکیم محمد اسماعیل	۲۰۸	۱۴۱	رضوی	مولوی احمد امین	۲۳۵
۱۲۳	دفا	منشی آل نبی	۲۱۰	۱۴۲	عاجز	برج باسی لال	۲۳۸

صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر	صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر
۲۶۶	مولوی حبیب احمد کاظمی	اقت	۱۶۲	۲۳۹	عبدالحمیم خاں	حکیم	۱۴۳
۲۶۸	معشوق علی عباسی	ساحر	۱۶۳	۲۴۰	پنڈت رام سرن	آتما نند	۱۴۴
۲۶۹	حکیم صدیق احمد	اختر	۱۶۴	۲۴۱	مختار احمد صدیقی	ان پڑھ	۱۴۵
۲۷۱	منالال	قیس	۱۶۵	۲۴۲	مولوی حکیم حسن مٹھی	حسن	۱۴۶
۲۷۱	غشی اختر حسین صدیقی	اختر	۱۶۶	۲۴۴	ڈاکٹر بانکے لال	بانکے	۱۴۷
۲۷۲	جگدیش سرن	پتت	۱۶۷	۲۴۶	عبدالوحید رضوی	وحید	۱۴۸
۲۷۳	مولوی اظہار الحق	سہیل	۱۶۸	۲۴۸	مولوی آفتاب الدین	آفتاب	۱۴۹
۲۷۵	رفیق احمد عباسی	درخشاں	۱۶۹	۲۵۰	حامد حسن صدیقی	راجی	۱۵۰
۲۷۶	مولوی محمد عبادت	کلیم	۱۷۰	۲۵۱	عبدالصمد رضوی	ساز	۱۵۱
۲۷۷	غشی وحید احمد	عالی	۱۷۱	۲۵۲	مولوی مقبول حسن حسنی	قابل	۱۵۲
۲۷۸	محمد یعقوب سلمانی	مختر	۱۷۲	۲۵۳	مولانا محمد خلیل کاظمی	خاکی	۱۵۳
۲۸۰	غشی رفیق احمد	آسی	۱۷۳	۲۵۵	برج موہن سرن	موہن	۱۵۴
۲۸۱	محمد میاں رضوی	انظار	۱۷۴	۲۵۶	غشی عزیز احمد	عزیز	۱۵۵
۲۸۳	رام چرن لال	احق	۱۷۵	۲۵۸	بشمہر ناتھ	شرما	۱۵۶
۲۸۴	سراج الحق	گلچیں	۱۷۶	۲۵۹	پروفیسر حبیب اللہ خاں	غففر	۱۵۷
۲۸۵	منظور احمد	افسر	۱۷۷	۲۶۱	آل احمد رضوی	جمالی	۱۵۸
۲۸۷	عبدالاحد کوثر قادری	کوثر	۱۷۸	۲۶۲	مولوی حمید اللہ	فہیم	۱۵۹
۲۸۸	سلطان احمد صدیقی	شہباز	۱۷۹	۲۶۳	کنور بہادر سکینہ	شعلہ	۱۶۰
۲۹۲	حکیم محمد احمد عباسی	اثر	۱۸۰	۲۶۵	ماسٹر لالتا پرشاد	سیوک	۱۶۱

صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر	صفحہ نمبر	نام	تخلص	نمبر
۳۲۱	حبیب احمد	جوہر	۱۹۷	۲۹۳	بابو پیارے الال	پیارے	۱۸۱
۳۲۲	غلام محمد مدنی خاں	بزمی	۱۹۸	۲۹۴	ماسٹر عبدالرؤف	رؤف	۱۸۲
۳۲۳	مرزا حیدر حسین صدیقی	فضا	۱۹۹	۲۹۷	قائم رضا نقوی	نسیم	۱۸۳
۳۲۵	محمد یوسف	یوسف	۲۰۰	۲۹۹	مٹھن الال سکینہ	وفا	۱۸۴
۳۲۶	حکیم شہاب الدین علوی	شہاب	۲۰۱	۳۰۱	عبدالسلام رضوی	گل حسن	۱۸۵
۳۲۸	مرتضی حسن صدیقی	اختر	۲۰۲	۳۰۳	عبدالقیوم صدیقی	شاد	۱۸۶
۳۲۹	خوشنود حسن فاروقی	خوشنود	۲۰۳	۳۰۴	محمد اشفاق	گوہر	۱۸۷
۳۳۰	معراج النبی خاں	انجم	۲۰۴	۳۰۵	محمد مہدی	رئیس	۱۸۸
۳۳۱	حکیم کلب علی	شابد	۲۰۵	۳۰۷	مفتی نسیم احمد فریدی	فریدی	۱۸۹
۳۳۳	رئیس احمد	کفیل	۲۰۷	۳۱۱	شجاع احمد خاں	زیبا	۱۹۰
۳۳۵	مختار حسین نقوی	تاباں	۲۰۷	۳۱۲	علاء الدین انصاری	اسلم	۱۹۱
	قطعات			۳۱۳	محمد یوسف	یوسف	۱۹۲
۳۳۷	ڈاکٹر مغیث الدین		۱	۳۱۳	صوفی جمیل حسن رضوی	جمیل	۱۹۳
۳۳۸	سید حمد عاصم کاظمی		۲	۳۱۶	لئیق احمد نظامی	پتھر	۱۹۴
۳۳۹	ماخذ			۳۱۹	ڈاکٹر بشیر احمد جعفری	سیف	۱۹۵
۳۴۳	کوائف مولف			۳۲۱	سہراب احمد خاں	سہراب	۱۹۶

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

سابق ڈائریکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا

افسر بکار خاص رام پور رضالا بھیریری، رامپور

پیش لفظ

یہ حقیقت ہے کہ امر وہہ ایک قدیم تاریخی علمی و ادبی بستی ہے۔ یہاں ہر فن کے صاحب کمال لوگ پیدا ہوئے مثلاً برادر گرامی پروفیسر نثار احمد فاروقی اور اُستاد محترم پروفیسر خلیق احمد نظامی جیسے بیدار مغز محقق و مورخ ادیب اور الحاج حکیم شعیب اختر صدیقی جیسے ماہر فن طبیب بھی موجود ہیں۔

شاعری کے میدان میں امر وہہ کو ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے جہاں فارسی اور اُردو کے بہت سے قادر الکلام اُستاد اور صاحب دیوان شعراء کثیر تعداد میں ہوئے ہیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ ان لوگوں کے حالات و کلام پر مشتمل ایک کتاب مرتب کی جائے جس کے ذریعہ اُردو، فارسی شاعری میں امر وہہ کا صحیح مقام و مرتبہ متعین کیا جاسکے۔ بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ اس مشکل اور دشوار گزار مرحلے کو امر وہہ کے ایک نوجوان اسکالر محبی مصباح احمد صدیقی نے بحسن و خوبی انجام دیا اور ایک مختصر اور جامع تذکرہ مسلمان اور ہندو شعرائے امر وہہ کا مرتب کیا۔

مصباح احمد صدیقی ایک ذہین اور محنتی محقق ہیں۔ انہیں لکھنے پڑھنے اور تحقیق

وتلاش سے خاص لگاؤ ہے۔ اب تک ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جس سے ان کے تحقیقی مزاج اور کام سے دل چسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔

زیر نظر تذکرہ شعراء میں انھوں نے ایک سو سات شعراء امر وہہ کے حالات و کلام کا احاطہ کیا ہے اور جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ یہ ان کی دس سال کی محنت کا ثمرہ ہے۔ انھوں نے علی گڑھ میں دورانِ تعلیم اس تذکرہ کا خام مواد جمع کیا تھا اور ۱۹۹۲ء سے اب تک برابر اس پر کام کر رہے تھے۔

آج ہمیں خوشی ہے کہ ہم ان کی اس محنت اور کاوش کو کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ اُمید ہے فارسی اور اُردو ادب کے اساتذہ اور طلباء اس کتاب سے برابر استفادہ کرتے رہیں گے اور روہیلکھنڈ کی ادبی تاریخ میں اس کتاب کو اہمیت حاصل ہوگی۔

مقدمہ

امروہہ شمالی ہندوستان میں ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے جو عہد قدیم سے ہی شعراء، ادباء، علماء، اطباء، حکماء اور دیگر مشاہیر کا معدن و مرکز رہا ہے۔ جیسا کہ مولوی حبیب احمد اقیق کاظمی اپنی ایک نظم میں کہتے ہیں۔

یہ معدن عالموں کا ہے، یہ محزن ہے حکیموں کا مقام اولیائے نامور ہے شہر امر وہ
یہاں صوفی، یہاں واعظ، یہاں ناظم یہاں ناثر غرض ہر فن کے استادوں کا گھر ہے شہر امر وہ
مگر افسوس امر وہہ کا ماضی، زمانہ گذشتہ علمی و ادبی اعتبار سے جس قدر شاندار
اور روشن تابناک تھا۔ حال اسی قدر پس ماندہ اور تاریک ہے۔ اقیق کاظمی صاحب
اسی نظم ”توصیف امر وہہ“ میں ”تصویر کا دوسرا رخ“ کے عنوان میں کہتے ہیں۔
یہ تم نے سن لیا خوش ہو کے اب کچھ اور بھی سن لو کہ ان اوصاف سے اب دور تر ہے شہر امر وہہ
یہ تھے اسلاف کے جو ہر مگر اخلاف ہیں بدتر بس اب و جہل و نادانی کا گھر ہے شہر امر وہہ
بہر حال اس وقت میرا موضوع زمانہ گذشتہ ہی ہے۔ تذکرہ ہذا میں اسی کی ایک
جھلک پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مراد آباد سرکاری گزینیئر کے مطابق امر وہہ کی بنیاد چار سو چہتر سال (۱۵۰۰) قبل مسیح یعنی ڈھائی ہزار سال پہلے رکھی گئی۔ (تاریخ امر وہہ)
تقریباً ۱۳۴۰ء میں مشہور سیاح ابن بطوطہ امر وہہ آیا اس نے اپنے سفر نامے میں
امروہہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”ثم وصلنا الی امر وہ وہی بلدۃ صغیرۃ حسنہ“

ترجمہ:- پھر ہم امر وہ پہنچے جو ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی امر وہ کے بارے میں لکھتے ہیں؛

”امروہہ کا یہ حسن اس کے محل وقوع یا جغرافیائی خصوصیات کے باعث نہیں بلکہ علماء، مشائخ اصحاب ذکر و فکر کے ان خانوادوں کے جمال و کمال کا پرتو تھا جس نے یہاں کی مختصر آبادی میں وہ دل کشی پیدا کر دی تھی کہ ایک غیر ملکی سیاح بھی اس کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا“

(تذکرہ بدرچشت از خورشید مصطفیٰ رضوی)

امروہہ کی علم دوستی اور ادب نوازی مسلمانوں کی آمد ہی سے مشہور رہی ہے۔

یعنی یہاں ابتدا ہی سے علم و ادب کا چرچا رہا ہے۔

امروہہ نہ صرف اردو زبان و ادب کی گراں قدر خدمات میں شان امتیاز رکھتا

ہے بلکہ عربی، فارسی، سنسکرت وغیرہ زبان و ادب میں بھی اس سرزمین نے مشہور

زمانہ شخصیات پیدا کیں۔ مسیح اللہ خاں عطا امر وہی مرتب ’نظم شبیر لکھتے ہیں۔

”امروہہ کی مردم خیز سرزمین نے جہاں اور متفرق کسب و ہنر میں

کامل و اکمل ہستیاں پیدا کیں وہاں فن شاعری میں بھی سیکڑوں شاعر

شیریں مقال و ناظم با کمال اور استادِ زمانہ انسان پیدا کیے۔“

(نظم شبیر حصہ دوم)

ایک اور جگہ اپنی تالیف ”نگاہ فقر“ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم لکھتے ہیں؛

”یہاں گیسوئے اردو سنوارے گئے، لکھنؤ دبستان کے عظیم شاعروں

ناخ اور آتش کو اس سرزمین نے اسناد فراہم کیا۔ سعادت امر وہی

نے میر، شہنشاہ متغزلین کو اردو شعر کہنے پر راغب کیا۔ مرزا عبد

القادر بیدل نے امر وہہ ہی کے ایک شاگرد عطا کو اپنا قلم دان بخشا۔“

(نگاہِ فقر ص ۳۹)

عربی و فارسی علماء امر وہہ کی کوئی تاریخ ابھی تک مرتب نہیں ہو سکی۔ اور نا ہی ان کے کارنامے منظر عام پر آئے اب اکثر دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے۔ البتہ اردو زبان و ادب کے تعلق سے امر وہہ میں خاصہ مواد موجود و محفوظ ہیں۔ اردو شعراء کے دواوین قلمی اور مطبوعہ صورت میں آج بھی کہیں کہیں دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ اگر اہل امر وہہ نے ان کی طرف بھی کوئی خاص توجہ نہیں دی تو یہ بھی جلد ہی ناپید ہو جائیں گے۔ امر وہہ میں اردو زبان و ادب سے متعلق خدمات کے بارے میں پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی لکھتے ہیں؛

”اردو ادب کی تاریخ میں امر وہہ کا نام ہر دور میں نمایاں اور روشن رہا

ہے۔ قدیم زمانے سے اس کا سراغ ملتا ہے کہ امر وہہ کے اہل قلم

نے زبان و ادب کے فروغ و ارتقاء میں اہم حصہ لیا۔“

(امر وہہ کے افسانہ نگار از مسباح احمد صدیقی)

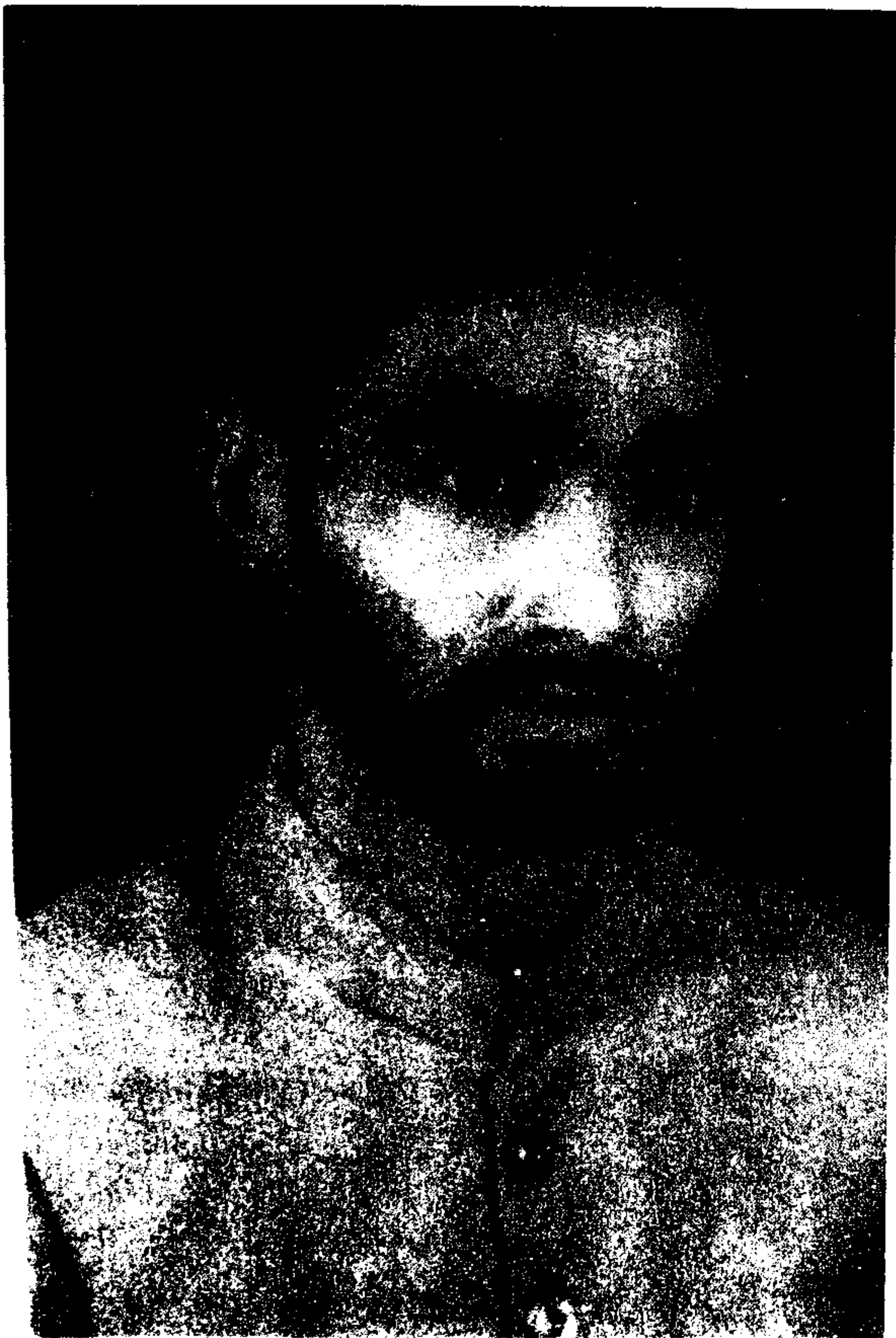
احقر کے دل میں ایک عرصہ سے یہ تمنا رہی ہے کہ امر وہہ کی ادبی تاریخ مرتب کی جائے اور یہاں کے عربی فارسی اردو ادباء و شعراء کے منظوم و نثری کارناموں کا ایک مکمل تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ لیکن یہ کام بڑے ادارہ کا کام ہے کہ وہ اس کے الگ الگ موضوعات مقرر کر کے ان پر مکمل تحقیقی کام کرائے۔ میں نے اپنی پہلی کتاب ”تحفۃ الانساب“ مطبوعہ ۱۹۹۲ء کی تالیف کے دوران بغیر کسی ارادے کے شعراء امر وہہ کے کلام و سوانحی کوائف کو جمع کرنا شروع کیا تھا۔ پھر شعرا نے امر وہہ کی ایک نامکمل سی فہرست ترتیب دی تو وہ تقریباً ایک ہزار شعراء پر محیط رہی۔ اب میرے

پاس تقریباً ایک ہزار شعراے امر وہہ کے اسماء گرامی محفوظ ہیں جن میں کچھ کے حالات نہیں ملتے اور جن کے حالات دستیاب ہو گئے ان کا کام نہیں مل کا۔ بعض کے بارے میں امر وہہ کی مختلف تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ اچھے شاعر تھے۔ اور فلاں سے اصلاح لیتے تھے۔ بس۔ اس سلسلہ میں میرا تحقیقی سفر برابر جاری ہے اور حتی المقدور اس سنگلاخ اور دشوار گزار وادی سے گزرنے کا حوصلہ بھی ہے۔ اسی سلسلہ کی پہلی کاوش ”تذکرہ شعراے امر وہہ“ کے نام سے ایک جلد (ابتداء سے سنہ دو ہزار تک کے مرحوم شعراء پر مشتمل) آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ جو میری دس بارہ سال کی محنت و تلاش اور سعی و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس میں ۲۰۷ شعراء کے حالات و کلام مستند تاریخی حوالوں اور ثقافتی حضرات کی روایات اور یادداشتوں سے ماخوذ ہیں۔ اس میں ان تمام شعراء کو چھوڑ دیا گیا ہے جن کے تحقیقی حالات، یا کسی مستند ماخذ سے ان کا کلام نہیں مل سکا ہے۔ وہ بھی ان شاء اللہ عنقریب مکمل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعی کروں گا جو ابتداء ہی سے شروع ہوگی ہے اور تمام موجود شعراء، حضرات جنہیں اس میں شامل ہوں گے۔

میں اپنے ان تمام مخلصین حضرات کا دل سے ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس کار نیک میں میری مدد فرمائی یا زبانی طور پر میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ بالخصوص پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی کے لیے میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت تادیر اس عظیم الشان علمی و ادبی شخصیت کا سایہ نہ صرف میرے اوپر بلکہ اہل امر وہہ پر قائم رکھے۔ جو ہر موڑ پر میری مدد فرما کر مجھے کام کرنے کا ایک نیا حوصلہ عطا فرماتے ہیں اور ہر مقام پر میری ہمت افزائی اور رہنمائی فرماتے ہیں۔

دوسری ایک عظیم المرتبت شخصیت ڈاکٹر وقار الحسن صاحب او ایس ڈی رام پور رضالا بھیری رام پور کی ہے جو میرے بڑے مشفق کرم فرما اور محسن و مربی ہیں۔
 قدم قدم پر دامے درمے نخنے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ مجھ پر ہی نہیں بلکہ اہل
 امر وہ پر ان کا بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں ”پتہ کرہ شعراے امر وہ“ کی اشاعت
 رضالا بھیری سے کرانے کی منظوری دے کر اس کاوش کو منصبہ شہود پر آنے میں مدد
 فرمائی۔ میں اکرم فاروقی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں جنھوں نے میری
 حوصلہ افزائی کے لیے اس پر اپنی رائے مرحمت فرمائی تھی۔ میں جناب توفیق احمد
 قادری کا بھی ممنون ہوں جن کے کتب خانے سے مجھے بھرپور استفادے کا موقع ملا۔
 جناب خورشید مصطفیٰ رضوی مرحوم کے لیے بھی میں دعا گو ہوں جنھوں نے خلوص
 نیت کے ساتھ مواد کی فراہمی میں میری بھرپور معاونت کی۔ جناب انیس احمد فاروقی
 کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے کمپوزنگ شدہ اوراق کی پروف ریڈنگ پوری
 توجہ اور ذمہ داری کے ساتھ کی اور تصحیح کے دشوار کن کام میں میری مدد فرمائی۔
 آخر میں اپنے تمام مخلصین و قارئین سے التماس گزار ہوں کہ اس میں جو خامی
 نظر آئے اس سے دوستانہ انداز میں مجھے باخبر فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

مصباح احمد صدیقی



مصباح احمد صدیقی
مؤلف تذکرہ ہذا

حرفِ آغاز

عالیجناب آرام الدین اکرم فاروقی مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل جواہرنو اوے ودیالیہ)

قابلِ ذکر ہستیوں کا تذکرہ آئندہ لوگوں کے لئے یادگار ہوتا ہے نہ صرف یادگار بلکہ چراغِ راہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ تذکرہ نگار کا مقصد شخصیات کے حالاتِ زندگی اور ان کے کارناموں کا ذکر ہوتا ہے لیکن چاہے ان چاہے ان کے ذکر میں ان کے عہد کی ثقافت کے نقوش بھی در آتے ہیں۔ تاریخی جزئیات بھی تذکروں میں محفوظ ہو جاتی ہیں جو تاریخی پس منظر کو سمجھنے میں معاون اور مددگار ہوتی ہیں۔ اس لئے تاریخ سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے یہ بڑی قابلِ قدر چیزیں ہیں۔ مورخین انھیں اپنا اہم ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔

تاریخی کتب میں بادشاہوں اور خاص خاص امیروں کا ذکر ملتا ہے لیکن تذکرے اپنے موضوع پر تمام باکمال ہستیوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس لئے جزوی معلومات کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں۔

عربی اور فارسی میں شخصیات کے تراجم کی روایت قدیم ہے۔ صحابہ کرامؓ راویانِ حدیث، علماء، مشائخ، شعراء، وادباء، اور دیگر مصنفین وغیرہ کے تذکرے اہم علمی اور ثقافتی سرمایہ ہیں۔

اردو میں تذکرہ نگاری کا آغاز اس کے آغازِ جوانی ہی سے نظر آتا ہے اردو چونکہ شاعروں کی پروردہ ہے اس لئے اس دور کے مزاج کے موافق ابتداء میں تذکرے شعراء ہی کے لکھے گئے بعض تذکرہ جواہر الجواب بھی لکھے

گئے اس لئے بھی ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

میر، قائم، مصحفی، شورش، شیفۃ اور مولوی کریم الدین وغیرہ نے اپنے اپنے عہد تک تمام معلوم شعراء کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے علاوہ بعض علاقائی تذکرے بھی لکھے گئے ہیں مثلاً رام پور، کانپور، مراد آباد، فرخ آباد، مظفرنگر، بدایوں وغیرہ کے شعراء کے تذکرے راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں۔ یہ اور چھوٹی سے چھوٹی معلومات کو گرفت میں لینے کی کوشش ہے جو بہر حال قابل ستائش ہے۔

استاد الشعراء مصحفی کا وطن امر وہ جہاں ہر دور میں شاعروں کا جم غفیر رہا ہے ان میں بعض نامور اور نمائندہ شاعر بھی ہوتے رہے ہیں۔ عام شاعروں کے یہاں بھی بھلے ہی ندرتِ فکر اور بلندیِ تخیل نہ سہی لیکن زبان کا چٹخا را ضرور ہوتا ہے۔ محاورے کی چستی اور روزمرہ کی ذرستی ہاتھ سے نہیں جاتی، ساتھ ہی ”زبان لکھنؤ میں رنگِ دہلی کی نمود“ یہاں کی خصوصیات میں سے ہے۔ فن کی باریکیوں اور اس کی نزاکتوں پر نگاہ رکھنا بھی اہل امر وہ کا خاص مزاج رہا ہے۔ غالباً اسی لئے محشر لکھنؤی نے کہا تھا۔

امر وہ در حقیقت ایوانِ شاعری ہے

مولد ہے مصحفی کا محشر ذرا سنبھل کے

یہ ایوانِ شاعری ایک زمانے سے اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ یہاں کوئی مصحفی کی روایت کی پاسداری کرنے والا ہو جو مصحفی کے معنوی ورثہ کی دیر پایادگار قائم کرے۔ کئی لوگوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا لیکن انجام تک نہیں پہنچ سکے..... اور تقریباً ایک ہزار اسماء کی فہرست کو انجام تک پہنچانا صبر آزما کام بھی تو ہے۔ سنا تھا کہ غیور حسن صاحب مرحوم امر وہ کے شعراء کا تذکرہ

لکھ رہے ہیں لیکن انھیں اجل نے مہلت نہیں دی۔ غالباً ۲۹، ۱۹۲۸ء میں مولانا اُفق کاظمی نے اپنے رسالہ ”شاعر امر وہ“ میں تذکرہ شعراء کا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن وہ بھی ناتمام رہا۔ کئی بزرگوں سے سنا ہے کہ مورخ امر وہ محمود احمد عباسی نے تذکرہ شعراءِ امر وہ ترتیب دیا تھا لیکن تاریخ امر وہ سے متعلق اپنی تین کتابوں کے اندازِ پذیرائی اور اہل وطن کے طرزِ حوصلہ افزائی سے بددل ہو کر اسے زینتِ طاقِ نسیاں بنا دیا سنا ہے کہ اس کا مسودہ کراچی میں ان کے نواسے جناب سبط محمود فاروقی کے پاس محفوظ تھا جو کسی صاحب نے دیکھنے کے لئے مانگا اور پھر واپس نہیں کیا۔ اس ذیل میں عباسی صاحب جیسے فاضل بزرگ کی معلومات بیش قیمت ہونے میں کوئی شک نہیں اور ان کی یہ کاوش اگر ضائع ہو گئی ہے تو اہل امر وہ کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔ کیونکہ انھوں نے اب سے ۸۰ سال پہلے چشمِ خود ملاحظہ کئے ہوئے اور اس وقت کے ۸۰ سال بزرگوں کے سنائے ہوئے چشمِ دید حالات قلم بند کئے ہوں گے جو اب کسی طرح ممکن نہیں ہیں۔

مقامِ مسرت ہے کہ ایک جواں سال قلم کار مصباح احمد صدیقی نے اس نقصان کی تلافی کا علم بلند کیا ہے۔ دس سال کی کدو کاوش کے بعد وہ ”تذکرہ شعراءِ امر وہ“ کی پہلی جلد پیش کر رہے ہیں۔ انھیں تذکرہ نگاری سے خاص لگاؤ ہے ان کی پہلی کتاب ”تحفۃ الانساب“ جو امر وہ کے انساب پر ہے وہ بھی ایک اچھا خاصا تذکرہ ہے۔ انھوں نے ”تذکرہ علماءِ امر وہ“ (غیر مطبوعہ) اور ”امر وہ کے منتخب افسانہ نگار“ بھی (مطبوعہ) مرتب کئے ہیں۔ بقول ان کے ”تذکرہ اطباءِ امر وہ“ بھی زیرِ ترتیب ہے۔ ”امر وہ کے غیر مسلم شعراء“ وہ الگ سے ترتیب دے چکے ہیں۔ ان کے کام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا

ہے کہ وہ بڑی محنت لگن اور دیانت داری سے اپنے کام کو انجام دیتے ہیں۔
مصحفی کے بعد مصباح احمد صدیقی امر وہ کے دوسرے شخص ہیں جنہوں
نے شعراء کے تذکرے کی طرف توجہ دی ہے اور بڑی تحقیق و تلاش کے بعد اس
کو مرتب کرنے کا عزم کیا ہے۔ معروف حضرات کا علم تو عام لوگوں کو ہوتا ہی
ہے لیکن غیر معروف شخصیات کو روشناس کرانا یا بھولے بسرے ہوئے چہروں کو
سامنے لانا ہی ایک صاحب تحقیق تذکرہ نگار کا نمایاں وصف ہے۔ مصباح احمد
صدیقی نے ایسے تمام ناموں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں وقت کی دھول
نے گنماہی کی تہ میں چھپا دیا تھا اور وہ اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب
ہیں۔ میں انہیں دلی مبارکباد دیتا ہوں۔

اکرم فاروقی

(ریٹائرڈ پرنسپل نواودے ودیالیہ)

چلہ امر وہ



جسے اس پردہ کشائی کا سلیقہ بھی نہیں۔ لیکن یہ خدمت اس لئے انجام دے رہا ہوں کہ عام طور پر آج کے مصنف کی خود اپنی شخصیت تصنیف میں سامنے نہیں آتی اور علم و ادب کے متوالوں کو سرکھپانے کے باوجود مایوسیوں کا ہی سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تصنیف پر کچھ کہنے سے پہلے مصنف (یا مرتب) کے بارے میں کچھ عرض کر دوں۔

اس کتاب کے مرتب مصباح احمد صدیقی سے شناسائی ایک عرصہ سے تھی۔ کم از کم بیس سال سمجھ لیجیے..... ملاقاتیں بھی متعدد ہوئیں مگر صرف 'دید' کی حد تک۔ ٹھنڈ کی تو نوبت ہی نہ آئی کیونکہ ہر دم مہر بہ لب دیکھا، نہ یہ خود کھلے نہ ان کے جوہر کھلے۔ کبھی برسوں راہ نظر آئے تو نگاہیں جھکا کر یا چڑا کر نکل گئے..... برس گذر گئے..... آخر گذشتہ سال اپنی بعض تحریروں اور خصوصاً اس کتاب "تذکرہ شعرائے امر وہ" کی بدولت قریب حاصل ہوا۔ میں نے جب سنا کہ یہ شعرائے امر وہ کا تذکرہ لکھ رہے ہیں تو دل میں سوچا کہ یہ کام بھلا یہ کیا کر سکیں گے۔ بہر حال، ایک دن وقت نکال کر پہلی بار ان کے گھر پہنچا تو انھوں نے مسودہ سامنے رکھ دیا کہ میں اسے دیکھوں اور پھر ہر ملاقات پر یہ اصرار کہ کچھ لکھوں بھی..... یہ یگانگت کی انتہا تھی کیونکہ ظاہر ہے کہ مسودہ ان کے لئے دل و جان جیسا عزیز تھا..... اس کے بعد ملاقاتیں اکثر ہوتی رہیں، اس قدر محبت سے پیش آئے کہ کیا بتاؤں..... میں نہ شاعر ہوں، نہ یہ میرا میدان مگر ان کے اصرار نے کچھ لکھنے پر مجبور کر دیا اور مسودہ دیکھا تو حیران و ششدر رہ گیا کہ کیسا پہاڑ سر پر اٹھایا اور کس خوبی سے اٹھایا ہے۔ نہ صرف دل سے تحسین و آفریں بلکہ دعائیں بھی بے اختیار نہ جانے کتنی

نکلیں..... میں اب ان سے اتنا قریب ہوں کہ یہ اندازہ کر سکتا ہوں کہ کیا غضب کی محنت شاقہ اور جدوجہد انہوں نے کی ہے اور کس طرح امر وہ کی شخصیتوں اور ان کے حالات کو کھود نکالا ہے۔ جتنا جتنا مسودہ دیکھا حیرت میں اضافہ ہوتا گیا..... خیر، یہ ذکر تو بعد میں کروں گا پہلے ان کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بیان کر دوں۔

اب سے کوئی چالیس یا بیالیس سال قبل محلہ گھیر مناف میں جناب استجاب احمد صدیقی (ولد اخلاق احمد صاحب مرحوم) کے گھر میں انہوں نے آنکھ کھولی۔ ذہین و فہیم ہمیشہ رہے، حافظ قرآن ہوئے، تجوید و قرأت کا کورس کیا، درس نظامی تک نہ پہنچے تھے کہ زندگی کا نظام بدل گیا، اردو اور فارسی ادب میں ایم. اے. کر کے درس و تدریس کو شغل بنایا اور اسی پر قانع ہو گئے۔ ان کی غالباً دو کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ غیر مطبوعہ کتابوں میں ”امروہہ کے ہندو شعراء اور ادیب“ کے علاوہ ”تذکرہ علمائے امر وہہ“ بھی طباعت کے لئے تیار ہیں۔ ”قوة الكلام“ (مرتبہ) پریس میں ہے۔

نسبی تعلق ان کا امر وہہ کے بڑے نامی گرامی صدیقی خاندان سے ہے جو معزز اور مستند خاندان رہا ہے اور ”مناف پوتہ“ کر کے مشہور ہے۔ انہیں ’آل محمد‘ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ یعنی سلسلہ نسب ملتا ہے حضرت

۱۔ موجودہ گھیر مناف ان ہی کے اجداد میں حضرت شیخ ابوالمناف کے نام پر ہے جنہوں نے احاطہ بنا کر پر شکوہ رہائشی عمارتیں اور مسجد ۹۸۵ھ میں بنوائی تھی

(تاریخ امر وہہ جلد اول ۱۲۹)

محمد بن ابوبکرؓ سے اللہ اکبر وہ حضرت محمد بن ابوبکرؓ جن کو فرزندِ نبی کا شرف حاصل ہے جانشینِ رسول ﷺ کی یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ جو بعد از انبیاء ہیں سب سے برتر

یہی کیا کچھ کم ہے پھر، جن کو نام اور کام میں مشابہت ہے آقائے دو عالم سے اور جن کی فداکاریاں اور جاں نثاریاں اُس ہستی اقدس (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے لئے تھیں جنہیں سرکارِ دو عالم نے ”مَنْ كُنْتَ مَوْلَا فَعَلَى مَوْلَا“ فرمایا ہے۔

خاندانِ مناف پوتہ میں بڑی ذی علم اور نامور ہستیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً ان کے پردادا حکیم محمد اسحاق پروین کے علاوہ خلیفہ نوروز علی فضل حسین بہل، شمس الدین داتی وغیرہ۔ ان سب بلند و بالا ہستیوں کے اخلاق، کردار اور علم و عمل کا عکس جمیل ہیں مصباح صاحب جن کی اداؤں میں کچھ عجب دل آویزیاں ہیں نہایت کم سخن، آہستہ گو، بلا کے متین اور سنجیدہ۔ قد موزوں اور درمیانہ، اعضا متناسب، جامعہ زمینی الگ سے ہے، مروت اور خلوص ہے کہ آنکھوں ہی سے پکا پڑتا ہے۔ سنجیدگی، کم گوئی، متانت، تہذیب و شائستگی، بردباری یہ سب آئینہ اپنی حدوں سے آگے اگر نہیں تو حدوں پر پہنچ ضرور چکے ہیں۔ تحمل و بردباری عادت ثانیہ، خود ستائی اور خود نمائی سے گریزاں، قلب کے رفیق، نظر کے دقیق، مکروہاتِ زمانہ سے بے نیاز، پرسکون انداز میں گھنگوسرا پا تکلف اور ہر آن ہمہ تن شائستگی.....

اب کچھ اس ’کوہ کنی‘ کی بابت بھی عرض کر دوں جس کا امروہہ کے اس ’فرہاد‘ نے بیڑا اٹھایا ہے۔ دراصل تذکرہ نگاری ایک مفید اور کارآمد

آرٹ ہے۔ جس سے علم و ادب کے روز و شب اور تاریخ کی گراں قدر معلومات حاصل ہوتی ہے۔ یہ ریسرچ کرنے والوں اور علم و ادب کے شیدائیوں کے لئے مآخذ ہیں اور نوع بہ نوع افراد سے تعارف کا ذریعہ بنتے ہیں۔ تذکروں کی محفل میں مختلف قماش کے افراد نظر آتے ہیں جن سے صرف تعارف اور قرب ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ سارے نظام معاشرت کا تصور سامنے آتا ہے۔ تذکرے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ عصری آگہی ہوتی ہے اور جس دور کے شعراء کا ذکر ہوتا ہے اس عہد کے تمام نقوش کی کم و بیش ترجمانی ہو جاتی ہے۔ تذکرے میں ماہ، سال کی وضاحت سے تاریخ مرتب کرنے میں مدد اور سہولت ملتی ہے۔ اگر مختلف زمانوں میں یہ ادبی تذکرے نہ لکھے جاتے رہیں تو شاعروں اور ادیبوں کے کارنامے گم ہو جائیں۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تذکرہ نگاری ایک کیپوزٹ آرٹ ہے جس سے علم و ادب کے کئی سرچشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ لسانیات، عمرانیات، تاریخ ادب، تنقید و تحقیق، سوانح و خاکہ جیسے اصناف کے علاوہ مختلف زمانوں کی تحریکات اور دوسرے پہلو بھی نظر آتے ہیں۔ زمانہ ماضی میں ادب کی تاریخ و تحقیق کے لئے تذکروں سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ تذکرے نہ لکھے جاتے تو نہ صرف تاریخی نسل کی کڑیاں گم ہو جاتیں بلکہ مشاہیر ادب کے خط و خال بھی ماند پڑ جاتے۔

فارسی شعراء کے متعدد تذکرے لکھے گئے، ان کی دیکھا دیکھی اردو میں یہ روایت چلی اور اب کافی پرانی ہو چکی ہے، پہلے انھیں ریختہ گو یا ہندی (ہندوی) گویان کا نام دیا جاتا تھا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اردو شعراء کا پہلا تذکرہ دکن میں لکھا گیا مگر مرزا افضل بیگ قاسمپور کا "تختہ الشعراء"۔

بنیادی طور پر فارسی تذکرہ ہے۔ البتہ خواجہ حمید خاں کے 'گلشنِ گفتار' (۵۲-۱۷۵۱ء، ۱۱۶۵ھ) کو پہلا تذکرہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ شعراے اردو کے جس قدر تذکرے اب تک دستیاب ہیں ان میں بہ اعتبار قدامت میر کے 'نکات الشعراء' سید فتح علی گرویزی کے 'تذکرہ ریختہ گویان'، حمید اورنگ آبادی کے 'گلشنِ گفتار' قائم چاند پوری کے 'مخزنِ نکات' اور عنایت اللہ قدرت کے 'ریاضِ حسنی' کو سرفہرست رکھا جاتا ہے۔ ان تقریباً تمام تذکروں کے مؤلفین نے یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اس فن کے بانی ہیں اور ان کا تذکرہ ریختہ گویان کا پہلا تذکرہ ہے۔ مولوی کریم الدین (۱۸۷۹-۱۸۲۱ء) نے متعدد کتابیں تالیف کیں۔ انھوں نے ادبی زندگی تذکرہ نگاری سے شروع کی مگر زیادہ شہرت 'طبقات الشعراے ہند' (۱۸۳۸ء) کو حاصل ہوئی۔ جس زمانے میں اردو کا چلن عام نہ تھا اور فارسی علمی زبان کی حیثیت سے چھائی ہوئی تھی، فارسی شعراء کے بکثرت تذکرے لکھے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے اردو میں بھی شعر کہے ان کا تذکرہ بھی ضمنی طور پر کر دیا جاتا تھا اگرچہ وہ اصلاً فارسی کے شاعر تھے۔ رفتہ رفتہ جب اردو شاعری قبولیت کے درجے میں آئی تو اردو شاعروں کے الگ تذکرے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ شعراے ریختہ کے اولین تذکرے منظر عام پر آنے کے وقت شعراے فارسی کے کئی تذکرے لکھے

۱۔ ریاضِ حسنی (قلمی) سینٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد دکن کے کتب خانے میں محفوظ ہے، ۱۱۶۶ ہجری کے کچھ بعد کی تصدیق ہے۔

جا چکے تھے۔ ایسے تذکروں میں بندرا بن خوشگو، کا ”سفینہ خوشگو“، عظمت اللہ بے خبر، کا ”سفینہ بے خبر“ میر غلام علی آزاد کا ”سرور آزاد“ سراج الدین آرزو کا ”مجمع النفائس“ وغیرہ معروف ہیں۔

فارسی تذکرہ نگاری کا اثر اردو تذکرہ نگاری پر نمایاں رہا چنانچہ ”نکات الشعراء“ (۱۱۶۵ھ) سے ”بہار بے خزاں“ (۱۲۶۱ھ) کے تمام تذکرے فارسی میں مرتب ہوئے اور اس سو سال کی مدت میں صرف ”گلشن ہند“ (۱۲۱۵ھ، ۱۸۰۱ء) واحد تذکرہ ہے جو اردو میں مرتب ہوا۔ اردو تذکرہ لکھنے کا سلسلہ فورٹ ولیم کالج سے شروع ہوا جہاں ایک ہی زمانے میں دو تذکرے لکھے گئے اور دونوں کا نام ”گلشن ہند“ ہوا۔ فرق یہ رہا کہ حیدر بخش حیدری کے ”گلشن ہند“ کو خود انہی کی تصنیف بتایا گیا اور مرزا علی لطف کا ”گلشن ہند“ علی ابراہیم خلیل کے تذکرے

۱۔ علی ابراہیم متخلص بہ علی مشہور ادیب اور مؤرخ، پٹنہ کے ساکن بنارس میں مجسٹریٹ اور گورنر رہے۔ (بہ عہد کارنوالس)، ۱۲۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ تصانیف میں (۱) تذکرہ شعرائے اردو (۱۷۸۴ء - ۱۱۹۸ھ) لکھا جس پر میرزا علی لطف نے ”تذکرہ گلشن ہند“ کی بنیاد رکھی۔ (۲) خلاصۃ الکلام اور ۳۔ ابراہیم دونوں فارسی کے تذکرے ہیں۔ (۳) وقائع جنگ مرہٹ (۱۲۰۱ھ)۔ (۴) راجہ چیت سنگھ کی بغاوت کے حالات لکھے۔ (۵) خطوط جو برٹش میوزیم کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ”تذکرہ گلزار ابراہیم“ (۱۱۹۸ھ - ۱۷۸۳ء) میں مکمل ہوا اور ترجمہ ”گلشن ہند“ ۱۸۰۱ء میں لکھا گیا۔

” گلزارِ ابراہیم “ کا ترجمہ کچھ اضافے کے ساتھ ہے۔ ان تذکروں کے بعد اردو تذکرے لکھنے کا رواج زیادہ ہو گیا۔

لکھنؤ کی عیش پرور فضاؤں نے علم و ادب کو نئی وسعتوں سے ہم کنار کیا اور تذکرہ نویسی کے بھی نئے انداز نظر آنے لگے مثلاً سعادت علی ناصر نے ” خوش معرکہ زیبا “ مرتب کیا تو محسن علی موسوی نے ” سراپا سخن “ (۱۸۵۲ء-۱۲۶۹ھ) اور عبدالغفور نساج نے ” قطعہ منتخب “ (۱۸۵۲ء) اور سخن شعراء “ کے نام سے مرتب کیا۔ محمد حسین شاہ جہاں پوری کا ” ریاض الفردوس “ (۱۸۶۷ء) کے علاوہ ” گلشن ہند “ میں میر غلام حسین شورش عظیم آبادی (م ۱۱۹۵ھ) کے ایک تذکرے کا ذکر ہے کہ:

” ایک تذکرہ شعرائے ہند کا زبان ریختہ میں انھوں نے

لکھا ہے “ (ص ۱۲۱)

علاوہ ازیں ” انتخاب یادگار “ از امیر مینائی ” تذکرہ طورِ کلیم “ از نور الحسن خاں (۱۲۹۸ھ) وغیرہ۔ اس کے بعد مختلف زبانوں، علاقوں اور فرقوں کے شعراء پر لکھے گئے۔ ذہبی پر شاد بٹاش جے پوری کا ” آثار الشعرائے ہنود “ (۱۸۸۵ء)۔ فیض الدین راج کا ” بہارستانِ ناز “ (۱۸۶۸ء)۔

ہندو شعراء پر جو تذکرے لکھے گئے ہیں یا ہندو شعراء نے لکھے ان میں قابل ذکر ” اردو کے نام مسلم شعراء اور ادیب “ از جگدیش مہتہ درو (۱۹۷۶ء) دو جلدوں میں۔ ” موج گنگ “ از بدھ پرکاش جوہر دیوبندی۔ ” آبشار “ از سریندر پرکاش گوہر بہارن پوری۔ تذکرہ شعرائے فرخ آباد “ از شکنتا موج (۱۹۵۸ء)، ” امر وہ کے ہندو شعراء اور ادیب “ از مصباح احمد صدیقی (زیر طبع)، ” اردو ادب میں سکھوں کا حصہ “ از امام مرتضیٰ نقوی امر وہی، ” ہندو شعراء “ از عشرت لکھنوی، ” چند منتخب ہندو شعراء “ از عبدالشکور بریلوی

پنڈت برج کشن کول بے خبر کا ”بہارِ گلشنِ کشمیر“ (۱۹۳۱ء) وغیرہ اس زمرے میں آتے ہیں۔ سب سے زیادہ ضخیم ”خم خانہ جاوید“ تھا جس کا منصوبہ لالہ سری رام دہلوی نے بنایا لیکن چار جلدیں شائع کر سکے پانچویں جلد پنڈت برج موہن کپٹی نے شائع کی۔ بہر حال، تذکروں کی تاریخی، ادبی اور علمی حیثیت بڑی اہم ہے اور آج بھی ادب و شعر کی دنیا میں ہی نہیں بلکہ تاریخ اور سوانح نگاری میں بھی قابلِ فخر سرمایہ ہے۔

شعراے ریختہ کے تذکروں کا سرسری مطالعہ یہ حقیقت سامنے لاتا ہے کہ تذکرہ نگاری نے تین راستے اختیار کیے۔ میر کے ”نکات الشعراء“ میں تنقید پر زور دیا گیا، قدرت اللہ شوق نے شعراء کو مختلف طبقات میں تقسیم کر کے تاریخ نگاری کا رجحان بخشا، علی ابراہیم خلیل نے ”گلزارِ ابراہیم“ میں تاریخی اور سوانحی مواد پر زور دیا۔ آگے چل کر جتنے تذکرے لکھے گئے ان میں انہی تینوں مذکورہ مؤلفوں کی پیروی نمایاں ملتی ہے۔ میر نے جو تنقید کی راہ اختیار کی اسے شیفتہ نے ”گلشنِ بے خار“ میں کشادہ کیا۔ شوق نے جس سمت میں قدم اٹھایا اس کی منزل ”آبِ حیات“ میں نظر آئی اور تاریخ ادب کا وجود ہوا۔ خلیل نے جو انداز اپنایا اس کی پیروی بھی شروع ہو گئی جس میں سوانحی معلومات پر روشنی ڈالی گئی اور ادب میں سوانح نگاری کی ابتدا ہوئی۔ حال ہی میں جو تذکرے لکھے گئے ان کا مختصر بیان بھی طوالت کا موجب ہوگا، میری تحریر پہلے ہی کافی طویل ہو چکی ہے۔ مالک رام کی ”تذکرہ معاصرین“ کے علاوہ ان حالیہ تذکروں میں سب سے اہم عرفان عباسی کی ”تذکرہ شعراے اتر پردیش“ ہے دوسری کوشش ”تذکرہ شعراے روہیلکھنڈ“ مرتبہ شایاں بریلوی اور اس طرح ”تذکرہ مزایہ

شعراے روہیلکھنڈ، از خان فہیم، ”مغربی بنگال کے شعراء“ مرتبہ مشتاق احمد وغیرہ ہیں۔ بہر حال، ان تذکروں کی بدولت ہمارے ادب کا بڑا سرمایہ ضائع ہونے سے بچ گیا اور آج بھی ان کی افادیت اپنی جگہ قائم ہے۔ جن قدیم شعراء پر آج ریسرچ ہو رہی ہے ان کے بنیادی حقائق اور حالات کا ذریعہ یہی تذکرے ہیں۔

زیر نظر کتاب مرتب کرنا جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا، پہاڑ سر پر اٹھانا ہے کیونکہ امر وہ کے معروف شعراء کی تعداد سب ملا کر ہزار آٹھ سو سے کم نہ ہوگی۔ ایسی کوہ پیائی کے لئے ایک ادارے کے وسائل کی ضرورت ہوتی کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر پوری تحقیق و تفتیش، حالات، اولاد اور نمونہ کلام وغیرہ کا جمع کر لینا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے لیکن اس کتاب کے مصنف نے شعراء کے متعلق تمام ضروری اور بنیادی حقائق پوری صحت کے ساتھ قلم بند کر دیئے ہیں۔ اس تذکرے کی حیثیت اگرچہ مقامی تذکرے کی ہے مگر آئندہ کے لئے اہم ادبی دستاویز کی حیثیت ہوگی۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور آنے والی نسلوں کو مستند حوالے اور معلومات حاصل ہو سکیں گی۔ امر وہ کی جن شخصیتوں پر آئندہ زمانے میں کچھ کام یا تحقیق اور ریسرچ کی جائے گی اُس کی بنیاد یہی تذکرہ فراہم کرے گا۔ اس تذکرے میں یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ قدیم تذکروں کی تشنگی اور کمی کو دور کیا جائے جن سے ہمیں اکثر شعراء کے بنیادی حقائق اور حالات معلوم نہیں ہو پاتے اور ان تذکروں کا اختصار اہل علم کے لئے اُبھنیں پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس میں اتنی معلومات انھوں نے مہیا کر دی ہیں کہ ایک نظر میں شاعر کے متعلق سب کچھ سامنے آ جاتا ہے۔

136931

کاش کہ شعراء کے فوٹو کے علاوہ دستخط (آٹو گراف) یا عکس تحریر بھی شامل ہو سکتا تو اہمیت مزید بڑھ جاتی ۔

انہوں نے صرف غزل پر ہی توجہ نہیں دی ہے بلکہ تمام اصنافِ سخن کو گرفت میں لیا ہے اور شعراء کی نثری تخلیقات کی طرف بھی اشارے کیے ہیں ۔ پھر یہ کہ اہم شخصیتوں پر جو کتابیں لکھی گئیں یا مجموعہ کلام شائع ہوئے یا مختلف کتابوں میں ان کا تذکرہ اگر کہیں ہے تو اسے بھی حوالے کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے ۔ یہ سارا کام انہوں نے تنہا کیا ہے اور اب بھی کر رہے ہیں اور مجھے یہ اندازہ ہے کہ اس میں انہیں کیسے پاڑ بیلنے پڑے ہیں ۔ کیونکہ بعض موقعوں پر مجھے بھی ان کی ہمراہی نصیب ہوئی ہے ۔ متعدد چکر لگائے تب کہیں تھوڑی بہت معلومات ہاتھ آئی ۔ میرے پاس جو کچھ مال سالہ تھا وہ بھی ان کے آگے لا ڈالا ۔ میں نے اس کتاب پر دیدہ ریزی کی ہے اور اسی لئے بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ اب تک جتنے شعراء کے تذکرے میری نظر سے گزرے ہیں ان میں اس کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے ۔ ان کا اندازِ تحریر بڑا سلجھا ہوا ہے ۔ مگر بعض جگہ ان کے قلم نے عقیدت و ارادات کی رنگینیاں بکھیری ہیں ۔ اس کے دفاع میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ کسی حد تک یہ فطری جذبے کی عکاسی ہے اور بعض اہل قلم حضرات کے یہاں اپنے محبوبِ مکرم کی شان میں ایسی جولانیاں مل بھی جائیں گی ۔ بہر حال ، اس سلسلہ میں مجھے کچھ اور کہنا نہیں ہے ۔

کتاب کا مسودہ دیکھ کر میں ذہانت کے علاوہ سلیقے اور حسنِ ترتیب و تحقیق کا بھی معترف ہو گیا کیونکہ بعض ایسے بزرگوں کے اشعار اور حالات انہوں نے کھوج نکالے ہیں ۔ جو بظاہر شاعروں کے دائرے میں کھینچ تان کر

ہی لائے جاسکتے ہیں ورنہ کسی اور میدان کے شہسوار ہیں۔
 بلاشبہ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جو امر وہہ کے مصباح احمد صدیقی نام
 کے اس فرہاد نے کر دکھایا ہے۔ اس جوئے شیر لانے پر ان کو جس قدر داد و
 تحسین سے نوازا جائے کم ہے۔

” اللہ کرے زور قلم اور زیادہ “

خاکسار

خورشید مصطفیٰ رضوی

علی جان منزل، امر وہہ

(۲۴ مئی ۲۰۰۰ء)

نور عالم ملا نوری صدیقی

نور عالم ملا نوری ابن شیخ محمد صالح صدیقی ساکن محلہ گھیر مناف
برادرزادہ شیخ ابوالمناف صدیقی منصب دار عہد اکبری۔

ملا نوری عہد اکبری کے قادر الکلام اور نازک خیال شاعر تھے۔ قاتم
چاند پوری نے اپنے تذکرہ ”مخزن نکات“ میں ان کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا
وطن اعظم پور لکھا ہے۔ اگرچہ یہ ان کا قدیم وطن ہے۔ یہ گھرانہ عہد اکبری میں
قصبہ اعظم پور باسٹہ کی سکونت ترک کر کے امروہہ آکر آباد ہو گیا تھا۔ جیسا کہ
تمام تواریخ امروہہ کا بیان ہے۔ صاحب تاریخ اصغری مولوی اصغر حسین نے تو
ترک سکونت کی وجہ بھی بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

” شیخ ابوالمناف بادشاہی منصب دار تھے اور اعظم پور
باسٹہ میں ان کی سکونت اور ریاست تھی۔ عہد اکبر بادشاہ
میں ایک سال اس بستی کی آب و ہوا ایسی بگڑی اور اس
قدر وبا پھیلی کہ صد ہا آدمی بیماری کی کثرت سے مرنے
لگے اور کئی روز وہاں کی زمین کو ایسا زلزلہ رہا کہ سیکڑوں
آدمی بخوف جان سکونت اس جگہ کی چھوڑ چھوڑ کر بھاگے
اور متفرق مقامات میں مثل سنبھل و مراد آباد، بریلی و
پنچراہوں کے جا بے ازاں جملہ شیخ ابوالمناف مذکور

امروہہ میں وارد ہوئے۔

قائم چاند پوری نے ملا نوری کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔
 ”جامع فضائل معنوی و صوری حقیقت آگاہ ملا نوری از
 قاضی زادہ ہائے قصبہ اعظم پورا است و در فن بدیع و
 معما سرآمد روزگار خود بود و شعر فارسی بسیار بر تہمی
 گفت، چنانچہ قصائد طویل الذیل از وے یادگار است
 گویند وقتے کہ از ابوالفیض فیضی مثنوی ”تل و دمن“
 تصنیف می کرد چوں ہایں مصرع رسید

”موئے شدہ ام زنا توانی“

بجہت تمام معنی بنیاد فاد و مضمون مصرع ثانی بخاطرش نمی
 رسید ملائے مذکور سابقہ معرفت کہ داشت برائے
 ملاقات وے رفتہ بود بحقیقت حال وارسیدہ مصرع بداہتہ
 گفت

”موبرتن من کند گرانی“

فیضی بر لطف طبعش آفریں کرد و ازاں باز اورا بسیار
 دوستی داشت۔ دوسرے غزل ریختہ بطور قدما از وے
 مسوع است اما بالفعل سوائے ایں یک بیت مقطع چیزے
 در خاطر نیست۔

ہر کس کہ خیانت کند البتہ بترسد

پچارہ نوری نہ کرے ہے نہ ڈرے ہے ۲

۱ تاریخ اصغری صفحہ ۱۸۳ مولفہ مولوی اصغر حسین نقوی ۲ مخزن نکات صفحہ ۱۱ مولفہ قائم چاند پوری

ترجمہ: جامع فضائل معنوی و صوری حقیقت آگاہ ملا نور کی قصبہ اعظم پور کے قاضی زادوں میں سے ہیں (تھے) بدیع اور معما کے فن میں اپنے وقت کے خاتم تھے اور فارسی میں اعلیٰ پائے کے شعر کہتے تھے۔ جیسا کہ لمبے لمبے قصیدے ان کی یادگار ہیں۔

کہتے ہیں ابوالفیض فیضی جس وقت مثنوی ”نل دامن“ لکھ رہے تھے جب اس مصرع پر پہنچے

”موئے شدہ ام زنا تو انی“

تو کسی طرح مصرع ثانی خاطر خواہ موزوں نہیں ہوتا تھا۔ ملا مذکور (یعنی ملا نور کی) پرانی جان پہچان کی وجہ سے فیضی سے ملاقات کے لئے گئے۔ جب ان پر حقیقت حال کھلی تو انھوں نے فی البدیہہ گراہ لگائی۔

”موبرتن من کند گرانی“

فیضی نے ان کی طبیعت کی نزاکت پر رشک کیا اس کے بعد ان سے قریبی تعلقات رکھے۔ دو تین اردو غزلیں قدماء کے طرز پر ان کی مشہور ہیں۔ لیکن اس وقت سوائے اس مقطع کے شعر کے کچھ یاد نہیں۔

ہر کس کے خیانت کند البتہ بترسد بیچارہ نور کی نہ کرے ہے نہ ڈرے ہے

افسوس راقم الحروف کو بہت تلاش کے بعد بھی آپ کا کچھ کلام نہیں مل سکا۔ قائم چاند پوری نے آپ کے جن طویل قصائد اور دو تین غزلوں کا ذکر کیا ہے اس کا کوئی حوالہ نہیں لکھا کہ انھوں نے آپ کا یہ کلام کس کتاب میں دیکھا تھا۔ البتہ آپ کا ایک قطعہ تاریخ جو شیخ ابوالمناف کی وفات پر لکھا گیا تھا وہ احقر کو دستیاب ہوا تھا جو میں نے اپنی پہلی کتاب ”تحفۃ الانساب“ میں نقل بھی کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ابوالمنافؒ امیر و نصیر دولت و دیں ز شاہ وقت بدریافت منصب بالا
بزرگوار جہاں بود عمِ مخدوم بخیر رفت ز دنیا بر تہ والا

نوشت بندہ نوری بمرگ اوزیبا

ابوالمناف در آمد بختِ اعلیٰ

۵۱۰۲۶+۱۰۲۶+۲۰

ایک اور قطعہ تاریخ شیخ ابوالمناف کی تعمیر کردہ مسجد اور حویلیات پر
کندہ ہے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ قطعہ بھی انھیں کا لکھا ہوا ہے کیوں کہ نہ صرف
دونوں قطعوں کا وزن و بحر ایک ہیں بلکہ انداز بیان بھی یکساں ہے۔ لیکن اس
میں کسی شاعر کا نام یا تخلص نہیں ہے۔ قطعہ تاریخ یہ ہے؛

ابو المناف دو کانات و مسجد بالا بساخت باب مکانش فلک نشاں دارد
حویلیات درون و حصارِ مستحکم نہ راہ دزد کہ یک راہ پاسباں دارد
بدم بفکرت تاریخ باب ہاتف گفت کہ ”دراحاطۃ اعلیٰ بلند شاں دارد“
۹۸۵ھ

+++++

میاں ولی محمد ولی بخششی

میاں ولی محمد ولی ابن شیخ ابو محمد چشتی ساکن محلہ بخششی امر وہ (از اولاد
مولانا شاہ عبدالملک حقانی) میاں ولی محمد علوم متداولہ کے فارغ اور ایک گوشہ
نشیں بزرگ عہد تھے۔ مدد معاش کے لئے اسلامی حکومت سے دوسو بیگہ زمین ملی
ہوئی تھی۔ محی الدین اورنگ زیب عالم گیر کے فرمان مورخہ پنجم شوال سنہ

بست و ہشت جلوس مقدس میں آپ کا نام نامی اس طرح تحریر ہے۔

”سیادت مآب حقایق آگاہ سید ولی محمد گوشہ نشین“ ۱

مؤرخ امر وہ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں؛

”میاں ولی محمد نے علوم ظاہری و باطنی کا سرمایہ پدر بزرگوار

سے حاصل کیا۔ حضرت شیخ عبدالجمید علوی سے نسبت بیعت

درست کی لیکن زیادہ فیض صحبت حضرت شاہ گھائی سے پایا۔

موزوں طبع تھے شعر کا بھی ذوق تھا، خط بہت پاکیزہ تھا۔ ۲“

آپ نے شیخ عبدالجمید علوی سے خلافت پائی تھی۔ تاریخ وفات کا کوئی علم نہیں ہو

سکا البتہ ۱۰۹۹ھ تک بقید حیات تھے۔ نمونہ کلام میں دو قطعات تاریخ ملاحظہ

ہوں۔ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالجمید علوی کی وفات پر حسب ذیل قطعہ

تاریخ لکھا ہے۔

خاتم اولیائے ذوالعرفاں شیخ عبدالجمید قطب زماں

بود کامل خلیفہ شیخ نظام ۳ شہر امر وہ داشت وطن و مقام

در حقیقت یگانہ بودہ و فرد سرموئے خلاف شرع نہ کرد

عالم و عامل و مدقق بود عارف و کامل و محقق بود

در مقامات واقف لا ہوت در کرامات کاشف جبروت

خارق او برون ز اہسی بود برہمہ خلق خوانِ یغما بود

چند کس را رساند او بخدا بعد او مہدی شدند و ہدی

۱ نخبۃ التواریخ صفحہ ۳۴ مولفہ مولانا آل حسن نخسبی

۲ تذکرۃ الکرام صفحہ ۹۲ مولفہ علامہ محمود احمد عباسی

۳ حضرت شیخ نظام الدین نازولی مہ ۹۹ھ شاہ عبدالجمید علوی کے استاد اور پیر طریقت تھے۔

شیخ فیض اللہ جانشینش بود آخ نسبی و ہم قریش بود
 بودش اول خلیفہ صافی شاہ عبد الحکیم عارف جی ۲
 شیخ گھاسی ۳۔ خلیفہ ثانی عاشق مصطفیٰ بود فانی
 کترین خادماں در گاہش ولی خستہ خاک در گاہش
 چوں سفر کرد پیر ما ز جہاں بند ہزار و چہل و شش ہجراں
 سال تاریخ عارف آگاہ قطب الاقطاب رفت سوئے البر ۱۰۳۶ھ
 ایک قطعہ تاریخ حضرت شاہ گھاسی جیو کی وفات پر لکھا تھا جو حسب ذیل ہے۔
 اے دریغا کہ مرشد کامل کر درحلت بعالم مطلق
 شیخ گھاسی کہ روز و شب بودے در حضور خدائے مستغرق
 داشت از فیض عام او ہر دم شہر امر وہ مسکن و رونق
 سال تاریخش از ولی بشنو عاشق مصطفیٰ رسیدہ بہ حق ۵

- ۱۔ شیخ فیض اللہ علوی (م ۱۷ جمادی الاول ۱۰۸۰ھ) آپ کے برادر حقیقی مرید و خلیفہ اور
سجادہ نشین تھے۔
- ۲۔ حضرت شیخ عبد الحکیم بن عبد الصمد نبیرہ گان حضرت شاہ شرف الدین شاہ ولایت
امر وہ کے مرتاض و نامور اوداکا بر مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے ۲۷ ذی الحجہ یوم جمعہ
۱۰۸۰ھ کو وفات پائی۔ ان کی تمام معاصر تاریخوں نے انھیں غیر معقب لکھا ہے۔ لیکن بعض
حضرات ان کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔
- ۳۔ حضرت شاہ گھاسی جیو (م ۱۹ رمضان المبارک ۱۰۹۹ھ) امر وہ کے مشائخ صوفیاء
کرام میں سے تھے۔ آپ کے مریدین و ارادت مندوں کی تعداد کثیر تھی۔
- ۴۔ تذکرۃ الکرام صفحہ ۹۷/۹۶ مولفہ محمود احمد عباسی۔
- ۵۔ ایضاً صفحہ ۹۵

شاہ الونیا فاضلؒ

شیخ فاضل محمد المعروف بہ شاہ الونیا فاضل خلف شیخ عبداللہ آپ کو حضرت شاہ عبدالمجید علویؒ سے شرف بیعت اور اعزازِ خلافت حاصل تھا۔ بقول محمود احمد عباسی ”صاحب حال و صاحب صلاح و تقویٰ تھے۔“ (تذکرۃ الکرام) آپ شاہ الونیا فاضل کے عرف سے مشہور تھے۔ جس کی وضاحت صاحب اسرار یہ محمد کمال بن لعل نے اس طرح کی ہے:

”در اثنائے ریاضت تا دو ازدہ سال نکلے کہ بہ ہندی

لون گویند نہ خوردہ نظر بر آں ’الونیا فاضل‘ مذکور شدہ“

محفل سماع سے خاص ذوق تھا۔ بعض مرتبہ خود شعر موزوں کر کے قوال کو دیتے تھے۔ حسب ذیل ایک شعر ان کا یادگار ہے۔

از قضا غافل مشو تو یک زماں تا بیابی در دولت حق رانشاں

آپ نے محلہ ملانہ میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جو آپ کے نام سے اب تک مشہور ہے۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

غلام محمد نقشبندی

غلام محمد نقشبندی ابن الہ یار نقشبندی حسینی علوم متداولہ سے بہرہ مند اور راہِ طریقت میں حضرت خواجہ عبداللہ المعروف بہ بنخواجہ کلاں کے دست

گرفتہ نیز اپنے وقت کے معروف بزرگ اور عالم دین تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں۔

”عالم فاضل، متقی و پرہیزگار باپ کے صحیح جانشین تھے
عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے“

نمونہ کلام؛

اوست پیدا بصورت چو نہا	رچہ بے صورت است پپوں لیک
لیس غیراً لذات الاعلیٰ	ہرچہ پوشیدہ خلعتے ہستی
صفت او صفات ماو شتا	ذات ہائے من و تو ذات و نیست
دانش اوست جملہ دانش ما	اوست دانا بدانش من و تو
اوست دائم بگوش ما شہوا	او ہمیشہ بچشم ما ظاہر
لیس فی الدھر غیرہ ابداء	لیس فی الکلون غیرہ ازلاء
کل مانی الشہود قد شہدا	کل مانی الوجود موجود
در حقیقت خود اوست حق گویا ۲	کشف ایں راز گریہ ہائے گفت

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

اسماعیل مروہوی

میر اسماعیل ابن ابراہیم از نبیرہ گان حضرت شاہ ولایت، ساکن کثرہ غلام علی، تعلیم و تربیت کے بعد خاندانی روایات کے مطابق عالم گیر کے عہد میں

۱ تذکرۃ الکرام صفحہ ۹۹

۲ یہ اشعار تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۰۰ مولفہ محمود احمد عباسی سے نقل ہیں۔

داکن شاہی سے وابستہ ہو کر دکن چلے گئے۔ آپ کا شمار امروہہ کے قدیم شعرا میں ہوتا ہے۔ جناب عظیم امروہوی نے اپنی تالیف ”مرثیہ نگاران امروہہ“ میں ۱۰۵۴ھ سے ۱۱۲۳ھ تک آپ کے زمانہ کا تعین کیا ہے۔ آپ کی ایک مثنوی ”وفات نامہ بی بی فاطمہ“ ہے۔ جو شمالی ہندوستان کی قدیم مثنویوں میں شمار ہوتی ہے۔ اسی مثنوی سے چند حمد و نعت اور مناقب خلفاء اربعہ کے اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

کہوں نعت اب میں محمد رسول	دو عالم کریں صدق دل سے کی جو قبول
محمد نبی ہیں گے دُرِ یتیم	ازل سے ابد تک ہوئے مستقیم
سبھی پر جو سردار ہیں مصطفیٰ	شفیع دن قیامت کے ہیں مجتبیٰ
ہمارے نکت کیا ہیں روشن سدا	نبی آدمیاں بیچ کہتا خدا
نبی کی صفت بہت ہے بے شمار	سکت کیا دھروں، وتنے بولوں بچار
بڑھیانعت جو میں کہیا دل کے زور	نبی آل اوپر پاک بولوں درود
دنی بیچہ دھج ہیں کریم اور خنی	سفینہ انوں کو ہے کہتا نبی
سلام اب کہوں پاک اصحاب پے	علوم اور حکمت کے بھی باب پے
چہاریار ہیں پاک روشن جہاں	ابو بکر دو جے عمر ہیں پچھاں
بھئی عثمان ہیں گے علی مرتضیٰ	یو دونوں، جو داماد ہیں مصطفیٰ

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

خواجہ عطاء اللہ عطاء

خواجہ محمد عطاء اللہ عطاء، خاندانِ نخشی کے چشم و چراغ تھے۔ ہندی اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ہزل میں بھی اچھے شعر کہتے اور خود کو جعفر زٹلی کے مقابلہ میں اٹلی کہتے تھے۔ آندرام مخلص کے توسط سے محمد شاہ کے دربار سے ’خان‘ کا خطاب ملا تھا۔ مرزا عبدالقادر بیدل کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے منتخب اشعار ایک بیاض اور اپنا قلم دان انھیں عطا کیا تھا۔ اس کے شکر یہ میں آپ نے یہ رباعی کہی تھی :

بیدل شہ اقلیم کمال ہر فن از گوشہ چشم تا نظر داشت بمن
از روی عنایت قلمدان و بیاض فرمود مرا وزارت ملک سخن

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی آپ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ کسی جرم پر بادشاہ عالم گیر نے انھیں مجبوس کر دیا تھا۔ اتفاقاً ایک روز بادشاہ نے ایک مصرع موزوں کیا اس پر کسی سے دوسرا مصرع اچھا نہ لگتا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر خواجہ عطا کو قید خانہ میں پہنچی انھوں نے کہلا بھیجا کہ اگر مجھے چھوڑ دیں تو میں مصرع کہہ دوں، بادشاہ نے بلا کر کہا کہ میرا مصرعہ یہ ہے :

”بستر م خاک و خشت بالین است“

عطا نے کہا قربانت شوم

”یکے از سرگذشت من این است“

دلی کادبستان شاعری صفحہ ۱۶۱ مولفہ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

اردو فارسی کے اکثر تذکروں میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ عطا نے ۱۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ آخر عمر میں اوباشی اور مسخرگی ترک کر دی تھی۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

اے درنبردخسں تو کشتہ بچار چشم زیر مژہ نہفتہ چو آہو بجھاڑ چشم
امشب بہ کوئے دوست عطا پھر بہار ہے تو بھی کھسڑا پسر کہیں در پر نکھار چشم

بر فلک شب نمی طپد انجم دل گردوں زہم می دھڑکد
دست و پائی زند عدو در رن ہچو پدزی کہ در قفس پھڑکد

کاٹ جو ابروے خم دار میں تیرے ہے میاں خنجر و تیغ کا کیا اس کے تیں کاٹ لگیا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

شیخ واصل فریدیؒ

حضرت شیخ واصل فریدیؒ ابن شیخ غوث محمدؒ (نسبہ گان قدوۃ العارفین حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر فاروقیؒ) اپنے وقت کے صاحب مرتبت اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ابتدا اورنگ زیب عالم گیر کی فوج میں ملازم تھے۔ بادشاہ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے۔ گول کنڈہ کی فتح کے بعد اپنے والد کی طلبی پر گھر آئے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد پھر دکن گئے اور مرہٹوں کے مقابلے میں جو معرکے ہوئے ان میں شریک رہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد اپنے وطن واپس آ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ بہادر شاہ اول نے مدد معاش میں سو بیگ زمین دی تھی۔ فرمان کے تھکے بہ عہد محمد شاہ میں آپ کا نام نامی اس طرح تحریر ہے۔

از عمدہ منتخبہ صلی ۲۳۰

”مشیخت پناہ معارف آگاہ بندگی شیخ واصل ولد شیخ غوث

محمد نبیرہ وقدوة العارفين بندگی شیخ فرید گنج شکر“

اس سے آپ کے مرتبہ اور فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ ہمہ وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے اور فرماتے تھے

”قرآن از ہمہ مرشداں بہتر مرشداست“

طبیعت میں انکسار بہت تھا۔ آپ کے فرمودات میں ہے۔

”تواضع مردم را محبوب دلہا سازد و تکبر از نگاہ مردمان اندازد“

آپ نے ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی ”بحق شیخ واصل“ مادہ تاریخ وفات ہے۔ آپ کے ایک صاحب زادے مولانا وجاہت اللہ عرف جیون اپنے وقت کے معروف علماء اور مقتدائے وقت تھے۔ جن کے نبیرہ گان میں حافظ مظہر الدین مظہر فریدی ساکن محلہ چلہ تھے۔ ان کے حالات تذکرہ ہذا میں بحیثیت شاعر جدا گانہ تحریر ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے

با تکبر دل نیا ساید پسر	از رہ کبر و رعونت گن حذر
کبر خاک آلودہ ذلت کند	دولت اکرام را غارت کند
قلب را در عاجزی قوت ہمہ	روح را در عاجزی فرحت ہمہ
عاجزاں را کبریا عزت دہد	در ذو عالم عشرت و راحت دہد
در تواضع مرد را حسن و جمال	خاکساراں یا فہند از وے کمال

ستم اے مہرباں رواداری	مہرست آنکہ جاں! رواداری
لعب تیغ و سناں رواداری	کشتن دوستاں رواداری
اے بایں کفر دعویٰ ایماں	جور بر مسلماناں رواداری
پیہم از چشم سرمہ ساں بدلاں	نوک تیغ رواں رواداری

خونِ مردم بکعبہ گیسو الاماں الاماں رواداری
 پاسہائی و ناز کج کبھی دزدئی دل چساں رواداری؟
 چہ گنی باشکو فہ دل من غارت گلستاں رواداری
 ستم غمزہ و جفا سے ادا برمن ناتواں رواداری
 باروہ صابران، دیریں را تا کجا امتحاں رواداری
 حق پرست و مؤخدی واصل سرپاے بتاں رواداری

سعادت علی سعادت

سعادت علی سعادت مروہوی ابن امیر علی (از اولاد شاہ شرف
 الدین حسن شاہ ولایت) ولادت تقریباً ۱۱۱۰ھ / ۱۶۹۸ء کو مروہہ میں
 ہوئی۔ سعادت ان خوش نصیب شعراء میں سے ہیں کہ ان کے بعد لکھے جانے
 والے تمام اردو فارسی تذکروں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ آپ خدائے سخن
 میر تقی میر کے ہم عصر تھے اور بقول میر ان سے بہت تعلق رکھتے تھے۔ جیسا کہ میر
 تقی میر نے اپنے تذکرہ ” نکات الشعراء “ صفحہ ۲ پر لکھا ہے :

” از سادات مروہہ بود سلیم الطبع ، کم سخن ، متواضع

سعادت تخلص کردنی الجملہ چاشنی درویشی داشت شعرا و

خالی از لطف نیست بابتہ راربط بسیار داشت “

یعنی مروہہ کے سادات سے تھے۔ سلیم الطبع ، کم سخن ، متواضع ، سعادت تخلص
 کرتے درویشانہ مزاج رکھتے ہیں ان کے شعر مزے سے خالی نہیں ہیں۔ بندے
 کے ساتھ بہت ربط رکھتے ہیں۔ مروہہ کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سعادت

میر کے استاد تھے۔ لیکن یہ روایت معتبر نہیں کیونکہ خود میر اور سعادت کے کسی معاصر مؤرخ نے یہ بات نہیں لکھی ہے۔ اگرچہ مع میر کے بھی نے ان کی شاعرانہ عظمت نیز شاعری میں استادانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ بہر حال سعادت اردو شاعری میں دورِ اول کے شعراء میں سے تھے۔ جنہوں نے غزلیات و مناقب کے علاوہ ایک مثنوی ”سیلی سجنوں“ بھی لکھی (تذکرہ شعرائے اردو مصنفہ میر حسن) مولوی محمد سیادت صاحب نقوی نے اپنے مقالے ”علی نظر، حیات اور شاعری“ میں سعادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”چند غزلوں کے متفرق اشعار جن کی مجموعی تعداد تیرہ ہوتی ہے اب تک دریافت ہو سکے ہیں۔ یہی سعادت کے سلسلے میں کل کائنات ہے جو آج تک ادبی دنیا کو دستیاب ہو سکی ہے۔“

لیکن پروفیسر ثار احمد صاحب فاروقی نے اپنے ایک مقالہ ”سید سعادت علی“ میں سعادت امروہوی کے سترہ اشعار نقل کئے ہیں کیونکہ ان کے پیش نظر دو قلمی ماخذ ”بیاض ذخیرہ سلیمان“ اور ”عیار الشعراء“ بھی ہیں۔

نمونہ کلام:

واللہ جو سر لوح ترا نام نہ ہوتا ہر گز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا
کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات ایک جوشانہ ہے سو وہ تیل میں ڈالے ہے بات
ہوش کھودیتی ہیں میر اس کی آنکھیاں سے پرست بسکہ ہوں کم ظرف دو پیالوں میں ہو جاتا ہوں مست

۱۔ دلی کالج اردو میگزین ۱۹۶۲ء مرتبہ ڈاکٹر ثار احمد فاروقی

۲۔ یہ شعر میر حسن نے اس طرح نقل کیا ہے:-

بسکہ ہوں کم ظرف ہو جاتا ہوں دو پیالوں میں مست
ہوش کھودیتی ہیں میر اس کی آنکھیاں سے پرست

مثل آئینہ سادہ رویوں کی منہ ہی دیکھے کی آشنائی ہے
 شیخ تو جاتا ہے کیوں تسبیح کاواں دام لے وہ صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے
 مت دکھا اس طرح کی آن مجھے کوئی دم جیونے دے جان مجھے
 پیہے کی طرح دارو کے شیشے زبان حال سے کہتے ہیں پی پی
 نہیں تجھ ہجر میں پیتے شراب ارغوانی ہم ارے ساتی ترے مارے نہیں ماٹیں گے پانی ہم
 نکھا چاہے ہے تیرے قد کی تعریف اُس کو کیا تراشا ہے قلم نے
 یہ دانا ہیں دوانے جو مجھے زنجیر کرتے ہیں مراگے دم میں جی نکلے ہے یہ تدبیر کرتے ہیں
 یا ر سے جو رقیب لڑتے ہیں یہ ہمارے نصیب لڑتے ہیں
 کیا صیدا ہوے دل، آسواری سے میاں تم نے کمر کی ڈاب نہیں کھولی گویا چیتے کی ڈوری تھی
 سعادت کو کبھی ہنس کر جو فرماتے ہو رونے کو تمہارے امر کو پیارے بجالاتا ہے آنکھوں سے
 نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے نہ وہ مجھ کو دماغ و دل رہا ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

محمد زماں زماں امر وہوی

محمد زماں زماں ابن عبدالواحد ساکن محلہ دربار کلاں امر وہہ (از
 اولاد حضرت شاہ ولایت) ولادت تقریباً ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔ زماں ان نامور
 شعراء میں سے ہیں جن کا تذکرہ امر وہہ کی تمام کتب کے علاوہ اردو شعرا کے

سبھی تذکروں میں ملتا ہے۔ شیخ غلام ہمدانی مصحفی امر وہوی نے ان کی شعر گوئی کی تعریف کی ہے وہ لکھتے ہیں :

”..... اگرچہ چندا بخیاں شعر سرو کار نداشت اما اگر

گا ہے چیزے موزوں می کرد بسیار سنجیدہ چنانچہ

ایں مطلعش دلیل بزکاوت طبع اوست

عارض ہے گل کا صاف ولیکن جھلک نہیں

زگس کی چشم ہے پہ کٹیلی پلک نہیں!

قدرت اللہ شوق نے ان کا ایک او حسب ذیل شعر نقل کیا ہے :

نسبت نہ دو گہر کومرے آنسوؤں کے ساتھ ☆ ہر چند آبدار ہے، ایسی ڈھلک نہیں

+++++

گردھاری لال طرز

گردھاری لال طرز امر وہوی، امر وہہ کے ان با کمال اور خوش نصیب شعراء میں سے ہیں جن کا ذکر اردو شعراء کے اکثر تذکروں میں ملتا ہے۔ آپ امر وہہ کے ذی علم خاندان کا ستھ کے چشم و چراغ تھے۔ جو عہد اکبری میں شاہ جہاں آباد (دہلی) سے ترک سکونت کر کے امر وہہ آکر آباد ہو گیا تھا۔ گردھاری لال طرز محمد قیام الدین قائم چاند پوری صاحب ”مخزن نکات“ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے، طرز کے تمام تذکرہ نگاروں نے انھیں ایک صاحب طرز شاعر لکھا ہے۔ لیکن افسوس ایک رباعی اور دو شعروں کے علاوہ

آپ کا کلام نہیں ملتا۔ حاصل شدہ کلام حسب ذیل ہے۔
 کھا زلف میں بل جو گو شوارا ٹوٹا کیا جانے کس کا دل بیچارا ٹوٹا
 دھڑکے ہے مرا جی کہ خدا خیر کرے اس رات میں بے طرح ستارا ٹوٹا
 نہ سلجھا شانے کے ہاتھوں بھی زلف سے تیری نیٹ کو بیچ پڑا ہے معاملہ دل کا
 آہ اس شوخ نے احوال نہ پوچھا ہرگز لڑچکا، روٹھ رہا، بیٹھ رہا، مل دیکھا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

شاہ عضد الدین محمد جعفری عضدنیؒ

حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری ابن شیخ حامد ہرگامی ساکن محلہ نوگڑہ
 امروہہ کی ذات والا صفات ایک نادر روزگار شخصیات میں سے ہے جو بیک
 وقت بلند پایہ فارسی ادیب اور قادر الکلام شاعر نیز جید الاستعداد عالم دین
 اور صاحب نسبت و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت
 ۲۳ / ۱۰ / ۱۰۷۰ھ، ۱۰ / جنوری ۱۶۶۱ء میں ہوئی۔ تمام اسلامی علوم و
 فنون میں دست گاہِ کامل رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت کے عالم و
 فاضل نیز ان زبانوں میں صاحب تصنیف تھے۔ آپ تفسیر و حدیث، منطق و
 فلسفہ، علم کلام، علم ریاضی، جفر و رمل، علم نجوم، فن تعبیر رویا، فن طب، تصوف
 اور شعر و ادب وغیرہ پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ درس و تدریس شغل تھا۔
 ہزاروں تشنگانِ علوم کو فیوضِ علمی سے سیراب کیا۔ علوم و فنون سے شغف کے
 علاوہ راہِ طریقت کے بھی شہسوار تھے۔ اپنے عم بزرگوار حضرت شاہ محمدی فیاض
 (م ۱۱۰۷ھ / ۱۶۹۶ء) سے نسبت بیعت حاصل کی تھی۔ انھیں سے خرقہ خلافت

پایا تھا۔ بعد وفات پیر و مرشد انھیں کے سجادہ پر متمکن ہوئے اور سینکڑوں تشنگانِ معرفت کو فیضاب کیا۔ جن میں اپنے فرزند حضرت شاہ معزالدین میاں موٹج (م ۱۲۱۴ھ) اور حضرت شاہ عبدالہادی صدیقی (م ۱۱۹۰ھ) کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔ تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا۔ فنِ تصوف میں ایک معرکہ آلا کتاب ”مقاصد العارفین“ لکھی جس کو ۱۹۸۴ء میں فاضل گرامی محترم پروفیسر ثار احمد فاروقی نے مرتب کر کے شائع کیا۔ دوسری ایک اہم تصنیف ”ستیہ سرودر“ (بحر الحق) ہے، جو ایک مختصر رسالہ کی صورت میں فارسی رسم خط اور سنسکرت زبان میں لکھا گیا ہے۔ لیکن افسوس یہ رسالہ اب ناپید ہے۔ کچھ عرصہ پہلے پروفیسر ثار احمد فاروقی نے کراچی میں کسی صاحب کے پاس دیکھا تھا۔ اگر کراچی میں کسی صاحب کے پاس یہ محفوظ ہو تو اس کی نشاندہی فرمائیں۔ تیسری تصنیف ”قوة الکلام“ ہے، جو عربی، فارسی، ہندی نیز ترکی الفاظ کی ایک لغت ہے۔

اس کا ایک نسخہ رضا لاہیری رام پور میں محفوظ تھا۔ اس کو راقم الحروف نے رضا لاہیری کے ایک اشاعتی پروگرام کے تحت مرتب (ایڈٹ) کیا ہے۔ جو عن قریب شائع ہونے والا ہے۔

عربی، فارسی، ہندی زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے۔ ”دیوانِ عضدی“ کے نام سے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا، جو علامہ محمود احمد عباسی کی نظر سے گذرا تھا۔ لیکن اب معدوم ہے۔ آپ کا اکثر فارسی کلام ملتا ہے جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ محمود احمد عباسی اس دیوان اور آپ کی شاعرانہ عظمت کے بارے میں لکھتے ہیں؛

”موزونی طبع خداداد تھی۔ عضدی تخلص تھا۔ دیوانِ عضدی

حقائق و معارف اور رموز تصوف پر مشتمل ہے۔ غزلیات و رباعیات ہر صنف کلام میں طبع آزمائی کی ہے۔ حمد و نعت میں طویل قصائد ہیں۔

آپ نے طویل عمر پا کر ۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ / ۲۷ مارچ ۱۷۵۹ء کو وفات پائی۔ قطعہ تاریخ و وفات یہ ہے

کرد رحلت چو شاہ عمض الدین
سال تاریخ او چو پر سیدم
بست و ہفتم رجب زدار فنا
گفت ہاتف کہ شد بامر خدا
۱۱۷۲ھ

نمونہ کلام؛

غریبم، عاجزم، مسکین شکستہ پابہ راہِ دل
کریمابس گہنہ گارم، گناہ بے عدد دارم
دوائے جزلقائے تو دریں دردم نمی بینم
شفیع مذہباں جز تو دریں عالم نمی بینم

☆

آبِ دریا از فرق تا پائے بوسِ عرش تو
از من مسکین اگرچہ صد گنہ آمد پدید
دائما در ناہا بادیدہ گریاں خوش است
از تو ستاری و غفور رحمت و غفراں خوش است

درد مندم خستہ ام ترساں و بس زار و نزار
بندہ مسکین گنہ گارے بتو دارد امید
دربت افضالت بفرق بے سرو ساں خوش است
بارش فیض عمیمت برگنہ گاراں خوش است

توبہ ام پذیر و جرم عفو کن از محض جود
اگرچہ عمرت گشت ضائع اے عضد باریہ ساز
اے کہ بودت بر خنی و بر تہی دستاں خوش است
مفساں رامایہ، دژ اشک برداماں خوش است

☆

اے ز خوبی زرخ تو شور و غوغا ہر طرف
چوں باغ آری قدم، بہر لب نازک سرشت
عاشقانت بے عدد پر سوز و سودا ہر طرف
جام کحل، صد لالہ بر کف کردہ بالا ہر طرف

تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۲۲ مولفہ محمود احمد عباسی

اے زعشقت در جہاں خلقے پریشاں ہر طرف در ہوائے مہر تو ہر ذرہ گرداں ہر طرف
 تاجرِ عشق ترا سودائے زلفت در خیال طے کند بے توشہ منزل در بیاباں ہر طرف
 ☆
 دو چشم زگس شہلا دو زلف سُنبلِ رعنا عذارِ ارغوانِ او بہارِ بوستاں دارد
 ☆
 زینت ہر دو جہاں از زرخِ جانا نم باد سایہ سرو قدش بر سرو سا مانم باد
 زان زمینے کہ براہِ قدمش نقشِ قد جامہٴ خاکِ رہش بر تنِ عریا نم باد
 ☆
 صابوے دل آویزِ زلف یار آمد دلِ خزاں زدہ را عشرتِ بہار آمد
 صبح در سرِ گوشم زغیب ہاتفِ گفت بہوش باش کہ خورشید روز گار آمد

÷÷÷÷÷

ساہ معز الدین میاں موج

حضرت شاہ معز الدین میاں موج ابن حضرت شاہ عضد الدین محمد
 عضدی جعفری متوکل امر وہی ساکن محلہ نوگڑہ۔ علوم شریعت و طریقت میں
 کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ سالک مجذوب تھے۔ آپ کے بہت سے خوارق و
 کرامات مشہور ہیں۔ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں؛
 ”طبیعت موزوں پائی تھی، بعض ہندی نظمیں آپ سے
 منسوب ہیں جو قوال گاتے ہیں۔“

آپ نے ۱۷ شوال ۱۲۱۲ھ / ۱۳ مارچ ۱۸۰۰ء کو امر وہہ میں وفات

تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۳۹ مولفہ محمود احمد عباسی

۱

پائی۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی نے عطاء اللہ غمیس راپوری شاگرد قدرت اللہ بلغ الدینی کے قلمی دیوان سے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات ”مقاصد العارفین“ کے مقدمہ میں صفحہ ۳۰ پر نقل کیا ہے:

معزالدین کہ عرش شاہ موج است زطاعت بود دائم شمع ایوانش
 قدم از تنگنا سے دھر بیروں نہادہ مغفرت ہا باد بر جانس
 سنین رحلتش ہاتف ادا کرد ربودہ جلد موج بحر عرفانش
 ۱۳۵۱۳

اولاد ذکور میں دو صاحبزادے شاہ مسیح الدین مجذوب سالک اور شاہ

بدرالدین عارف کامل اور عالم تھے۔

نمونہ کلام؛ بھجن

جگ درشن کا میلا ہے میاں جگ درشن کا میلا ہے نہیں رو بنا نہیں چیلے میاں جگ درشن کا میلا ہے
 کہیں باپ بنا نہیں بیٹا ہے نہیں داد صاحب کی دنیا ہے نہ جھگڑا ہے نہ جھمیلا ہے میاں جگ درشن کا میلا ہے
 بوندیں سب اوس دریا کی موج سے آمل جاویں گی

☆

سن یورے بیر کہا رو بیک میری ڈلیا سنوارو دیور جٹھ سب لینے کو آئے یاد کرے پیا پیارو

بیک میری ڈلیا سنوارو

رکا نلگن دوں کی اپنے موج سے ات گن مانو تمبارو جہاں بست مورے پیا کی نگر یہ وہیں جائے اوترو

بیک میری ڈلیا سنوارو

سب آپ کے فرزند شاہ بدرالدین پیدا ہوئے تو آپ زانا نہ مکاں میں

تشریف لے گئے اور انھیں گود میں لیکر جھلاتے رہے اور یہ بول پڑھتے رہے۔

نوٹ:- میاں موج کا یہ ہندی کلام حضرت تہاہ سلیمان احمد ہادوی چشتی سجادہ نشین حضرت شاہ

عبدالہادی امروہوی نے کھائی کھیزا ضلع بریلی کے ساکن احمد حسین صاحب سے حاصل کیا تھا۔

تم کون ہو میاں کہاں کے ہو جو ایسی نگری جھانکے ہو
ہندو ہو یا مسلمان ہو کون روپ میں رہتے ہو
جو آ کے ترنت روے ہو کیا لائے تھے جو کھو یا گیا
کس سوچ میں ہو کس فکر میں ہو کیوں دونوں نیناں ڈھانپے ہو
کون روپ میں گرو تمہارا ترچھے ہو یا بانکے ہو
جو اس نگری میں آئے ہو موج پیا کی سکھ دیکھو
پر ڈرتے رہو یاد رکھو کوئی ایسی کرنی مت کی جو
جو یہاں کے ہونہ وہاں کے ہو تم کون ہو میاں کہاں کے ہو

بہاری مل

بہاری مل اصلاً شاہ جہان آباد (دہلی) کے ساکن تھے۔ لیکن ایک عرصہ
امروہہ میں رہے، امر وہ کو وطن ثانی بنایا۔ یہ بات تحقیق نہ ہو سکی کہ امر وہہ میں
آپ کی جائے سکونت کس محلہ میں تھی اور کس تعلق سے آپ امر وہہ میں مقیم
ہوئے۔ بعض تذکروں میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ آپ کو فن شعر گئی میں قائم
چاند پوری صاحب ”مخزن نکات“ سے تلمذ تھا۔ ”کلیات قائم“ جلد اول
صفحہ ۶۷ مرتبہ اقتدار حسن (مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور) میں تحریر ہے کہ؛
بہاری مل نام، قوم کانتھ، متوطن شاہ جہان آباد از مدتے
در بلدہ امر وہہ اقامت گرفتہ۔ طبع رسا و فکر بجا دارد، از
شاگردان محمد قائم موصوف است“

ترجمہ :- بہاری مل نام، قوم کانسٹھ، شاہ جہان آباد کے ساکن (تھے)
ایک مدت سے شہر امر وہ میں قیام ہے۔ بلند طبیعت اور درست فکر رکھتے ہیں محمد
قائم (چاند پوری) کے شاگردوں میں ہیں۔

یہی عبارت تذکرہ ”طبقات الشعراء“ مولفہ قدرت اللہ شوق کے صفحہ
۳۳۷ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور میں درج ہے۔ ”طبقات الشعراء“ کی
عبارت ملاحظہ ہو؛

”پہاڑی مل (بہاری مل)، قوم کانسٹھ، مٹوٹن شاہ جہان
آباد از مدتے در بلدہ امر وہ وطن اقامت
گرفتہ (۱۲۵ اب) طبع رسا و فکر بجا دارد از شاگردان محمد
قائم موصوف است، یک رباعی مستزاد او بہم رسیدہ
ازوست“

ترجمہ :- بہاری مل قوم کانسٹھ، ساکن شاہ جہان آباد (دہلی) ایک مدت
سے امر وہ میں رہتے ہیں۔ بلند طبع اور اچھی فکر رکھتے ہیں۔ محمد قائم (قائم
چاند پوری) کے شاگردوں میں ہیں۔ (ان کی) ایک مستزاد رباعی ہمیں
دستیاب ہوئی۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں؛

آیا نظر اک طفلِ فرنگی گورا	سگین نگاہ
پلٹن سے مڑہ کی قلب دل کو توڑا	بے جرم و گناہ
میں نے کہا ظالم کہیں صاحب سے تو ڈر	اس پہرے میں
شرما کے لگا کہنے ہوں تھوڑا تھوڑا	ویل کیا پرواہ

مخزن نکات مولفہ قائم چاند پوری

۱

میر عبدالرسول نثار

میر عبدالرسول قادری نثار، اکبر آباد آگرہ کے خاندان سادات سے تھے۔ ان کے اجداد عہد فرخ سیر میں شاہی منصب دار تھے۔ عبدالرسول نثار بھی شاہی فوج میں ملازم تھے۔ شعر و شاعری کا ذوق بچپن سے تھا۔ میر تقی میر کے شاگرد تھے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ عمر کا آخری دور زہد و عبادت میں گزارا۔ دہلی کے قیام کے زمانے میں سید ابدال محمد بن سید منور ساکن محلہ لکڑہ سے تعلق کی بنا پر امر وہ تشریف لائے اور یہیں کے ہو گئے۔ قائم چاند پوری نے لکھا ہے کہ:

”دریں ایام سابقہ آشنائی سادات آنجا بطرف

امر وہ رفت“

سید ابدال محمد کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ انہوں نے موضع دہرہ ان کے مصارف کے لیے انہیں نذر کیا تھا۔ مصحفی امر وہی اپنے عہد جوانی میں اکثر ہفتہ دس دن میں ان سے ملاقات کرنے جاتے تھے۔ خود مصحفی لکھتے ہیں:

میر عبدالرسول از اکبر آباد در ابتدائے شاعری در

قصبہ امر وہ دیدہ بود اکثر بعد ہفتہ عشرہ ملاقات می شد

مخزن نکات مؤلفہ قائم چاند پوری

۱

و تذکرہ شعر بمیان آمد۔^۱

یعنی میر عبد الرسول نثار کو میں نے اپنی شاعری کے ابتدائی زمانے میں امر وہ میں دیکھا تھا۔ اکثر ہفتہ دس دن میں ان سے ملاقات ہوتی اور شاعری پر گفتگو بھی۔

میر عبد الرسول نثار کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں۔ سید ابدال محمد کی معمرہ مسجد واقع محلہ لکڑہ کے صحن میں آپ کا مزار ہے۔ ۹ / رمضان المبارک کو آپ کا عرس بھی ہوتا تھا۔ مجردانہ زندگی بسر کی کوئی اولاد نہیں تھی۔
نمونہ کلام:

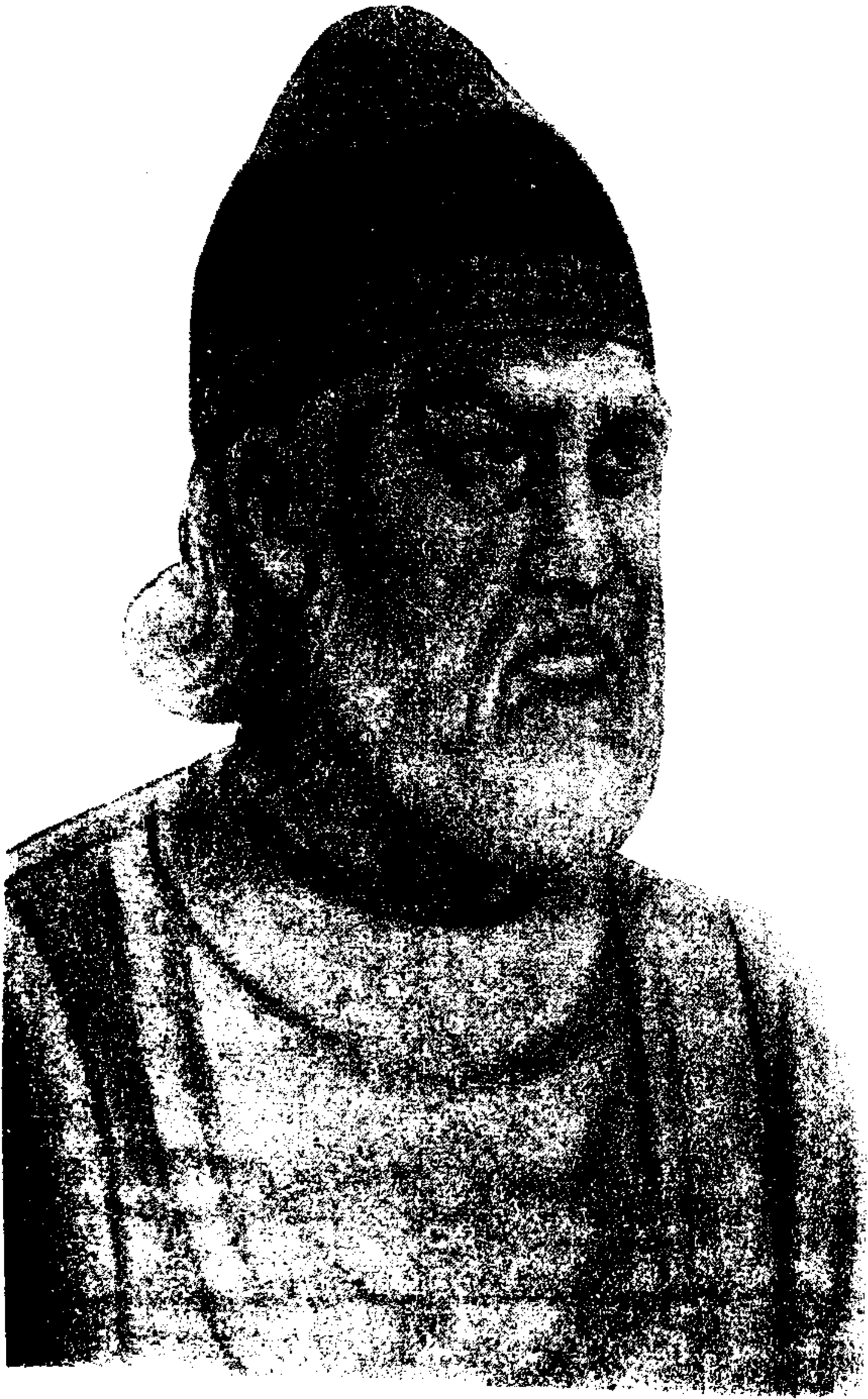
فلک دیکھ تو چمن کا کیسا ہے ڈھنگ تجھ بن منھ سے اڑا ہے گل کے گلشن میں رنگ تجھ بن
وہاں گل رکھے پھرے ہے دستار پر تو اپنے یاں عاشتوں کے سر پر پڑتے ہیں سنگ تجھ بن
ہر سمت صد تمنا تڑپے ہیں خاک و خوں میں ہے صحن خانہ میرا میدان جنگ تجھ بن

اکثر ہیں دلفگار و لیکن نہ اس قدر ہم بھی ہیں بے قرار و لیکن نہ اس قدر
سونپا ہے تو نے قتل میرا غیر کے تئیں ہوں تو گناہ گار و لیکن نہ اس قدر
گھر بار جان و مال میں اس پر لٹا دیا کرتے تو ہیں نثار و لیکن نہ اس قدر

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ہم یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلاویں گے ہم

۱ "تذکرہ ہندی" مؤلفہ غلام ہمدانی مصحفی امر وہی

۲ مندرجہ بالا تمام اشعار "تذکرہ الکرام" مؤلفہ محمود احمد عباسی سے ماخوذ ہیں۔



غلام ہمدانی مصحفی امرودی

ماہِ رُف کی جو مہربانی ہے یہ مدد ہم پہ آسانی ہے
 اس کا رخسار دیکھ جیتا ہوں عارضی میری زندگانی ہے
 اس کے تئیں ہماری نہ کچھ یاد ہی رہی اور اپنے تئیں نہ طاقت فریاد ہی رہی
 اس بلبلِ اسیر کو کیا گل سے راہ و رسم جو زیرِ دامِ منت صیاد ہی رہی
 چوں گرد و بار ساکن یکجا نہ ہو سکی اپنی ہرزہ زندگی برباد ہی رہی
 دنیا کو جائے عیش سن آئے تھے اے نثار
 سو اپنے جینے تک تو غم آباد ہی رہی !



غلام ہمدانی مصحفی امروہوی

استادِ الاستا تذہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی امروہوی ابن شیخ ولی محمد ساکن ملد
 کالی پگڑی، مصحفی کا سال ولادت بڑی تحقیق و جستجو کے بعد منظور احمد افر
 امروہوی نے ”مصحفی، حیات و کلام“ میں ۱۱۶۱ھ قرار دیا ہے۔

یہ تمام اشعار ”تذکرہ ہندی“ مؤلف غلام ہمدانی مصحفی امروہوی سے ماخوذ ہیں۔

مصحفی کے وطن ، سنہ ولادت اور تعلیم و تربیت کے بارے میں بڑے اختلافات ہیں۔ اس لئے ہم بخوف طوالت سب باتوں کو نظر انداز کر کے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مصحفی امر وہ کے ساکن تھے۔ یہیں انھوں نے اخذ علم کیا اور یہیں ان کی شاعری پروان چڑھنی۔

مصحفی عربی ، فارسی کے جید عالم اور تینوں زبانوں میں شعر کہنے کی قدرت کا مد رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک دیوان عربی زبان میں بھی تیار کیا تھا جو تلف ہو گیا۔ اردو کے آٹھ دیوان اور فارسی کے تین دیوان آج بھی ان کی یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ نثر نگاری میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ اردو فارسی شعراء کے حالات پر مشتمل انھوں نے تین تذکرے ”عقد ثریا“ ، ”تذکرہ ہندی گویاں“ اور ”ریاض الفصحا“ لکھے۔ ایک کتاب اپنے خاندانی حالات پر مشتمل موسوم بہ ”مجمع الفوائد“ فارسی میں لکھی۔ دوسرے کئی رسائل نثر ”ہفت تصویر“ ، ”خطبہ نشاط باغ“ ، ”رسالہ در فضیلت انسان و بعضے جانوران“ ، ”مکتوبات بہ طور ملا ظہوری“ ، ”خلاصۃ العروض“ اور ”مفید الشعراء“ وغیرہ آپ کی نثری تالیفات ہیں۔

مصحفی کے تلامذہ کی تعداد بھی کثیر تھی اردو فارسی کے کسی شاعر کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے جتنے مصحفی کے تھے۔ جناب منظور احمد افسر صدیقی نے ”تلامذہ مصحفی“ میں ان کے ایک سو تینتالیس شاگردوں کے حالات تحریر کئے ہیں ممکن ہیں کہ ان کے علاوہ بھی کچھ گننام شاگرد اور ہوں ،

مصحفی امر وہی نے ۱۲۴۰ء میں لکھنؤ میں انتقال کیا نمونہ کلام فارسی

دردا کہ دو چارم شدہ یار آفت جانے گل چہرہ بتے کم نگہے جانِ جانے

صاحب نظرے آئینہ ناز بدستے خود ہیں صنمے کافر زنار میانے

علی نظر نظر نقوی

علی نظر نظر ابن بھیکا (بھیکن) ساکن محلہ حقانی (از اولاد شاہ ولایت) علی نظر کی پیدائش ۱۱۳۰ھ میں ہوئی مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ۱۱۵۰ھ میں اپنے والد کے ساتھ دہلی گئے جہاں انھوں نے نظر کو فوج میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے ملازم کرادیا۔ بعد میں نواب صفدر جنگ کی سفارش پر احمد شاہ نے انھیں پانصدی ذات کے منصب سے نوازا۔ ڈاکٹر محمد سیادت نقوی لکھتے ہیں۔

”احمد شاہ نے صفدر جنگ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ۱۱۶۲ھ

میں علی نظر کے لئے پانصدی ذات کا فرمان جاری کر دیا۔“

نظر شاعری میں سعادت امر وہوی کے شاگرد تھے ان کے بعد دہلی دہلوی سے تلمذ حاصل کیا۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور صاحب دیوان شاعر تھے لیکن ان کے عہد اور بعد کے تذکرہ نویسوں نے ان کا کوئی خاص ذکر نہیں کیا۔ علی نظر نے کب وفات پائی یہ بھی تحقیق نہیں لیکن محمد سیادت نقوی صاحب کی تحقیق کے مطابق وہ ۱۲۴۰ھ تک بقید حیات تھے۔
نمونہ کلام :-

بے سبب نہیں ہے مری جان لگانا دل کا میں مقرر کیا تجھ دل سے ملانا دل کا
کیا خوش آیا ہے تجھے اے مرے جی کے دشمن خاک میں دیدہ و دانست ملانا دل کا
اسی حسرت میں مرا جاتا ہوں اے مایہ حسن ہائے کچھ درد و الم تو نے نہ جاننا دل کا

علی نظر حیات اور شاعری، صفحہ ۳۵ مولفہ ڈاکٹر محمد سیادت نقوی
مرزا محمد ولی دہلی دہلوی ثم مرشد آبادی آپ مرزا محمد رفیع سودا کے ہم عصر اور دہلی کے نامور شعراء میں سے تھے۔

مول میں وصل کی تیرے دو جہاں ٹھیرا کر
 دے چکا ہوں میں میاں پہلے بیانا دل کا
 ☆
 حال دل خواہ مخواہ مت پوچھو
 دل کا دل ہے تباہ مت پوچھو
 ☆
 اس طرح گھر سے وہ نکلتا ہے
 مہر جیوں صبح گاہ نکلے ہے
 ماہ رویوں میں ماہ رو میرا
 جیسے لشکر میں شاہ نکلے ہے
 دیکھ کر اس کی سرگیں آنکھیں
 اشک سُرخ اب سیاہ نکلے ہے
 ☆
 ہاتھ اس بے وفا و بدخو کے
 دیکھتی آنکھوں جی دیا نہ گیا

چند فارسی اشعار:-

در یک نگہت چہ کام کردی
 از رویت و زلف عنبرینست
 اے یار برائے صید دلہا
 چوں بوسہ گرفتہ از لبانت
 خوبان جہان گرد خوب اند
 آں روز فلک غلام شد
 باوے ہوں کلام داری
 کز شاہ مرا غلام کردی
 کہ صبح و گاہ شام کردی
 از گیسوئے خویش دام کردی
 خوش بر لبم انتقام کردی
 خوبی بخود اختتام کردی
 روزیکہ بما سلام کردی
 اے دل چہ خیال خام داری

+++++

غلام نبی نسیم

غلام نبی نسیم امر وہ کے مشہور و معروف ہنسی خاندان سے تھے۔ جو بڑے شوخ طبع اور ظریف تھے۔ فن شاعری میں سران الدین علی خاں آرزو سے تلمذ تھا۔ خاں آرزو لکھتے ہیں:

” بہر حال دقت طبع بسیار داشت و خیلے ظریف و شوخ
طبیعت، بسبب سودائے مراقی کہ دارد اور ادماغ سخن گفتن
نست۔“

خان آرزو نے آپ کے دو شعر اور ایک رباعی نقل کی ہے جو بطور نمونہ
کلام یہاں نقل کی جاتی ہے۔ رباعی

ہر مشک بوی تو بگلزار دَوَدُ ہر نالہ بشوق تو بکھسار دَوَدُ

سوی تو بیای مژہ چشم بنگاہ مانند عنکبوت بہر تار دَوَدُ

☆

پہلو تہی ز خویش نظامی کہ کردہ شیخ در پردہ چوں ہلال تمام از خودی پُراست

بر جائی خویش سفلہ بود صاحب آبرو تا ہست درد بان تو دندان بہ از دست

+++++

علیم اللہ صوفی

صوفی علیم اللہ صوفی ساکن محلہ کالی پگڑی، راقم الحروف کو آپ کے
بارے میں کچھ معلومات فراہم نہیں ہو سکیں البتہ حبیب احمد الحق کاظمی نے آپ
کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

” پڑھے لکھے اور جراحی و خوش نویسی میں یگانہ روزگار تھے

عرصہ تک بادشاہانِ دہلی کی قدر دانیوں کے بھروسے دہلی

میں مقیم رہے اور وہیں خاتانی ہند حضرت ذوق دہلوی مرحوم

مجمع النفائس صفحہ ۸۱ مولفہ سراج الدین علی خاں آرزو

۱

سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آخر زمانہ میں مروہ چلے آئے اور بہت بڑی عمر پا کر سہ میں فوت ہوئے۔ غزلیں رنگ قدیم کے موافق کہا کرتے تھے اور مناسبت لفظی کا اتنا ہی خیال رکھتے تھے جتنا قد مانے کیا ہے۔ کلام سے پختگی اور واقفیت فن کا پتہ چلتا ہے۔“

نمونہ کلام :-

ن کے مرنے کو وہ میرے دیر تک تو چپ رہے ☆ پھر جو بولے تو یہ بولے مر گیا اچھا ہوا
پان کھایا تھا صنم نے سرخروئی کے لئے ☆ رشک سے لعل یمن کا رنگ کیوں پھیکا ہوا

عارف علی عارف

عارف علی عارف ابن غلام رسول سید ساکن محلہ صدوح (از اولاد

۱۔ ماہ نامہ شاعر مروہ جولائی ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۰

۲۔ یہ محلہ شیخ المشائخ حضرت شیخ صدرالدین محمد یعقوب خلف اصغر حضرت شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر فاروقی عالیہ الرحمہ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ جن کا مزار مبارک محلہ شیخ زادگان المعروف بہ جھنڈا شہید پر واقع ہے۔ شیخ صدرالدین محمد یعقوب مروہ آنے والے سب سے پہلے بزرگ ہیں اور حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کے صاحب زادے ہونے کے سبب مروہ کے تمام مشائخ صوفیاء کرام پر فضیلت رکھتے ہیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے ”حضرت شیخ صدرالدین محمد یعقوب جہنڈہ شہید“ مقالہ پروفیسر ثار احمد فاروقی۔ رضا لائبریری رام پور جرنل ۵، ۴

حضرت شاہ ولایت (علوم متداولہ کی تحصیل مولوی امام الدین نخشیؒ سے کی۔
عربی فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ذی استعداد عالم اور اچھے خطیب
تھے۔ صاحب نخبۃ التواریخ مولانا آل حسن نخشیؒ نے لکھا ہے کہ؛

” ملا مستعد خوش طبع بود در مناظرہ مذہبی کہ با کابر شیعیان

میداشت ثانی نمی داشت“ (نخبۃ التواریخ صفحہ ۴۹)

حبیب احمد اُفق کاظمی لکھتے ہیں؛

” علم عربی و فارسی کے ماہر، سلیم الطبع اور خوش خلق بزرگ

تھے..... حنفی المذہب تھے اور مناظرہ مذہبی میں عدیم

المثال تھے۔ اکثر اکابر مذہب شیعہ سے مقابل رہتے

تھے۔“

شاعری میں غلام ہمدانی مصحفیؒ کے شاگرد تھے۔ فن شعر گوئی اور عروض و
قافیہ میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آخر عمر میں شعر گوئی چھوڑ کر پند و نصیحت کا
راستہ اختیار کیا اور مروہ سے ترک سکونت کر کے مراد آباد جا بسے تھے۔ منظور
احمد افسر صدیقی ”تلاذہ مصحفی“ میں لکھتے ہیں کہ؛

” آخر عمر میں شعر و شاعری سے طبیعت ہٹ گئی تھی اور وعظ و

نصیحت سے خلق اللہ کی ہدایت میں منہمک ہو گئے تھے اور

مروہ کی سکونت بھی چھوڑ دی تھی اور مراد آباد چلے گئے تھے۔

عارف علی عارف مروہ کے ان خوش نصیب شعراء میں سے ہیں کہ ان

کے بعد لکھے گئے تمام تذکروں میں ان کا ذکر ملتا ہے مثلاً ”ریاض

الفصی“ (مصحفی)، ”مجموعہ نغز اول“، ”عمدہ منتخبہ“، ”طبقات الشعراء“

کریم الدین) ، ”نخن شعراء“ اور ”نخبۃ التواریخ“ (مولانا آل حسن نخبی
امروہوی کا وغیرہ۔

۱۲۴ھ میں وفات پائی۔ منشی انوار حسین تسلیم سہوانی نے حسب ذیل
قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

مرد چوں عارف علی استاد عذب البیان ☆ گفت ہا تف فکر تاریخ غم ورنج و الم
از بکاہ آہ و گریہ دیگر از حیف و ملال ☆ گیرہ الفاظ و در الفاظ فارس کن رقم
اولاد میں ایک صاحبزادے نیاز علی نیاز تھے۔ جن کا ذکر علاحدہ تذکرہ
بذ میں شامل ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

جن کو ہم دل سے آشنا سمجھے وہ ہمیں آپ سے جدا سمجھے
میرے جاتے ہی ہو گیا در بند بد نصیبی تجھے خدا سمجھے
کوئی کیا جانے خار کی لذت اس مزے کو برہنہ پا سمجھے
کیا دوا ہوگی درد کی اس کے درد الفت کو جو دوا سمجھے
کوئی پوچھے کہ میر عارف تم آپ کو اپنے جی کیا سمجھے

آہ میں کس کا آستاں بھولا یوں جو اک دم میں جہاں بھولا
بے خبریاں تلک کہ یاد نہیں آپ کو میں کہاں کہاں بھولا
یوں مٹا ڈالا اس نے تربت کو فاتحہ خواں مرا نشاں بھولا

بت پرستی چھوڑ کر خوفِ خدا میں پڑ گئے ہم مصیبت سے چھٹے تھے پھر بلا میں پڑ گئے
مخلصی دل کی نہ ٹھہری ناخن شانہ سے بھی اور نئی عقدے وہاں زلف رسا میں پڑ گئے
ہے شمع یہ عالم مری شوریدہ سری کا پروانہ سبق سیکھے ہے بے بال و پری کا
دے خضر کو وہ زہر کہ پھر مانگے نہ پانی اک دم میں تصور تری پوشاک ہری کا

رات ساری مجھے دونوں کی تسلی میں کئی ہاتھ دل پر سے اٹھایا تو جگر پر رکھا
 وہیں پھر آن کر تلوار بیٹھی ☆ جہاں چاک گریباں پر رنو تھا
 رنگی یاں بھی آب کی سی ہے ☆ واں جو آمد شباب کی سی ہے
 نقش بر آب ہے نہ پھول اس پر ☆ زندگانی سراب کی سی ہے
 طرز قاصد سے ہو گیا معلوم ☆ کچھ علامت جواب کی سی ہے
 آتش غم سے جل گیا شاید ☆ دل میں کچھ بو شراب کی سی ہے
 میر عارف کی ان دنوں پھر کچھ ☆ شکل خانہ خراب کی سی ہے
 عقدے میں دونوں مشکل کیسی گرہ کشائی ☆ بچکی مرے گلے میں لکنت ترے سخن میں
 ہاتھ سے مفت گیا دل جس کا ایک مدت میں نگہبان رہا ☆

÷÷÷÷÷

میراں حاتم علی چشتی

میراں حاتم علی چشتی ابن قربان علی کا آبائی وطن ہزارہ صوبہ سرحد تھا۔
 بیس اکیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے دہلی آئے اور مولانا فخر الدین
 محمد نظامی سے پانچ سال تک حدیث و تفسیر و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے
 بعد وطن گئے اور درس تدریس میں مشغول ہوئے کچھ عرصہ بعد پاپادہ (پیدل)
 مکہ معظمہ حج کی غرض سے تشریف لے گئے اور عرصہ تک وہاں مقیم رہ کر وطن

لوہٹے۔ مدت تک درس و تدریس اور اصلاح عوام میں مشغول رہے۔ بعد میں مرشد کامل کی تلاش میں نکلے اور مختلف مقامات کی سیر کے بعد امروہہ تشریف لائے اور حضرت شاہ عبدالباری صدیقیؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اگرچہ آپ پہلے مولانا فخرالدین محمد نظامی کے مرید و مجازِ طریقت تھے۔ حضرت شاہ دوست محمدؒ نے بھی آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا۔ مرشد کی وفات کے بعد امروہہ کو ہی وطنِ ثانی قرار دیا اور بعد وفات ۲۹/۱۲۳ھ ۱۲۰ بنوری ۱۸۲۰ء پیر و مرشد کے پائین مزار دفن ہوئے۔ مرشد کی تلاش میں جو مختلف مقامات کی سیر کی اس سے متعلق چند شعر کہے جو حسب ذیل ہیں؛

پھرا میں بہت جا بجا ہند میں اڑیسہ و بنگال اور سند میں
دکن اور مدراس، ملک میواڑ اودھ گونڈوانہ کماپوں پہاڑ
غرض جا بجا میں نے کی گشت و سیر نہ پایا کہیں ایسا ماوائے خیر
نہ دیکھا کوئی ایسا پنجاب میں نہ ملک بلوچاں نہ دو آب میں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

علی احسن خاں احسن

علی احسن خاں احسن ابن امان علی خاں ابن محمد اعظم معروف بہ علی اعظم خاں ساکن محلہ گذری، پیدائش تقریباً ۱۲۲۹ھ اردو و فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ علم معقول و منقول، طب، موسیقی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ مولوی اصف حسین کی روایت کے مطابق؛

”علم معقول میں دستگاہ معقول تھی۔ فطانت اور متانت ان

کی سب کے نزدیک مقبول تھی، علم طب بھی پڑھے ہوئے تھے
مگر مطب نہ کرتے تھے۔ موسیقی بھی خوب سمجھتے تھے۔ شعر
فارسی وارد و اچھا کہتے تھے۔ احسن تخلص تھا^۱۔

شاعری میں باقاعدہ کسی سے اصلاح نہیں لی، ایک قصیدہ ذکی
مراد آبادی کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا تھا۔ انھوں نے قصیدہ پر ھ کر
یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ:

” سبحان اللہ آپ بے مثل شاعر ہیں اور آپ کی طبیعت
موزوں خود استاد ہے“^۲

آپ نے ہجر ۳۵ رسال ۱۲۶۴ھ، ۱۸۴۸ء میں وفات پائی۔ خلیفہ الہی
بخش صدیقی نے ”رنج اعظم“ سے تاریخ وفات نکالی۔ اولاد میں ایک فرزند علی
اسلم خاں نے عہد طفولیت ہی میں انتقال کیا۔ اب ان کی اولاد میں کوئی نہیں
ہے۔ ”شاعر مروہ“ (جولائی ۱۹۲۸ء) میں آپ کا فارسی کلام درج ہے
نموناً چند شعر ملاحظہ ہوں:

جز خونِ مابہ ساغرِ جاناں شرابِ نیست	در بزمِ او بغیرِ دلِ ما کبابِ نیست
ویراں شد است عالیٰ از سیلِ گریہ ام	در حیرتم کہ خانہٴ غم چوں خرابِ نیست
ہر چند جو رِ پیشہ کنی من وفا کنم	شاید کہ رفتہ رفتہ ترا آشنا کنم
ہر ہرزہ گرد محرمِ اسرارِ عشقِ نیست	کے شکوہ ہائے زلف ترا با صبا کنم

۱ تاریخ اصغری صفحہ ۱۵۱ مولفہ مولوی اصغر حسین نقوی

۲ ”شاعر مروہ“ جولائی ۱۹۲۸ء صفحہ ۸

بیابہ میکدہ اعجازِ مے تماشاکن بہ شکر بادہ پرستی سجود مینا کن
 کشاد کار بہر موبیت از ازل داند نما اشارہ ابرو و فتح دلہا کن
 کسے بہ درد دل احسن نمی رسد امروز دوائے دل ز مسیح الزماں تمنا کن
 بسینہ سوختہ ام، داغ آن قدر احسن کہ داغ لالہ کجا در شمار می آید

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

شاہ محمد امین غازی رضوی

شاہ محمد امین غازی ابن شاہ غلام فرید ساکن محلہ پیر زادہ امروہہ
 (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت ۱۱۹۵ھ، فارسی اور عربی
 درسیات میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ اسلامی حمیت و غیرت بہت زیادہ تھی۔
 صاحب سیف و قلم تھے۔ آپ کو انگریز حکومت سے نفرت تھی اور ہندوستان کو
 آزاد کرانے کی خواہش دل میں موجزن رہتی تھی۔ عوام کی اخلاقی پستی کا ذمہ
 دار حاکمان وقت کی بیدینی کو سمجھتے تھے۔ اسی لئے حضرت مولانا سید احمد شہید اور
 مولانا محمد اسماعیل شہید فاروقی کے لشکر میں شریک ہو کر جنگ میں شریک
 ہوئے۔ مولانا سید احمد شہید رائے بریلوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید
 فاروقی نیز دیگر مجاہدین کے کارناموں کا تذکرہ منظوم فارسی زبان میں
 ”فیروزی نامہ“ کے نام سے تحریر کیا جس کا قلمی نسخہ راقم الحروف نے
 پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی مرحوم کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔ اس کے
 مطالعہ سے آپ کی قادر الکلامی اور شاعرانہ فن کاری کے ساتھ ساتھ تمیت

اسلامی اور قومی جذبات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ ایک عابد و زاہد بزرگ تھے۔ آخر عمر میں میر بھاون کی مسجد (واقف محلہ پیر زادہ) میں عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ صاحب ”نخبۃ التواریخ“ مولانا آل حسن نخشی لکھتے ہیں؛

”پیر محمد امین رضائے خود را تابع رضائے خدا کردہ بودہ و

متوکل و راسخ العمل بودہ در فارسی استعداد کامل داشت“

آپ نے ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔ عبدالوہید صاحب وحید رضوی نے حسب ذیل تاریخ وفات کہی؛

ہیہات از جہاں شد عالی ہم بخت۔ ☆ شاہ امین محمد رضوی کہ بود غازی

ہاتف بگفت با من چوں دید مرقد او ☆ آرامگہ غازی، بنویس سال ہجری

۱۲۸۵ھ

اولاد ذکور میں اکلوتے فرزند مولوی روح الامین ہوئے۔ جن کے لائق فرزند مولانا احمد امین تھے جن کی اولاد پاکستان میں آباد ہے۔

نمونہ کلام :-

شنا ہا ہمہ قاذر پاک را بسرائج لولاک نہ خاک را

خداوند خشک و خداوند تر خداوند بحر و خداوند بر

بنام خدا احسن الخالقین کہ او آفریں است روح الامین

چنان خواہم از پاک پروردگار کہ روح الامین را کنی بختیار

بہ علم و عمل بہرہ مندی دہی زتاریج ادب سر بلندی دہی

مجاہد چنانش گن اندر غزا کزو تارسد بر نصاریٰ سزا

بنا روئے اسلامیاں زور دہ کہ شد از سگان شہر ہاکوردہ
 زبد دہنی حاکمان زمن نشان حیا نیست در مردوزن
 زبد دہنی حاکمان زمن حیا روئے پوشید و رفت از جہاں
 بہ جاں آمدیم از تعدی شاں بے الاماں المدد الاماں

یعقوب علی معجز نقوی

یعقوب علی معجز ابن سعادت اللہ ساکن محلہ گذری (از اولاد حضرت شاہ ولایت) آپ کی صحیح تاریخ ولادت کا علم نہیں۔ آپ امروہہ کے معروف شعراء میں سے تھے۔ مہدی حسن ذکی مراد آبادی سے اس فن میں تلمذ تھا اور ذکی مراد آبادی نے انھیں اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ صاحب تاریخ ”واسطیہ“ مولوی عبدالرحیم برتر کا بیان ہے کہ:

”ذکی صاحب نے ایک اجازت نامہ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ اپنی مہر ملک الشعرائی ثبت کر کے آپ کو دیا تھا اور تمام شاگردوں میں لائق و فائق گردان کر اپنی حیات میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔“ (تاریخ واسطیہ)

مولوی اصغر حسین نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”یعقوب علی لا ولد، معجز تخلص مشہور شاعر تھے۔ کئی دیوان بڑے بڑے اور ایک کتاب نثر موسوم بہ ”افسانہ دل کشا“ ایک کتاب نثر موسوم بہ ”چار چمن عشق“، ایک مثنوی اور بہت مرثیے ان کی تصنیفات سے ہیں اور بہت تصانیف گم

ہو گئیں۔“

یعقوب علی معجز نے ۱۲۹۰ھ میں لا ولد انتقال کیا اور افسوس اب ان کی کوئی تصنیف محفوظ نہیں۔ کلام بھی زیادہ نہیں ملتا۔ نمونہ کلام کے لئے چند متفرق اشعار پیش خدمت ہیں :

مجرئی ہو درشہ تک جو رسائی میری	شرف سلطنت جم ہو گدائی میری
پکڑی اس ہاتھ سے تھی آپکے گھوڑے کی لگام	کاٹنے تیغ عدالت سے کلائی میری
بولے سجاد کہ سب خورد و کلاں مارے گئے	سخت جاں ہوں اجل افسوس نہ آئی میری
تم مرے قتل کے درپے ہو میں کرتا ہوں دعا	کج ادائی یہ تمہاری یہ بھلائی میری
بس تمنا ہے یہی دل کی مرے اے معجز	یعنی شبیر کے در تک ہو رسائی میری۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی رمضان علی ناطق

مولوی رمضان علی ناطق ابن مولوی بشارت علی ساکن محلہ قاضی زادہ (از اولاد حضرت شاہ ولایت) مولوی رمضان علی ایک ذی استعداد عالم اور فن عروض و قوافی کے استاد تھے۔ درس و تدریس سے شغول تھا۔ شاعری میں غلام ہمدانی مصحفی امر وہی سے تلمذ تھا۔ جناب افرصدیقی مرحوم تلامذہ مصحفی میں

۱۔ تاریخ اصغری صفحہ ۱۵۶ مولفہ اصغر حسین

۲۔ مندرجہ بالا اشعار حضرت حسین ابن حضرت علیؑ تو اسے رسول ﷺ کی شان میں ہیں جو

ماہ نامہ ”شاعر امر وہ“ اگست ۱۹۲۸ء سے ماخوذ ہیں

لکھتے ہیں؛

”مولوی ناطق..... عربی و فارسی کے جید عالم اور علم عروض و قوانی کے لاٹانی استاد تھے۔ ایک سرکاری اسکول میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ شہر میں ان کے علم و فضل کی شہرت تھی۔ سینکڑوں طلبہ علم ان کے مائدہ فیض کی زلہ کشی سے مستفید ہوئے“ ۱۔

مولوی رمضان علی ناطق نے ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کے صاحبزادے مولوی علی اعظم اعظم نے قطعات تاریخ و فات لکھے۔ جن میں ایک یہاں نقل ہے۔

کردچوں مولوی رمضان علی زیں جارحلت
زاہد و متقی و عابد بے رو و ریا
شاعر و نکتہ رس و عالم و عامل ہم بود
فیض بخش طلبہ، خلق مجسم سید
خوش برآمد دم افکار ز نامش اعظم

فا دخل الباب بفرمود مقیم جنت
بود انسان ولے داشت فرشتہ سیرت
ہر یکے وصف چو گفتم ہمہ دارد شہرت
ماندش بر لحد پاک نزول رحمت
یعنی ”از مولوی رمضان علی“ سال رحلت ۱۲۹۳ھ

نمونہ کلام :-

وہ پھول سا رخسار دکھایا نہ کسو نے
اس مطلع انوار نے جلاببِ خفا میں
جو کچھ کہ دیئے رنج جدائی نے صنم کی
یہ غنچہ دل اپنا کھلایا نہ کسو نے
جلوہ وہ دکھایا کہ دکھایا نہ کسو نے
اتنا دل مغطر کو ستایا نہ کسو نے

۱۔ تلامذہ مصحفی صفحہ ۳۲۷ مولفہ منظور احمد افسر صدیقی مطبوعہ ۱۹۷۹ء، کراچی

۲۔ تلامذہ مصحفی صفحہ ۳۲۸ مولفہ منظور احمد افسر صدیقی مطبوعہ ۱۹۷۹ء، کراچی

گل کھائے وہ ہم نے کہ بدوں رشک چمن کے اس طرح کا گلزار کھلایا نہ کس نے
گو شمس و قمر دونوں ہیں روشن کن عالم پُر نور رُخ یار سا پایا نہ کس نے
میں ہجر میں ہیہات ہوا گور کنارے پر اس کو مرا حال سنایا نہ کس نے
اے غیرت گل آتش فرقت سے خدارا اتنا نہ جلا مجھکو جلا یا نہ کس نے
وہ طالع بیدار سرہانے مرے آیا کیوں خواب سے غفلت کی جگایا نہ کس نے
بخت اپنے کا اب کس سے گلا کیچئے ناطق
مجھ خستہ پہ کچھ رحم بھی کھایا نہ کس نے!

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

نیاز علی نیاز امر وہی

نیاز علی نیاز میر عارف علی عارف تلمیذ شیخ غلام ہمدانی مصحفی امر وہی
کے فرزند تھے۔ محلہ صدو میں آبائی مکان تھا۔ عربی فارسی کی استعداد معقول
رکھتے تھے۔ صاحب نخبۃ التواریخ مولانا آل حسن نخشی نے لکھا ہے:
”نیاز علی در فارسی دستے تمام می داشت“

عربی فارسی درسیات اور شاعری میں اپنے والد ہی کے شاگرد تھے۔
مولوی حبیب احمد اُتق کاظمی لکھتے ہیں:

”زبان فارسی میں جید استاد مانے جاتے تھے، سیکڑوں

شاگرد کیے بن میں سے دو چار اس وقت (۱۹۲۸ء

۱ یہ غزل ”شاعر امر وہی“ جولائی ۱۹۲۸ء سے نقل ہے۔

تک) موجود ہیں۔ مستعد، خوش وضع اور نیک طینت
تھے۔^۱

آپ نے ۱۲۹۷ھ، ۱۸۷۴ء میں وفات پائی۔ دستیاب کلام حسب ذیل

ہے۔

آہ پر درد سے کر دیکھ حذراے صیاد
وار اک خنجر ابرو کا فقط کافی ہے
مانگتا ہے یہ دعا حق سے شب و روز نیاز
خاطر بلبل ناشاد پہ بیداد نہ کر
قتل ناحق مجھے تلوار سے جلا د نہ کر
بزم جاناں سے الہی مجھے آزاد نہ کر

☆

ہے پریشاں جو دل مرا شاید
آوے وہ شوخ اے نیاز جو یاں
بال اس نے سنوارے آج کی شب
دور ہوں رنج سارے آج کی شب

☆

کچھ رنج ہے کیا دل میں تمہارے کئی دن سے
صادر ہوئی کیا ایسی خطا جس کے سبب سے
دل میں ہے تصور ترے دانتوں کا یہاں -
کہینے تو نیاز آپ کسی پر ہوئے عاشق
صورت نہ دکھائی جو سدھارے کئی دن سے
تم مجھ سے دل آزر رہ ہو پیارے کئی دن سے
ہر شب میں گنا کرتا ہوں تارے کئی دن سے
قابو میں نہیں دل جو تمہارے کئی دن سے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

۱ ماہنامہ "شاعر امر وہ" ماہ اگست ۱۹۲۸ء

۲ نیاز کے یہ تمام اشعار ماہنامہ "شاعر امر وہ" اگست ۱۹۲۸ء سے ماخوذ ہیں۔

نذر الحسن طپش نقوی

نذر الحسن طپش ابن ناصر علی ساکن محلہ گذری (از اولاد حضرت شاہ ولایت) تقریباً ۱۲۴۲ھ میں ولادت ہوئی۔ امر وہ کے ذی علم اور ممتاز شعراء میں سے تھے۔ اردو عربی فارسی زبانوں کے ساتھ علم عروض و قوافی کے عالم تھے۔ صاحب تاریخ اصغری لکھتے ہیں؛

”نذر الحسن زبان اردو و فارسی کے شاعر نمودار بڑے نثار خوش گفتار ہیں۔ تخلص ان کا طپش ہے۔ ایک انشاء گلزار فیض اور زینجائے نثر موسوم بہ اخبار عشق زبان فارسی میں اور ایک رسالہ ریاض دانش و خلاق میں اور رسالہ تعلیم النساء اور قلم فصاحت بزبان اردو علاوہ دیوان کے ان کی تصنیفات سے ہیں“۔

شاعری میں عشق لکھنوی کے شاگرد تھے۔ حبیب احمد افق لکھتے ہیں؛

”آٹھ سال متواتر محض فن شاعری کی باریکیوں اور لطافتوں سے ماہر ہونے کی غرض سے استاد کی خدمت میں لکھنؤ مقیم رہے۔“

۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

۱ تاریخ اصغری صفحہ ۱۵۸ مولفہ مولوی اصغر حسین

۲ ”شاعر امر وہ“ ماہ جنوری ۱۹۲۹ء

نمونہ کلام :-

اے گل خط خشبو ترے رخ پر نکل آیا
 قطرے نہیں پھوٹے ترے چہرے پر اے گل
 اس نے لب شیریں سے نکالا سخن سخت
 چہرے پہ خال، خال میں گیسو ہیں لالہ رو
 بسکل ہزاروں اس بت ابرو کمال کے ہیں
 خط میں نہاں ہیں خال مرے گل عذار کا
 بے فائدہ ہے قصر کی تعمیر منعمو
 راحت ہے جس کو رنج بھی ہوگا اُسے ضرور
 محکو طپش جو خاک نشینی پسند ہے
 حیرت ہے کہ آئینہ سے عنبر نکل آیا
 تازہ یہ رخ حسن کو زیور نکل آیا
 ہے طرفہ مزا قند سے پتھر نکل آیا
 گلشن میں دام، دام میں ڈالا ہے دانہ کیا
 تیر نگاہ کا ہے طپش تو نشانہ کیا
 گم ہو گیا ہے سبزہ میں ناقہ تار کا
 پیک قضا کو خوف نہیں ہے حصار کا
 لازم ہے بعد شرب کے ہونا خمار کا
 ملبوس اس لئے ہے بدن پر غبار کا
 نہال خشک پر تازہ چمن آماد ہوتا ہے
 تماشا ہے کہ سانپوں سے یکن آباد ہوتا ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

صدر علی ہاشمی

صدر علی ہاشمی ابن حیدر علی ساکن محلہ قاضی زادہ، صاحب دیوان شاعر
 تھے۔ ریاست بھوپال میں ملازم تھے۔ جہاں نظامت وغیرہ کے عہدوں پر فائز
 رہے۔ صاحب "تاریخ اصغری" نے لکھا ہے کہ:

”سید صفدر علی ولد سید حیدر علی شاعر ہاشمی تخلص صاحب دیوان بہ مقام جے پور وغیرہ نمک کی پرٹ میں اسٹینٹ پاترول رہے اور اب تخفیف میں آکر برخواست ہو گئے اور پینشن پاتے ہیں۔“ ۱۔

صاحب تذکرہ ”آثار الشعراء“ نے لکھا ہے کہ:

”بھوپال میں آکر اول نائب ناظم ضلع شمال ہوئے پھر عہدہ مجسٹریٹی ریلوے پر مامور ہو کر چند عرصہ کے بعد پھر نیابت نظامت ضلع مغرب پر تبدیل ہوئے۔“ ۲۔

شعر گوئی میں شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۹ رصفر

۱۳۰۱ھ میں وفات پائی۔ آثار الشعراء کا بیان ہے کہ:

”۱۳۰۱ھ ہجری میں انتقال ہوا، احباب کو بدرجہا ملال ہوا“ ۳۔

اولاد ذکور میں دو صاحبزادے سبط نبی اور سبط احمد تھے۔ سبط احمد وکیل

تھے ان کے ایک لڑکے سبط صفدر تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ سبط حیدر

سبط اختر، سبط اصغر ہیں۔

نمونہ کلام :-

نہیں کمر میں ہے شک اس کے ایک مؤباتی مگر دہن میں ہے البتہ گفتگو باقی
مرے گناہ تو مجکو ڈبو چکے تھے سب رکھی ہے اشکِ ندامت نے آبرو باقی

۱۔ تاریخ اصغری صفحہ ۱۳۴ مولفہ مولوی اصغر حسین

۲۔ آثار الشعراء مولفہ حافظ ممتاز علی صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۱۳۰۴ھ

۳۔ ایضاً

حرم میں دیر میں دونوں جگہ نہیں پایا
جو مجھ سے پوچھیں گے منکر نکیر کہد وزگا
صریح ظلم نہ کر محتسب خدا سے ڈر
خدا کے نام کئے میں نے خم کے خم خیرات
ہزاووں حسرتیں کرتی ہیں روز دل کوخوں
وہ بدزباں ہے وہاں آپ سے ہوئی ہے تو

مگر ہے دل میں ابھی اُس کی جستجو باقی
خدا کا بندہ ہوں بس اور روبرو باقی
ہمیشہ میں نہ رہونگا یہاں نہ تو باقی
نہ چھین مجھ سے رہا ہے یہی سُبُو باقی
جو ایک ہو تو کہوں ہے یہ آرزو باقی
اب ہاشمی اُسے کہنا رہا ہے تو باقی

.....

بیٹائی دل کا کہیں چرچا نہیں کرتے
اس حسن دوروزہ پہ تمہیں اتنا تکبر
دل دے کے نہ کیوں خاک ترے کوچے کی چھانیں
اس رُخ کے تصور میں ہے رونا مجھے لازم
ایماں بھی دیا، دل بھی دیا، جان بھی کھوئی

ہم پردہ نشیں کو کبھی رسوا نہیں کرتے
ہم عشق کی دولت پہ بھی غزا نہیں کرتے
کیا اپنے گئے مال کو ڈھونڈا نہیں کرتے
خورشید کو بے پانی کے دیکھا نہیں کرتے
یوں ہاشمی دولت کو لٹایا نہیں کرتے

.....

آل محمد اقدس نقوی

آل محمد اقدس نقوی ابن مولوی اصغر حسین ساکن محلہ گذری (از اولاد
حضرت شاہ ولایت) عربی فارسی زبانوں میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ فن
طب بھی پڑھا تھا۔ آپ کے والد مولوی اصغر حسین لکھتے ہیں؛
”سید آل محمد بڑا بیٹا مؤلف کا فارسی اور عربی اور کسی

گلدستہ شعراء، جلد اول صفحہ ۳:

۱

قد رطب اور فقہ بھی پڑھا ہے۔ نظم و نثر سے بھی طبیعت کو
مناسبت ہے۔ ایک رسالہ ”اصل الاصول“ بہ زبان
عربی اور دوسرا رسالہ ”معارف فقہ“ بہ عبارت فارسی
اس کی تالیفات سے ہے۔

کلام میں مذہبی رنگ غالب تھا۔ نعت اور مرثیہ کے شاعر تھے۔ ڈاکٹر عظیم
حیدر نقوی صاحب نے ”مرثیہ نگاران امروہہ“ میں ان کی تاریخ و وفات
۱۳۵۳ھ لکھی ہے۔ اولاد ذکور میں تین صاحبزادے آل یسین، آل عمران
آل ہاشم تھے۔ جن کی اولاد پاکستان میں آباد ہے۔
نمونہ کلام :-

ساتی مجھے شرابِ طہورہ کا جام دے تلچھٹ نہ جس میں ہو وہ مئے سرخ قام دے
کاسے پہ کاسے صبح سے تا وقت شام دے وہ مے پلا کہ جو مجھے فرحت مدام دے
عاشق ہوں میں جنابِ رسولِ انام کا
دے بھر کے جامِ ساقی کوثر کے نام کا
سرورِ کائنات حضورِ اکرم ﷺ کی پیدائش سے متعلق لکھتے ہیں :

ہر جا ہے رحمتِ غفار کا نزول سرورِ مومنین ہیں کفار ہیں ملول
ہوں گی دعائیں آج ہر شخص کی قبول ہے آج روزِ عشرت و پیدائشِ رسول
صف بستہ ہیں ملائکہ تعظیم کے لئے
ہر نخل ہے جھکا ہوا تسلیم کے لئے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷

پنڈت جگل کشور

پنڈت جگل کشور ساکن محلہ منڈی چوب متصل بڑا بازار، ایک اچھے اور مشہور طبیب تھے۔ شعر گوئی سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ صاحب تاریخ اصغری لکھتے ہیں۔

”بعض برہمن قنوجی بھی اسی حصہ میں (منڈی چوب) ہیں۔ جن میں..... جو گل کشور نامور طبیب تھے۔ شعر ایسا کہتے تھے کہ بظاہر موزوں اور فصیح ہوتا تھا۔ مگر مطلب خبط۔ ایک شعر ان کا بطور نمونہ لکھا جاتا ہے۔

اس کے غم میں مجھ کو اک رونا بہانا ہو گیا
اشک جو آنکھوں سے نکلا پنبہ دانہ ہو گیا

یہ مصرعہ بھی انھیں کا ہے

ناقوس بن کے اڑ گئی کوہِ قضا کی آنکھ

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید مزاح میں شعر کہتے ہوں گے۔ مگر

افسوس ان تین مصرعوں کے علاوہ آپ کا کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ محمود احمد عباسی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جگل کشور ساکن محلہ منڈی چوب ایامِ غدر ۱۸۵۷ء سے

پہلے نامور طبیب تھے۔ شعر و سخن سے بھی ذوق تھا۔“ ۲

۱ تاریخ اصغری مولفہ مولوی اصغر حسین نقوی صفحہ ۶۴

۲ تاریخ امرودہ صفحہ ۱۵۶ مولفہ محمود احمد عباسی

خلیفہ الہی بخش صدیقی

خلیفہ الہی بخش صدیقی ابن خلیفہ عبد اللہ ساکن محلہ کٹکوئی، اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی۔ فارسی ادبیات میں مہارت تمامہ رکھتے تھے۔ فارسی کے علاوہ علوم عربیہ اور دیگر فنون مثلاً جفر، رمل، اور نجوم بھی جانتے تھے۔ خط نسق و نستعلیق بھی اچھا لکھتے تھے۔ تاریخ اصغری کا بیان ہے کہ؛

”فارسی کے پڑھانے اور تاریخ گوئی اور سخن سنجی اور معما فہمی میں خوب دخل رکھتے ہیں۔“^۱

طبیعت موزوں پائی تھی اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ محمود احمد عباسی کی روایت کے مطابق ”تاریخ اور چستان گوئی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔“^۲

امروہہ، ہوشنگ آباد (بھوپال) افضل گڑھ اور کانٹھ وغیرہ مقامات پر استاد رہے۔ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء میں وفات پائی۔ مولوی سراج الحسن ساکن محلہ شفاعت پورہ نے تاریخ وفات کہی جس کا مادہ تاریخ ہے۔

بجنت رفت از دنیائے دوں پاک

۱۳۰۱ھ

اولاد ذکور میں دو صاحبزادے منظور احمد اور خلیفہ احمد بخش تھے۔ منظور احمد صاحب کے صاحبزادے ظریف احمد تھے جن کے لائق فرزند علامہ شہباز

۱ تاریخ اصغری مولفہ اصغر حسین نقوی صفحہ ۱۳۴

۲ تذکرۃ الکرام

امروہوی امر وہ کے معروف شعرا میں سے تھے۔

خلیفہ الہی بخش کو تاریخ گوئی میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ برہتہ تاریخی مادہ

نکال دیتے تھے۔ اپنے فرزند منظور احمد کی تاریخ نکالی

بے سرو پاشد ز مرگ آں پر ☆ عقل و درک و نظم و صبر و ہم بصر ۱۲۹۶ھ

سماۃ سردار دولت دختر علی احسن احسن زوجہ علی منتظم خاں کی تاریخ

وفات کہی جس کے مصرعہ سے مختلف سنیں نکلتے ہیں

ف ۱۲۷۸ غمے دل گزا آمدہ تا گہم چوں سردار دولت بشد از جہاں ۱۲۸۷ھ

ع ۱۸۷۰ دعائے بتاریخ کفتم زکد زخلد بر نیش خدادہ مکان ۱۹۲۸سمت

الہی دہ اپں را تو بخت مکان

اس کے علاوہ بھی محمود احمد عباسی نے آپ کی کئی تاریخیں

”تذکرۃ الکرام“ میں نمونہ درج کی ہیں۔

÷÷÷÷÷

مولانا رافت علی رافت حسینی

مولانا حاجی رافت علی رافت ابن انعام علی ساکن دربار کلاں

(از اولاد حضرت شاہ ولایت) ذی استعداد اور صاحب تصانیف عالم تھے۔

مولوی محمد حسین جعفری وغیرہ سے کتب معقول اور دیگر فنون کی تحصیل کے بعد

راپور میں علوم دینیات کی تکمیل کی۔ متقی پرہیزگار عالم و بزرگ تھے۔ مختلف

موضوعات پر تقریباً تیرہ تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔ ۱۸۹۱ء م جمادی

الثانی ۱۳۰۸ھ کو وفات پائی۔ اولاد میں مولوی عبداللہ، مولوی عبدالرؤف

مولوی عبدالنور تین فرزند تھے۔ آپ باقاعدہ کوئی شاعر نہیں تھے۔ اپنے فرزند اکبر مولوی عبداللہ کی تعلیم کے لئے ”میزان الصرف“ فارسی میں منظوم کی۔ جس کے چند شعر علامہ محمود احمد عباسی نے نقل کئے ہیں وہی یہاں بطور نمونہ کلام درج ہیں:

اے کہ میزان صرف را منظوم می کنم بہر طالبان علوم
عام مطلق و بالخصوص اے ماہ بہر حفظ محمد عبداللہ
قرۃ العین نیر لخت جگر خلف ارشدم حمیدہ سیر

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

سراج الدین احمد سراج

سراج الدین احمد متخلص بہ سراج ابن نجیب الدین صفدر ساکن محلہ شفاعت پوتہ (از اولاد حضرت شاہ ولایت)، پیدائش تقریباً ۱۸۰۵ء میں ہوئی۔ امر وہہ کے ذی علم اور نامور شعراء میں سے تھے۔ ریاست بھوپال میں تحصیلدار اور تھانہ دار رہے۔ شاعری میں میر بہر علی انیس کے شاگرد تھے۔ نثر میں بھی کئی کتابیں یادگار ہیں۔ مثلاً ”سراج العاشقین“، تنبیہ پوروج“، ”سراج المؤمنین“، شہو پند، زادِ غریباں وغیرہ۔ ۱۸۹۵ء میں وفات پائی۔ ایک نعت کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

اسی تمنا میں میرے مولا تمہارے در پر قیام ہوگا
کبھی تو جاگے گی اپنی قسمت کبھی تو اپنا سلام ہوگا
سیاہ کاری میں عمر کاٹی، نہیں ہے بخشش کی کوئی صورت
اسی تصور میں جان دیں گے اسی میں قصہ تمام ہوگا
نظر عنایت کی مجھ پہ کرنا کہ ہوں گناہوں سے اپنے نام
تمہاری امت پہ جب خدا کی طرف سے مولا انعام ہوگا

حبیب خالق کے زلف و رخ کی لکھی ہے مدح سرانجام نے تمہارے مضمون نو کا چرچا جہاں میں ہر صبح و شام ہوگا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

ناظر الحق سکوت عباسی

حکیم منشی ناظر الحق سکوت ابن مولوی عبدالرحمن متخلص بہ باقی ساکن محلہ ملانا۔ ولادت ۱۸۷۰ء، عربی و فارسی درسیات کی تحصیل کے بعد فن طب حاصل کیا۔ شاعری کا ذوق ورثہ میں پایا تھا۔ مولوی ابوالحسن ساکت امر وہی کے شاگرد اور ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ دو تین سال کی مشق سخن میں ایک دیوان مکمل کر لیا تھا۔ صاحب خم خانہ جاوید لالہ سری رام لکھتے ہیں:

”گو مرحوم نو مشق شاعر تھے، مگر کلام سے پختگی اور

جو دت طبع ذہن رسا کا ثبوت ملتا ہے۔ بندش کو

خوبصورت بنانے الفاظ کو پلٹنے میں مہارت تھی۔ شعر میں

دونوں برابر کے مصرع مزادے جاتے تھے۔“

آپ نے عین عالم شباب دوران طالب علمی ۲۵ برس کی عمر میں ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا۔ پیام یار، جلوہ یار اور امر وہ کے مختلف گلدستوں میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے۔

نمونہ کلام :-

ٹھہرا جو وقت ذرا ہاتھ یار کا ارماں چل گیا دل امیدوار

پر وہ جو رخ سے بزم میں اس نے اٹھا دیا۔
☆ آنکھوں کو شمع طور کا جلوہ دکھا دیا

خم خانہ جاوید جلد چہارم صفحہ ۲۲۳ مولفہ لالہ سری رام

۱

حسرت مری حسرت ہے کہ پوری نہیں ہوتی مطلب مرا مطلب ہے کہ حاصل نہیں ہوتا
 نہ کھلے بند قبائے بت بے پیر کے پیچ ☆
 تم سے کروں شکایت جو رستم فضول تم سے کہوں حکایت رنج و الم غلط
 یہ مشغلہ شراب کا ہے صرف اس لئے ☆
 شب وصال میں کس کے وہ ہائے نازک ہاتھ پڑے رہے مری گردن میں ہار کی صورت
 ☆
 ٹھہرو ٹھہرو ابھی افسانہ غم باقی ہے اور لہتا ہوں ذرا صبر تو آلے دل کو
 ☆
 جو میرے دل میں نہ آئے وہ برائی ان کی جو میرے دل سے نہ جائے وہ خیال ان کا ہے

÷÷÷÷÷÷÷÷

احمد نذر احمد نقوی

احمد نذر ابن جعفر نذر ساکن محلہ سٹھی (ازولاد حضرت شاہ ولایت) پہلے
 عرصہ تک محکمہ منصفی مراد آباد میں نظارت کے عہدہ پر مقرر رہے۔ بعد میں
 ریاست رام پور میں ملازم ہوئے۔ شاعری میں امیر احمد امیر مینائی کے شاگرد
 تھے۔ امیر مینائی نے ان کے بارے میں لکھا ہے؛
 ”طبیعت میں سلیقہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ کبھی کبھی جو

موزوں فرماتے ہیں وہ اس ہیچ مداں کو دکھاتے ہیں۔“
 آپ نے ۱۲۱۰ھ میں وفات پائی۔ اولاد میں ایک فرزند باقر نذر تھے۔
 نمونہ کلام :-

’نگہ مہر کہاں اے نگہ قہر آلود تجھ سے کچھ پڑتی ہے امیدِ ترحم جھکوں
 ادھر سے بوسہ بازی ہو ادھر سے تیغ بازی ہو ہمارا اور تمہارا اب اسی پر فیصلہ ٹھہرے
 مزاج یار نازک ہے میں ڈرتا ہوں کہوں کیونکر کہیں ایسا نہ ہو اظہارِ دردِ دل گلہ ٹھہرے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی داد علی عباسی

مولوی حافظ داد علی عباسی ابن ہدایت علی (از اولاد مولانا پیر محمد نبیرہ
 مولانا بابن عباسی) ساکن محلہ ملانہ کی ولادت تقریباً ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔
 رامپور میں مولوی غلام نبی رام پوری سے علومِ دینیہ اور حکیم محمد کفایت اللہ خاں
 صدیقی امر وہوی سے فنِ طب کی تعلیم حاصل کی اور گوالیار میں مولانا ناصر خاں
 رامپوری سے دیگر علوم و فنون کی تحصیل کی۔ اخذِ علوم کے بعد مہاراجہ گوالیار کے
 یہاں بحیثیت طبیب ملازم رہے۔ کچھ عرصہ حیدرآباد بھی رہے۔ وہاں مطب نے
 ساتھ ساتھ وکالت بھی کرتے تھے۔ حیدرآباد کے بہترین وکلاء میں ان کا شمار
 ہوتا تھا۔ درس و تدریس کا بھی سلسلہ تھا۔ ذی علم طبیب، ذی استعداد عالم اور

’انتخاب یادگار‘ صفحہ ۱۰ مولفہ امیر احمد امیر مینانی۔ تالیف ۱۲۹۰ھ

قادر الکلام شاعر تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں؛
 ”مولوی سید داد علی کی موزونی طبع بھی خداداد تھی، شعر
 باہرا کہتے تھے۔“ (تذکرۃ الکرام)
 ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

بہادر شاہ ظفر کی مشہور غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے تضمین لکھی؛
 بات کرنا ہمیں مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی ☆ جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
 تضمین مولوی داد علی عباسی بر غزل بہادر شاہ ظفر

ہو افرہاد کا جا کر سر گہسار پہ خون قیس بیچارہ ہوا دشت کے اندر مدفون
 غل ہے زنجیر کا کیوں شور قیامت سے نزوں پائے کو باں کوئی زنداں میں بنا ہے مجنوں
 آئی آواز سلاہل کبھی ایسی تو نہ تھی

لاکھ معشوق ملے مجھکو سراپا جادو ایسے ایسے کہ جنہیں یاد تھے صد ہا جادو
 نہ چلا پر نہ چلا مجھ پہ کسی کا جادو تیری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
 کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

پوچھتا ہوں دل بیتاب سے میں یہ ہر بار کہ نہ تو برق نہ سیماب نہ شعلہ نہ شرار
 پھر جو تو مضطرب اتنا ہے بتا تو اے یار لے گیا کون تیرا چھین کے اب صبر و قرار
 بیقراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

ایک شعر اور ملاحظہ ہو؛

برگ سمن پہ نقشہ کونین کھینچ دیں قدرت ہر اک طرح کی ہمارے سخن میں ہے



شیخ محمد حنیف مضطر

شیخ محمد حنیف مضطر ابن محمد آصف ولادت ۱۲۴۹ھ، تعلیم سے فراغت کے بعد محکمہ فوجداری چھاؤنی آگرہ میں سررشتہ دار رہے۔ شاعری میں محمد رضا معجز اور مرزا حاتم علی بیگ مہر کے شاگرد تھے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ فن میں پختگی ہے۔ تذکرہ ”شعرو سخن“ میں آپ کا ذکر ہے۔ آپ نے ایک غزل یکم اگست ۱۸۶۹ء میں آگرہ کے مشاعرہ میں پڑھی۔ جو ۲۷ اشعار پر مشتمل تھی۔ اس کے چند شعر بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہوں۔

زکاتِ حُسن ہے بوسہ کوئی ہم کو بھی دے ڈالو
 شبہ اقلیم خوبی آپ ٹھہرے ہم گدا ٹھہرے
 سوال بوسہ پر جھنجلانے کے کہتے ہیں وہ عاشق سے
 کہاں تک دے کوئی سائل کو لاکھوں ہی گدا ٹھہرے
 رہا باقی گریباں اور نہ ہے اک تار دامن میں
 مدد اے دست وحشت اور کچھ اب مشغلا ٹھہرے
 کف پا صانع قدرت نے خود رنگین بنائے ہیں
 بھلا کیا اس کے آگے رتبہ رنگِ حنا ٹھہرے
 یہ ہے نامہ اعمال اے مضطر تو کیا غم ہے
 شفیق روزِ محشر جب محمد مصطفیٰ ٹھہرے



سمن لال راغب

سمن لال راغب امر وہی ایک قادر الکلام اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا کلام برٹش میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے۔ جس میں طویل مثنوی بنام ”قصہ راجہ چتر مکت و رانی چند رکن“ ہے اس کو راغب نے اپنے مر بی ”سرہنری ایلٹ“ کے نام معنون کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۸۴۱ء میں لکھی گئی۔ تعظیم علی شایاں بریلوی لکھتے ہیں؛

”سمن لال راغب امر وہی ہندوستان کے اس ہر دل عزیز قصہ کو نظم کر کے راغب نے اسے سرہنری ایلٹ سے معنون کیا ہے جسے وہ اپنا مر بی کہتا ہے اور جس کی شان میں چند قصیدے اس مثنوی میں شامل ہیں۔ ایک شعر میں اپنا تخلص یوں بیان کیا ہے؛

سمن لال معروف ہوں در جہاں ☆ تخلص ہے راغب مرادوستاں
مثنوی میں چند اشعار امر وہی کی تعریف میں بھی ہیں سن
اختتام ۱۸۴۱ء ہے۔“

اس مثنوی اور راغب کے بارے میں جناب احمد حسین صدیقی نے ”کشور اولیاء امر وہی“ میں اچھی تفصیل پیش کی ہے۔ اہل ادب کی دل چسپی کے پیش نظر یہ معلومات من و عن نقل کی جاتیں ہیں۔

”آپ پندرہ سال کی عمر میں روزگار کی تلاش میں گھر

تاریخ و تذکرہ شعراے روہیلکھنڈ مولفہ تعظیم علی شایاں بریلوی ثم کراچی

سے نکل پڑے تھے۔ معاشی حالت درست کرنے کے لئے
 مثنوی ”قصہ راجہ چتر ملک اور رانی چندر کرن“ بزبان
 اردو تصنیف کی جسے سرہنری ایلٹ کے نام سے منسوب کیا
 ہے۔ یہ منظوم رومانی قصہ (مثنوی) ۲۰۳۷ سطروں پر
 مشتمل ہے۔

اس کے بعد مصنف اپنی تصنیف کے ان تمام حصوں
 کے مضامین بیان کرتا ہے۔ جو اس نے ۱۸۴۶ء میں چھ
 ماہ محنت کر کے مکمل کئے۔ اس کتاب کو بھی سرہنری ایلٹ
 کے نام سے ہی منسوب کیا۔ اس کتاب کا نام ”علم منجلی“
 ہے جس میں پانچ باب ہیں۔ پہلے باب میں صحیفہ علم حساب
 ۲۵ فصلوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں قانونی
 دستاویزات کے نمونے اور تعریفی جملوں کی فہرست کے
 ساتھ ایک مکتوب معلم دیا ہے، جو بیشتر فارسی میں ہے۔
 فارسی زبان میں فلسفیانہ مصطلحات کی تعریف بیان کی گئی
 ہیں۔ تیسرے باب میں مرد اور عورتوں کے مختلف اقسام
 اور ان کے جنسی تعلقات کوک شاستر سے لیکر منظوم بزبان
 ہندی تالیف کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اردو زبان میں
 وضاحت بھی کر دی ہے۔ اس میں اصول راگ، رقص
 اور دیگر تفصیلات بھی دی گئی ہیں، چوتھے باب میں
 ۱۱۶ لطیفے اور قصے ہیں اور پانچویں باب میں ایک
 چارٹ دیا ہے جس کے ذریعہ ۱۳۷۰ء تک

کسی بھی مہینے کا دن معلوم کیا جاسکتا ہے۔“
تعمیم علی شایاں بریلوی نے آپ کے تین شعر نقل کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

کروں پہلے توحید حق کی بیان کہ ہو جاں مری جس سے رطب اللساں
سمن لال معروف ہوں درجہاں تخلص ہے راغب مرا دوستاں
کروں حمد اس کی جو ایزد بقا ہے نہ ثانی کوئی اس کا اے با وفا ہے

÷÷÷÷÷

بھوکن سرن شبنم

بھوکن سرن شبنم خلف لالہ گوکل چند، آپ کے حالات یہیں مل سکے۔ اتنا معلوم ہے کہ امر وہہ میں زردوزی کا کام کرتے تھے اور اس کا کارخانہ لگا رکھا تھا۔ صاحب تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ تعظیم علی شایاں بریلوی نے معلوم نہیں کس حوالہ سے لکھا ہے کہ ”امر وہہ کے روہی میں شمار ہوتے تھے۔“ شاعری میں جو احسن شہیم کے شاگرد تھے۔ آپ کا کلام اکثر کلدستوں مثلاً ”پیام عاشق“ وغیرہ میں شائع ہوتا تھا۔ نمونہ کلام:-

رخ ترا دیکھا تو حیرت ہوگئی آئینہ کی اور صورت ہوگئی
عشق میں کس کے یہ حالت ہوگئی جھکو انسانوں سے نفرت ہوگئی
اسم فرضی رہ گیا نام وفا خلق میں عنقا مروت ہوگئی
آئے جب وہ عید آئی میرے گھر جب چلے برپا قیامت ہوگئی

کشور اولیاء امر وہہ مولفہ جناب احمد حسین صدیقی کراچی

مولوی ابوالحسن ساکت

مولوی ابوالحسن ساکت ابن مولوی حکیم عبدالصمد، ساکن محلہ ملانہ امر وہہ کی ولادت ۱۲۵۲ھ، ۱۸۳۶ء میں ہوئی۔ آپ شیخ داؤد بڑ پگہ کی اولاد میں سے تھے۔ مولوی ابوالحسن ساکت امر وہہ نے تمام علوم و فنون کی تحصیل کی اور اپنی ذہانت و فطانت سے ان میں ایک ملکہ اور عبور حاصل کیا تھا اور شعر گوئی میں تو اپنے عہد میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ صاحب خم خانہ جاوید لالہ سری رام لکھتے ہیں:

”ماہر رموز سخن دانی، واقف اسرار نکتہ دانی مولوی ابوالحسن صاحب ساکن امر وہہ ضلع مراد آباد، امر وہہ کے قدیم شرفاء میں تھے۔ آپ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں دستگاہ رکھتے تھے۔ فارسی اساتذہ راپور اور اپنے عم محترم حکیم سید محمد حسن مرحوم سے حاصل کی تھی۔ معانی، بیان، عروض و قوافی میں کامل تھے۔ حافظے کی یہ حالت تھی کہ کوئی مضمون ہو عرصہ تک سلسلہ کلام کو جاری رکھتے تھے اور ہر مسئلہ کے متعلق بیسیوں مثالیں نوک زبان تھیں۔ ان کی پھڑکتی ہوئی تقریر زندہ دلی اور ظرافت کی جان ہوتی تھی۔ دوست نواز اور وضع داری میں فرد تھے۔

آپ کسی رنگ میں بند نہ تھے۔ غزل، قصیدہ،

مخمس، مسدس کے سوار نیچتی بھی کہتے تھے۔ مگر ایسا کلام ہمیشہ دوسروں کو دیدیتے تھے۔ نہایت زود گو شاعر تھے۔ ہمیشہ معاصرین سے معرکہ آرائیاں رہیں۔ مگر پالا انھیں کے ہاتھ رہا۔ قانع اور متوکل شخص تھے۔ شاگردوں سے اصلاح کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔ آپ نے والٹی اودے پور کی شان میں قصائد لکھ کر بھیجے تھے، لیکن جب وہاں سے طلبی ہوئی تو امراء کے دربار میں قصیدہ گو کی حیثیت سے جانا اپنے عارض کمال پر بد نما داغ خیال کیا۔ آپ فن سخن میں حضرت نظام راپوری کے ارشد تلامذہ سے تھے اور استاد کا انداز بیان اختیار کرنے میں ان کو کامیابی حاصل تھی۔ مگر افسوس ہے کہ زمانہ کے انقلاب سے ہمیشہ زاویہ گنما میں رہے اور کلام کی شہرت نہ ہوئی۔ مرحوم غزل گوئی میں یکتا تھے۔ حسن و عشق کی گھاتوں کو نہایت خوبی سے نظم کرتے۔ ادائے بیان بے تکلفانہ تھی۔ دلی واردات کو تخیل کا جامہ پہناتے ہوئے مضمون کو بھی ہاتھ سے نہ کھوتے، میر کرامت علی خلش اجمیری، مولوی غلام نبی شاعر ابتداء میں آپ ہی کے شاگرد تھے۔ میر جواد حسین شمیم امروہوی کو بھی آپ سے فخر تلمذ حاصل تھا۔

آپ کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ آپ نے ۱۳۱۲ھ،

ضم خانہ جاوید مولفہ لالہ سری رام صفحہ ۳۵، ۳۴ جلد چہارم۔ بقیہ ص ۹۳ پر.....

۱۸۹۶ء میں وفات پائی۔ مصر عہد تاریخ و وفات یہ ہے؛
 ”سید ابوالحسن سوائے کوثر رواں ہوئے“

جس سے ۱۳۱۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

نمونہ کلام :-

تمہارے حسن کا پھولوں بھرا سنگھار ہے	رہے جو ہاتھ میں گجرا گلے میں ہار رہے
مٹے ہم ان سے نہ وہ ہم سے ہمکنار رہے	ہم ان کے چاہنے والوں میں اک شمار رہے
جو کوئے یار میں جا کر مرا غبار رہے	عدو کے نقش قدم کی نظر میں خار رہے
مجھے وصال کا لطف آگیا دم بسمل	وہ ذبح کر کے مرے سینے پر سوار رہے
انھیں وصال میں مجھ سے جو بدگمانی تھی	سنجھل سنجھل کے نشے میں وہ ہشیار رہے
الہی وہ بھی تو اک دن نصیب ہو مجھ کو	عدو کو میری طرح ان کا انتظار رہے
وہ چلتے وقت سحر کو یہ کہہ گئے مجھ سے	ہمارا آج کا ملنا بھی یادگار رہے
شب وصال میں لیٹے رہے وہ کروٹ سے	رہے کنار میں میری تو درکنار رہے
کہا یہ گریہ نے چشم پر آب سے میری	جدا جدا مرے اشکوں کا تار تار رہے
یہ بت بھی آپ سے مل جائیں حضرت ساکت	خدا کی ذات پر رُ آب کا مدار رہے
یہ دعا ہے کہ الہی یہ انھیں یا در ہے	از گلشن سخن امر وہ تمبر ۱۸۹۳ء
سرکٹا کر میں تقاضے سے اجل کے چھوٹا	وعدہ وصل تو کرتے ہیں وہ سے نوشی میں
	خوب اب اپنی بسر ہوگی سبک دوشی میں

صفحہ ۹۲ کا بیفہ.....

لالہ سری رام نے آپ کا مکمل تعارف کرایا ہے اس لئے وہیں سے تمام حالات نقل کر دیئے گئے ہیں۔ اگر چہ آپ کے بارے میں راقم الحروف کے پاس پوری ایک کتاب کا مواد موجود ہے۔

ایک چپ سو کو ہراتی ہے مثل ہے ساکت
فائدہ ہم نے یہی سوچا ہے خاموشی میں
گلشن سخن امروہہ ۱۸۹۳ء

دبے پاؤں وہ آئے فاتحہ خوانی کو مرقد پر
تھوڑا پھر ناز سے میرا مزار آہستہ آہستہ
نشہ کا جیسے ہوتا ہے اتار آہستہ آہستہ
چمن میں جیسے آتی ہے بہار آہستہ آہستہ

☆

واہ کیا بات تری لغزشِ گفتار کی ہے
بات اقرار میں ملتی ہوئی انکار کی ہے

☆

مرا دل لے کے مٹھی میں وہ بولے
ہمارے ہاتھ میں بتلاؤ کیا ہے

☆

رنگ شوخی کے سبب کوئی ٹھہرتا ہی نہیں
صفحہ قرطاس پر کھینچوں تری میں تصویر کیا

☆

غیر جب بزم میں مختار بنے بیٹھے ہیں
آپ کس بات پہ سرکار بنے بیٹھے ہیں

☆

بال بکھرائے ہوئے حال پریشاں ساکت
اک تماشا سر بازار بنے بیٹھے ہیں

☆

خیر مرنے کی سن کر وہ یہ بولے
کہ ساکت مر گیا بیمار کیا تھا

☆

آپ ریختی میں بھی شعر کہتے تھے اور بندی تخلص کرتے تھے۔ دو شعر
ریختی کے ملاحظہ ہوں :-

بندی نے اس زمین میں بھی گل کھلا دیئے
کہتے تھے مردوے کے شگفتہ زمیں نہیں

☆

سوت کو ساتھ میں لائے ہیں جتانے کے لئے
اور مجھ جلتی ہوئی کو وہ جانے کے لئے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

محمد ایوب صابر عباسی

محمد ایوب صابر عباسی ابن مولوی علی محمد وکیل برادر خورد علامہ محمود احمد عباسی، ساکن محلہ ملانہ (مولانا) پیدائش ۱۲۹۸ھ، عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں اچھی دسترس تھی۔ مراد آباد میں اہلحد اسلحہ کلکٹری کی خدمت پر مامور تھے۔ شاعری کا شوق ابتدائی سے تھا۔ قاضی عبدالحئی بیچین سے شرف تلمذ تھا۔ عبدالحئی بے چین داغ کے شاگرد تھے۔ صابر نثر بھی اچھی لکھتے تھے۔ شاعری میں اچھا مذاق پیدا کیا تھا۔ لالہ سری رام لکھتے ہیں؛

”طبیعت رنگ تغزل کی باریکیوں سے واقف تھی، انداز

بیاں دلکش ہے۔ صاف اور سیدھے سادے شعر میں بھی

بانگین کی شان نکلتی ہے۔ معاملہ نگاری میں حضرت نظام

راپوری کے پیرو تھے۔“

مراد آباد میں سنبھلی دروازے کی سرائے کے قریب رہتے تھے۔

۱۸۹۸ء میں وفات پائی۔ شادی نہیں کی تھی، اس لئے کوئی اولاد بھی نہیں۔

نمونہ کلام :-

ایک دل کجخت کے جانے سے کیا جاتا رہا	بیٹھنے اٹھنے کا ہنسنے کا مزا جاتا رہا
مٹ گئیں ساری امیدیں حوصلہ جاتا رہا	دل گیا کیا دردِ اُلفت کا مزا جاتا رہا
حضرت صابر اٹھو ملکِ عدم کی راہ لو	آج کل دنیا میں رہنے کا مزا جاتا رہا
تمہاری تیغ نے چوما گلا جس دم تو حسرت سے	ہر اک عضو بدن کو رشک آیا میری گردن پر

۱ خم خانہ جاوید جلد پنجم صفحہ ۲۳۲

ہم بھی چھپائیں گے نہ کسی سے تمہارا حال ☆ تم نے ہماری باتیں رقیبوں سے گر کہیں

پوچھتے ہیں وہ مرے چارہ نروں سے بس مرگ ☆ ان کو کیا ہو گیا ایسے تو یہ بیمار نہ تھے

کسی کا مجھ سے وہ انجان بن کے کہنا ہائے یہ کیا ہوا تمہیں کیا اپنا حال کر بیٹھے

کلیجہ تھام کے اُنھے کسی کی محفل سے کسی کی بزم میں ہم دل سنبھال کر بیٹھے

وہ ان کا مجھ سے دم واپس یہ کہنا ہائے ☆ ابھی سے قطع امید وصال کر بیٹھے

شکوہ جو رہا وہ کہتے ہیں دل کہیں اور لگالے کوئی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

اعظم علی اعظم صدیقی

خلیفہ اعظم علی اعظم صدیقی ابن غلام علی ساکن محلہ گھیر مناف (از اولاد شیخ ابوالمناف) درس نظامی کے فارغ علوم متداولہ اور انگریزی میں اچھی مہارت و استعداد رکھتے تھے۔ تحصیل امروہہ میں سب رجسٹرار کے عہدہ پر فائز رہے۔ اچھے شاعر اور ادیب تھے۔ صاحبِ نخبۃ التورخ لکھتے ہیں:

”غشی اعظم علی بسیار خوش خو، با مروت و صالح، با محبت و

دراہل قلم معزز است“ (نخبۃ التورخ صفحہ ۹۰)

ترجمہ :- یعنی غشی اعظم علی بہت خوش اخلاق، صاحبِ مروت، نیک و

مخلص ہیں اور اہل قلم میں ممتاز ہیں۔

خط بہت پاکیزہ تھا۔ افسوس آپ کا کلام نہیں مل سکا نخبۃ التواریخ میں آپ کی ایک تاریخ درج ہے۔

مولوی آل حسن نے جب لکھی عمدہ کتاب
تو بھی اس کی طبع کی تاریخ لکھا اعظم علی
یک زباں ہو کر لگے فرمانے احباب جمیع
دفعاً آیا زباں پر ہے یہ تاریخ بدیع

۱۲۹۷ھ

آپ کے اکلوتے فرزند شیخ غلام مصطفیٰ (سب رجسٹرار بریلی) ذی علم
عربی فارسی کے عالم تھے ۱۹۸۴ء میں پاکستان ہجرت کی اولاد وہیں آباد ہے۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

محمد داؤد داؤد عباسی

مولوی محمد داؤد عباسی ابن مولوی علی محمد ساکن محلہ مولانا (ملانہ)
(از اولاد مولانا رکن الدین عباسی) ولادت ۲۷ / رمضان المبارک
۱۲۸۰ھ۔ آپ مؤرخ امروہہ جناب محمود احمد عباسی کے بھائی تھے۔ عربی
فارسی درسیات کی تحصیل کے بعد بارہ سال کی عمر میں مخدّن کالج علی گڑھ
(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں داخلہ لیا اور ۲۴ سال کی عمر میں بی. اے کی سند
حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اسی کالج میں استاد رہے بعد میں نائب
تحصیلدار مقرر ہوئے اور تحصیل اترولی، آگرہ، کانج، مین پوری وغیرہ میں
نائب تحصیلدار کے عہدے پر فائز رہے اور جلد ہی فتح آباد ضلع آگرہ میں
تحصیلدار کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

زمانہ طالب علمی سے ہی شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ تھوڑی سی مشق سے

ایک قادر الکلام شاعر بن گئے۔ محمود احمد عباسی نے آپ کو ”مشہور ادیب اور شاعر شیریں مقال“ لکھا ہے۔ لالہ سری رام مولف ”خم خانہ جاوید“ آپ کی شعر گوئی اور ذہانت کے بڑے مداح تھے وہ لکھتے ہیں:

”شعر سے ذوق تھا، اکثر مشاعروں میں شریک ہوا کیے اور طرحی غزلیں پڑھیں۔ قدیم و جدید دونوں شاہراہوں کے سالک تھے۔ اشعار سے خصوصاً مرثیہ سردار یوسف خاں سے ان کی غیر معمولی لیاقت اور معاملہ بندی اور مضمون پسند فکر کارنگ مترشح ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مرثیہ اپنے رنگ میں فرد ہے۔ مثنوی ”شکوہ یار“ نامی اور ”ایک سچے کی دوستی کا امتحان“ ان کی تصنیف ہیں..... بلاچے ذکی و ذہین تھے۔ ان کے کلام سے ان کی شوخی اور طبیعت داری، ذکاوت نیکتی ہے۔ تھوڑی سی مشق میں بہت اچھا ملکہ پیدا کر لیا تھا۔ اگر زندگی وفا کرتی تو کیا عجب کہ اس فن میں بھی نام و نمود حاصل کرتے۔“

عین عالم شباب میں ۲۷ جون ۱۹۰۰ء م ۲۹ صفر ۱۳۱۸ھ میں فتح آباد ضلع آگرہ میں انتقال کیا اور وہیں احاطہ عید گاہ میں مدفون ہوئے۔ حبیب احمد اُفق کاظمی نے شاعر امر وہہ میں انھیں امر وہہ میں مدفون لکھا ہے نیز لالہ سری رام نے ان کی تاریخ وفات ۱۷ جون لکھی ہے۔ یہ دونوں باتیں از روئے تحقیق غلط ہیں۔ کیونکہ محمود احمد عباسی برادر خرد محمد داؤد عباسی نے ان کا انتقال

۱ خم خانہ جاوید جلد سوم صفحہ ۱۴۲ مولفہ لالہ سری رام

فتح آباد میں ۱۲۷۱ء میں دفن ہونا تحریر کیا ہے۔ آپ کے ایک فرزند محمد سلیمان تھے۔ جو خرد سال ہی فوت ہوئے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو؛

بزم میں غیر کے اٹھ جانے کی تشویش فضول اس کا اب ذکر ہی کیا جو کوئی اٹھا اٹھا
نقد دل دیکے جو اندوہ و الم مول لیا خود میں حیران ہوں یہ کیا مجھے سودا اٹھا
شوق دیدار نے فرقت میں سزا دی اچھی سیکڑوں بار میں بے چینی سے بیٹھا اٹھا

☆
اس عشق کے طفیل لڑائی رہی سدا تقدیر سے، رقیب سے، ناصح سے، یار سے
قربان عشق کے کہ ہم آزاد ہو گئے قید حیا سے، شرم سے، ذلت سے، عار سے
یہ جھوٹ اور ہم سے بس اب رہنے دیجئے ہم بھی تو رات جھانک رہے تھے درار سے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مومن حسین صفی نقوی

مومن حسین صفی امر وہوی ابن منشی ولی حسین ولی ساکن محلہ گذری ولادت ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۰ء ۱۔ آپ کے والد منشی ولی حسین ولی ایک باکمال خوش نویس اور شاعر تھے۔

مومن حسین صفی عربی، فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ نیز خوش نویسی میں بھی اچھی مہارت بہم پہنچائی تھی۔ شعر گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ صاحب ”تاریخ اصغری“ لکھتے ہیں؛

”مومن حسین صفی تخلص فارسی اور اردو کا شعر کہنے میں

۱۔ ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۰ء کے مطابق نہیں ہے از روے جوہر تقویم (م)

مشاق اور تاریخ گوئی میں بے مثل خوشنویسی میں شہرہ آفاق ہیں۔ بعد ندر عدالت منصفی تلہر ضلع شاہ جہان پور میں متفرق عہدوں پر مثل سادہ نویسی اور ڈگری نویسی اور محرری ناظر کے مامور ہے، پھر بندوبست جدید میں تخفیفاً برخاست ہوئے۔ مثنوی ”اسوۃ الصرف“ علم صرف میں اور مثنوی ”بساطین“ ترجمہ حدیث بزبان فارسی اور مثنوی ”طوبی العروض“ علم عروض میں بزبان اردو سوائے دیوان اشعار اردو موسوم بنام تاریخی ”نغمہ صفویہ“ ان کی تالیف ہیں۔“

آپ آگرہ میں بھی ملازم رہے۔ جہاں سے ایک اخبار اور ایک شعری گلدستہ بھی نکالتے تھے۔ ۱۳۰۰ھ میں مستعفی ہو کر آگئے۔ امر وہ کے قادر الکلام اور استاد شعراء میں سے تھے۔ شاعری میں یعقوب علی معجز سے تلمذ تھا۔ تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۰ء میں انتقال کیا۔ اور احاطہ پیرگیلانی آگرہ میں دفن ہوئے۔ اولاد میں دو فرزند زیرک حسین صبی اور لائق حسین قوی تھے۔ نمونہ کلام ہو؛

عدو کو اب وہ سیدھا جانتے ہیں بھلا پہلے یہ الٹی مت کبھی تھی
جفا کا اب گلہ محسن کشی ہے وفا کی بھی انہیں عادت کبھی تھی
رہے بھی دل میں اور نکلے بھی ارماں کبھی دربار تھا خلوت کبھی تھی
پیو رند و ادب کیا شیخ جی کا یہی ان کی بھی کیفیت کبھی تھی

تاریخ اصغری مولفہ مولوی اصغر حسین صفحہ ۱۶۱

خدا کا گھر انہیں کے واسطے تھا بتوں کی بھی بڑی عزت کبھی تھی! ☆
 کئے جاتے ہیں وہ غصے میں باتیں قیامت ہاتھ باندھے چپ کھڑی ہے
 میں اب سر پتھروں سے پھوڑتا ہوں مقدر سے لڑائی آپڑی ہے

÷÷÷÷÷

مولوی ارشاد علی نظامی

مولوی ارشاد علی ارشاد نظامی ابن ابدال محمد فاروقی ساکن محلہ جھنڈا
 شہید (از اولاد حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج فاروقی) ولادت یکم
 اگست ۱۸۲۵ء م ۱۵ رزی الحجہ ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ فارسی کے قادر الکلام شاعر
 اور انشاء پرداز تھے۔ خلیفہ الہی بخش امر وہوی اور حاجی محمد مہدی ساکن قصبہ
 مووی وغیرہ سے تحصیل علم کی۔ فراغت کے بعد مختلف مقامات پر سرکاری ملازم
 رہے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

”منشی ارشاد علی ۱۸۴۴ء سے ملازمت میں داخل
 ہوئے۔ ابتداً اضلاع بجنور و انبالہ ولدھیانہ و فیروز پور
 و لاہور کے محکمہ بندوبست میں مختلف عہدوں پر کام کیا۔
 ۱۸۵۳ء سے منصرم و سررشتہ دار محکمہ بندوبست اور چند
 اضلاع میں قائم مقام تحصیل دار رہے۔ ۱۸۵۷ء میں
 صاحب کمشنر ملتان کے بڑے کار گزار سررشتہ دار و معتمد

۱۔ پیام یار لکھنؤ صفحہ ۱۱۳ ماہ اکتوبر ۱۸۹۳ء

عالیہ تھے۔ خدمات کے صلہ میں پیش گاہ گورنر جنرل سے

خلعت اور پروانہ خوشنودی عطا ہوا“ ۱۔

علم سے گہرا لگاؤ تھا۔ نادر قلمی کتابوں کا ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ فارسی نظم و نثر میں بعض رسائل آپ کی تالیفات سے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں؛

”بشیر النصائح“ اور ”بشیر المدائح“ لکھیں جو اپنی

افادیت کی بنا پر ایک زمانہ میں نصاب میں شامل کر لی گئی

تھیں۔“ ۲۔

اس کے علاوہ نثر میں انشائے ارشاد (قلمی) فرہنگ ارشاد، مصدر

ارشاد وغیرہ بھی تالیف کیں۔ بہر حال آپ ایک اچھے عالم، شاعر اور ادیب

تھے۔ ارشاد تخلص تھا، ساتھ ہی متقی اور تقویٰ شعائر تھے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی

سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۵ شعبان ۱۳۱۸ھ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۰ء میں وفات

پائی۔ حافظ مظہر الدین فریدی نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی؛

آہ برخاست صاحب ارشاد خیر پیکر مجسم احسانات

آہ خایت مسند ارشاد صاحب رشد و معرفت ہیہات

نیک خو، نیک وضع، نیک نہاد پاک ہیں، پاک باز، پاک صفات

واقف شرع، ماہر قانون بود یکتا بہ حجت و اثبات

۱۔ تحقیق الانساب ص ۸۸/۲۸۷ مولفہ علامہ محمود احمد عباسی

۲۔ الفرقان فریدی نمبر صفحہ ۵۲

عالم و شاعر و ادیب و خطیب ☆ خوش نگہ خوش خیال و خوش اوقات
 عارف و ذاکر و ولی و صفی ☆ مرکز و مرجع کرام و ثقات
 سن تر حیل وے بگو مظہر ☆ نادر عصر مجمع الحسنات ۱۳۱۸ھ
 بطور نمونہ کلام ایک نعتیہ قصہ سے چند شعر ملاحظہ ہوں :

نوبہارِ باغِ بُوْدو ابر بُتّانِ کرم گلستانِ فیض و بخشش آبسالانِ کرم
 والی ملکِ سخا و مالکِ شہرِ عطا زیب بخشِ تخت و تاجِ کشورستانِ کرم
 آفتابِ روشنِ چرخِ بلندی ہائے جاہ اخترِ برجِ سخاوت ماہِ تابانِ کرم
 بر مساکین و غریباں وقفِ داردِ مرحمت می سزد و صفش اگر گویند عمانِ کرم
 مخزنِ صد گنجِ داش و معدنِ یا قوتِ فیض معطی صد لعلِ روشنِ آن بدخشانِ کرم
 حلم و الطاف و عطوفتِ مہر و اشفاق و سخا بہت ہر دم ہنجو بستاں زان بہارانِ کرم
 مطلعِ خورشیدِ خوشِ خلقی و مہرِ چرخِ مہر عالمے روشنِ ازاں خورشیدِ رخشانِ کرم
 دُورِ می تابندہ بُرجِ رفیعِ المہزولت گوہرِ ذریعہ عنائیت جوہرِ کانِ کرم
 التفات و مرحمتِ مبذولِ حالِ بیکساں دارد ہر دم آن سخی از راہِ فیضانِ کرم
 معطی گنجینہ و بخشندہ صد بحر و کاں کاں ز کمتر بخششِ آن ابر بارانِ کرم
 سبز تر دارد باغِ آرزویِ ساکنان دستِ رشکِ ابر تیرانِ گوہر افشانِ کرم
 انکوں از راہِ کمالِ عاجزی اندر دُعا دستِ خود برداشتِ ارشادِ ثنا خوانِ کرم
 دورِ گیتی تا ز نورِ مہرِ باشد پُر ضیا تاکہ روشنِ از عطا شمعِ شبستانِ کرم

رفعتِ خورشیدِ جاہتِ از حنیضِ رنجِ دہر

بادِ درامنِ دامانِ اے شاہِ شاہانِ کرم

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی فرزند علی بیتاب

مولوی فرزند علی بیتاب ابن دائم علی، (از اولاد حضرت شاہ ولایت) آپ کے دادا منور علی امر وہ کی سکونت ترک کر کے دہلی چلے گئے تھے۔ اس لئے فرزند علی کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دہلی میں ہی پائی، ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ گئے وہاں سے چھپرہ ضلع سہارن پور چلے گئے اور مولانا جمیل احمد بلگرامی سے اخذ علوم کیا۔ ایک سال میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ انگریزی اور طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اساتذہ میں مولانا جمیل بلگرامی، مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی اور مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی محدث دہلوی۔ طب میں حکیم محمد ابراہیم عیاض اور انگریزی میں ڈاکٹر چندن قابل ذکر ہیں۔

درس و تدریس شغل تھا۔ چھپرہ میں استاد رہے۔ ۱۳۱۱ھ میں ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی سے فیض صحبت حاصل کیا اور وہیں ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۳ء میں وفات پائی۔ قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل ہے:

آہ فرزند علی طاب ثراہ ☆ صبر در تماش از دل رفتہ

سال آں جامع ارشاد و کمال ☆ گفت دل ”مرشد کامل رفتہ“ ۱۳۲۰ھ

مندرجہ ذیل چند رسائل آپ سے یادگار ہیں۔ رسالہ ”صیانت الناس عن شر و سو اس الخناس“، ”خزینۃ البرکات“، ”اللیب فی تذکرۃ الحیب“ اور ”حواشی عربی بر مشکوٰۃ المصابیح“ اس کے علاوہ ایک تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے حالات و

سوانح میں تالیف کر رہے تھے جو رحلت کے سبب نامکمل رہ گیا۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو؛
 موج مے آئینہ ہے تمثال روئے یار کا ☆ مہر ذرہ ہے حباب ساغر سرشار کا
 جوہر تیغ نزاکت ہے ہیولائے بلا ☆ کنج ادائی ہے اشارہ ابروئے خمدار کا

◆◆◆◆◆

منشی سلام اللہ خاں سلامی

منشی سلام اللہ خاں سلامی ابن محمد اکبر خان ساکن محلہ کٹکوائی، ولادت
 ۱۸۲۷ء، مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کی اور فارسی ادبیات میں اچھا ملکہ پیدا
 کیا۔ ۱۸۴۵ء میں بسلسلہ ملازمت گوالیار تشریف لے گئے اور ریونیو
 ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت سرورے آفیسر ملازم رہے۔ ۱۸۸۸ء میں ملازمت سے
 ریٹائر ہوئے۔ فارسی کے اچھے عالم اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ زود
 گوئی کا یہ عالم تھا کہ ہر طرح میں دو غزل۔۔۔ غزل کہتے تھے۔ ان کی غزلوں میں
 زبان کے چٹخارے خوب ہیں۔ آپ نے زیادہ تر نعت و غزل کی شاعری کی۔
 اس فن میں فضل حسین سعید امر و ہوی تلمیذ مہدی علی ذکی مراد آبادی سے تلمذ تھا۔
 ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔ اولاد نرینہ نہیں تھی ایک دختر مسماة ظرافت النساء
 تھیں جو ضیاء احمد خاں ضیاء امر و ہوی کے عقد میں تھیں۔ مختلف گلدستوں میں آپ
 کا کلام شائع ہوتا تھا۔

نمونہ کلام :- نعت سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

مومن نہیں جو عاشق ربّ علا نہیں دنیا میں جس کو عشق حبیب خدا نہیں
 تحریر کیا کرے کوئی اوصاف احمدی قرآن میں وصف آپ کا کیا کیا لکھا نہیں

ہمت ہے شرط صاحبِ ایماں کے واسطے ہاں دل سے دور روضہ خیر الورا نہیں
 ہو جیتے جی حصولِ زیارتِ حضورؐ کی اس کے سوا کچھ اور ہماری دعا نہیں
 وقتِ آخر سر ہو مرا اور تیرا آستاں فدوی کی اور اس کے سوا التجا نہیں
 روزِ حساب کی تو سلامی نہ فکر کر حامی حشر کیا تیرے مشکل کشا نہیں
 کہتا ہے ہر سوال پہ وہ دلربا نہیں لفظ اور اس کو یاد نہیں کے سوا نہیں
 دیوان جو اپنا وصف زرخ گل بدن میں ہے سیرِ چمن کا لطف سرا سر سخن میں ہے
 زلفوں میں اس کے چہرہ تاباں کو دیکھ کر ایسا گماں ہوا کہ یہ سورج گہن میں ہے
 صحبت کا شاعروں کی سلامی یہ فیض ہے شہرت ترے کلام کی ہر انجمن میں ہے
 واعظ پھر دگے تم بھی کنوئیں جھانکتے ہوئے دل آگیا اگر کسی یوسف جمال پر
 اس مہروش کے چہرہ کو نسبتِ قمر سے کیا وہ صاف یہاں، ہیں جھانیاں ماہِ کمال پر
 پیری میں شیخ جی نے درمیکدہ پہ آج دی جاں، جان بوجھ کے اک ٹرد سال پر
 آگے ہمارے غیر سے کرتا ہے دل لگی کیونکہ نہو ملال سلامی ملال پر
 زباں سے آپ ہی وہ وصل کا اقرار کر بیٹھے شرارت سے جب آیا وقت تب انکار کر بیٹھے
 سوال بوسے عارض نہیں خلوت میں کچھ بیجا یہ فرماؤ تو ہم کیا بے محل گفتار کر بیٹھے
 اگر اس حور کے چہرہ کا جلوہ دیکھ لے واعظ فدا اس پر وہ اپنا جبہ و دستار کر بیٹھے
 سوال بوسے ابرو پہ ایسے ہو گئے برہم چڑھا کر آستیں فوراً علم تلوار کر بیٹھے
 خدا محفوظ رکھے آجکل کوچہ میں قاتل کے ہزاروں خون اپنا کافر و دیندار کر بیٹھے
 ہوا جب وقت وعدہ کی وفا کا کی حنا بندی سلامی آپ کو چلنے سے وہ بیکار کر بیٹھے
 صدمہ بتوں کے ہجر کا کب تک اٹھائے دل اے کاش ہوتا سینہ میں پتھر بجائے دل

+++++

ظہور حسن ثاقب

مولوی ظہور حسن ثاقب ابن محمد حسین ساکن محلہ چلہ (از اولاد حضرت شاہ گداقادرئی) امر وہ کے ذی علم شاعر اور وکیل تھے۔ کافی عرصہ منصفی ضلع بجنور میں وکالت کی۔ صاحب، تاریخ واسطیہ کا بیان ہے کہ:

”سید ظہور حسن تخلص ثاقب ولد محمد حسین یہ مورخ و شاعر ذی کمال ہیں اور عرصہ دراز تک منصفی ضلع بجنور میں اعلیٰ درجہ کے وکیل رہے۔“

ظہور حسن ثاقب کو تاریخی مادہ نکلنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ نثر میں ایک کتاب ”قانون اخلاق“ راقم الحروف کی نظر سے گذری ہے۔ جس میں جا بجا اپنے اشعار کا استعمال بھی خوب کیا ہے۔ ایک اور کتاب ”سرمایہ سردی“ سیرت نبوی پر لکھی تھی۔ اولادِ ذکور میں ایک فرزند حمید حسن وکیل تھے۔ جن کی صرف ایک صاحبزادی تھیں۔

نمونہ کلام :-

ہمیشہ خواہشِ مہر و وفا سے قہر پایا ہے ☆ حقیقت میں نتیجہ کچھ نہیں تحصیل حاصل کا
رونقِ جہان میں ہوتی ہے تہذیبِ خلق سے ☆ اخلاقِ با صفات میں لطفِ عمیم ہے
فضلِ خدا سے خلق میں رہتا ہے وہ غنی ☆ جس کو نصیبِ دولتِ خلقِ عظیم ہے

+++++

تاریخ واسطیہ صفحہ ۴۴۰، مولفہ عبدالرحیم برتر

۱

حکیم محبت علی خاں محبت عباسی

مولوی حکیم محبت علی خاں ابن عبد علی ساکن محلہ کوٹ (چلہ)، ۸۰ رجب ۱۲۲۱ھ ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی ادبیات حاجی محمد مہدی اکرا آبادی سے پڑھیں اور عربی ادبیات مفتی شرف الدین رامپوری سے۔ نیز طب کی تعلیم و تکمیل حکیم محمد عنایت اللہ خاں صدیقی ساکن امر وہہ سے کی۔ ۱۸۵۷ء میں ریاست رام پور کی طرف سے امر وہہ کا انتظام و انصرام آپ کے سپرد تھا۔ ذی علم و ذی وجاہت نیز مدبران شہر میں سے تھے۔ صاحب تذکرہ ”کاملان رام پور“ لکھتے ہیں؛

”امروہہ کے ذی عزت و رؤساء میں شمار تھا۔ جائداد کثیر تھی۔ مگر رامپور میں مستاجری کی بدولت اور اخراجات کثیر کی وجہ سے سب تلف ہو گئی۔ ریاست رامپور سے حقوق دیرینہ کی وجہ سے تیس روپیہ ماہانہ وظیفہ بلا خدمت ملتا تھا۔“

محمود احمد عباسی لکھتے ہیں؛

”حکیم محمد محبت علی خاں موصوف بزمانہ غدر ۱۸۵۷ء امر وہہ میں تحصیلدار رہے، ریاست رام پور جہاں کے متوسلین سے تھے خطاب خانی عطا ہوا، امر وہہ کے ذی وجاہت اکابر میں سے تھے، اشاعت تعلیم اور

تذکرہ کاملان رامپور صفحہ ۳۳۱، مولفہ حافظ احمد علی خاں شوق

۱

امور خیر سے خاص دلچسپی تھی۔“ ۱۔

مولوی سالم علی فریدی فاروقی آپ کی شان میں ایک طویل قصیدہ ”نگار محمود“ کے نام سے لکھا جو ۱۸۸۱ء کا مطبوعہ ہے اس کے چند شعر یہاں نقل ہیں۔

بادین و دل رئیس نامی	امروہہ بٹان او گرامی
ہر کس کہ محبت راستان ست	وصاف محبت علی خان ست
بانی مساجد و مدارس	بر کاخ علوم دین و حارس
قوت وہ طالبانِ علما	بادائش و علم زیب حکما
بالفت حافظانِ مصحف	گردید بانس و جاں معرف

۱۲ شعبان ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۶ء میں امر وہہ میں وفات پائی اور حیات

خاں والے باغ میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ایک کتاب ”آئینہ عباسی“ (مطبوعہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۸ء) اردو زبان میں لکھی جو امر وہہ کی تاریخ نیز امر وہہ میں مقیم خاندانوں کے حالات و نسب ناموں پر مشتمل ہے، جو کل ۴۴ صفحات ہیں۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اولاد میں تین فرزند مولوی غلام صادق خاں، مولوی حافظ غلام نبی خاں شاعر، مولوی غلام قاسم خاں تھے۔ غلام صادق و غلام قاسم کا سلسلہ نسل ختم ہو گیا۔

غلام نبی خاں شاعر کی اولاد کا ذکر انھیں کے حالات میں ملاحظہ ہو؛

نمونہ کلام :- آپ نے نواب کلب علی خاں والی ریاست راپور کی وفات پر

ایک ۱۹ اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وفات لکھا جو یہاں نقل ہے؛

وہ فخر ہند تھے تو یہ فخر زماں ہوئے	نواب اپنے وقت کے شاہ جہاں ہوئے
افسوس حیف کلب علی خاں نواب ہند	دنیا سے سوئے عالم عقبی رواں ہوئے

سوئی ہوئی ہے ہند اسی ہے ملک میں
 قائم تھا ان کی ذات سے نام سخا و جود
 عالم تھے قدردان تھے مردم شناس تھے
 تعریف ان کے عدل کی میں کیا کروں بیاں
 ان سا ہوانہ ایک بھی ہندوستان میں
 فارغ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سے
 تاریخ نقل سال یہ کر دے محبت رقم
 جا کے وہ اس مکان سے خلد آشیاں ہوئے ۱۳۰۴ھ

نواب مشتاق علی خاں والی ریاست راجپور کی مسند نشینی کی حسب ذیل
 تاریخ لکھی؛ جس میں نواب کلپ علی خاں کی تاریخ و فوات اور نواب مشتاق علی
 خاں کے جلوس کی تاریخ ایک ساتھ نکالی ہے۔

دریں عالم بہر جائے تغیر می شود ہر دم
 گے عشرت گے کلفت گے شادی گے ماتم
 چو کردم فکر تاریخ جلوس و ماتم حضرت
 خرد گفتم برفت اسکندر و آمد سلیمان ہم ۲

چند شعر حضرت شاہ بہاء الدین علوی نقشبندیؒ امر وہوی کی شان میں
 بھی ملاحظہ ہوں؛

پیر ما خواجه بہاؤ الدین
 ذات پاکش مجسم رحمت
 چوں صحاباست صاحب تقویٰ
 سینہ گنجیہ رازہای خفی
 نقشبند ازل ز بعد نبی
 زان سبب نقشبندی می خوانند

زینت و فخر آسمان و زمیں
 ہمہ عرفان تمام علم و یقین
 سرسرا بتاع شرع متیں
 دل پر نور او چوں عرش بریں
 زدہ نقشی بلوح کش بچنیں
 بر جبیں نقش بود کلمہ دیں

۱ اخبارالصنادید جلد دوم صفحہ ۲۳۹، مولفہ مولوی حکیم محمد نجم الغنی خاں نجفی راجپوری ۲ ایضاً صفحہ ۲۵۳

وجہ دیگر زوالد پاکش صنع نقش و نگار پارچہ میں
 آخرین امام چار طرق طرح داشت بہترین و بہیں
 اے محبت تو کجاؤ تو صیفش قدسیاں مدح خوان آں شہہ دیں!
 اے محبت ہے یہ نئی طرز عزا کیا کہنا مہندی مل کر وہ مراسم منانے آئے

حکیم محمد اسحاق پروین صدیقی

مولوی حکیم محمد اسحاق اسحاق پروین ابن خلیفہ نوروز علی ساکن محلہ
 گھیر مناف (از اولاد شیخ ابولمناف صدیقی ۲۱ م ۱۰۴۶ھ منصب دار شاہی)۔
 حکیم محمد اسحاق پروین صدیقی کے والد خلیفہ نوروز علی اپنے وقت میں امر وہ کے

۱ آئینہ عباسی صفحہ ۴۳ مولفہ مولوی حکیم محمد محبت علی خاں عباسی مطبوعہ ۱۸۷۸ء

۲ شیخ ابولمناف صدیقی، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دربار میں شاہی منصب دار تھے۔ (تاریخ
 اصغری) اعظم پور ہاشمہ میں آپ کی ریاست و سکونت تھی۔ عہد اکبری میں آپ قصبہ اعظم پور ہاشمہ کی سکونت
 ترک کر کے امر وہ آئے اور یہاں ایک عالی شان عمارت (حوٹلی) اور ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہ عمارت ”گھیر
 مناف“ کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ جو مساجد و مقابر کو چھوڑ کر امر وہ کی سب سے قدیم عمارت ہے۔ شیخ
 ابولمناف صدیقی نے ۱۰۴۶ھ میں وفات پائی اور اپنے پیر بھائی حضرت شاہ گھاسی کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔
 شیخ ابولمناف صدیقی باوجود ثروت و امارت دین دار شخص تھے۔ نیز راہ طریقت پر گامزن تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ
 میں حضرت شیخ عبدالحمید علوی سے بیعت تھے۔ امر وہ کی تمام کتب تواریخ میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ صاحب
 نخبۃ التواریخ مولوی آل حسن نخشی لکھتے ہیں:

”شیخ ابولمناف از امراء وقت خود بود و صاحب جاہ و شہرت و در زمانہ اکبر جلال

الدین از اعظم پور ہاشمہ برآمدہ بتقریب در امر وہ آمد وطن گرفت، و نسبش بہ محمد بن

سیدنا صدیق تیسری می ہوند“ (نخبۃ التواریخ صفحہ ۹۰)

نامور خوش نویس اور فارسی کے مسلم الثبوت استاد تھے۔ صاحبِ نخبۃ التواریخ لکھتے ہیں:

”خليفة نوروز علی بسیار دستکار و خوش نویس و نستعلیق و شکست و عمدہ معلم فارسی است“

حکیم محمد اسحاق پروین کی ولادت ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔ ابتدا اپنے والد سے فارسی درسیات کی تحصیل نیز فن خوش نویسی کی مشق کی۔ اس کے بعد مولوی رافت علی حسینی سے عربی درسیات اور دیگر علوم متداولہ کی تحصیل فرمائی۔ نیز حکیم محمد حکمت اللہ خاں صدیقی (م ۱۹۰۶ء) سے طب پڑھی۔ علوم و فنون کی تحصیل کے بعد ریاست محمد آباد ٹونک میں بعہدہ طبابت مامور و مقرر ہوئے۔ آپ تشخیص امراض میں ملکہ تامہ رکھتے تھے۔ نیز معالجہ میں بھی خاص درک و ملکہ حاصل تھا۔ مولانا آل حسن نخشی لکھتے ہیں:

”جسم اخلاق حکیم محمد اسحاق طیب مستعد ذی رائے سلیم و طبع مستقیم است و در تشخیص امراض دراکہ قویہ و در معالجہ ملکہ راخی دارد و از ریاست بلدہ ٹونک بہ عہدہ طبابت مقرر و مامور است“

ترجمہ: سراپا اخلاق حکیم محمد اسحاق ہوشیار طیب، صاحب رائے سلیم و حامل طبع مستقیم ہیں اور امراض کی تشخیص میں دراکہ قویہ اور معالجہ میں ملکہ راخی رکھتے ہیں اور ریاست ٹونک میں طبابت کے عہدہ پر مامور و مقرر ہیں۔

آپ شعر گوئی میں بھی اچھا مذاق رکھتے تھے۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اسحاق اور پروین تخلص کرتے تھے۔ مومن حسین صفی

نخبۃ التواریخ صفحہ ۹۰، مولفہ مولانا آل حسن نخشی

امروہوی کے شاگرد تھے۔ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ کے مولف تعظیم علی شایاں بریلوی نے آپ کو سعید امر وہوی (شاگرد ذکی مراد آبادی) کا شاگرد لکھا ہے۔ لیکن آپ کی ایک غزل کے مقطع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو امیر مینائی لکھنوی سے شرف تلمذ رہا ہوگا۔ وہ مقطع یہ ہے:

پروازِ فکر تیری ثریا سے ہے بلند ☆ پروین یہ سب ہے فیض جناب امیر کا
آپ کے ایک معاصر مورخ مولوی اصغر حسین ساکن محلہ گداری نے آپ کو مومن حسین صفی کا ہی شاگرد لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”مولوی محمد اسحاق پروین صاحب علم عربی و فارسی ہیں
اور علم طبابت بھی حاصل کر لیا ہے۔ یہ بھی شاعر ہیں اور
مومن حسین صفی کے شاگرد ہیں“۔

صاحب تاریخ اصغری مولوی اصغر حسین سے آپ کے دوستانہ تعلقات و مراسم تھے۔ آپ نے ان کی فرمائش پر ”تاریخ اصغری“ کی تاریخ کہی جو اصغر حسین صاحب نے اس عنوان کے ساتھ تحریر کی:

قطعہ تاریخ از نتائج افکار طبیب لبیب مولوی محمد اسحاق متخلص بہ پروین
اس کتاب دو باب را پروین ☆ در میان عیسوی دو تاریخ است
آں یکی شد ”خزانہ تاریخ“ ☆ و آں دوم ”نخبۃ التواریخ“ است
آپ کا اکثر کلام ضائع ہو گیا مختلف ماخذ اور ذرائع سے راقم السطور کو جو کلام ملا اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی غزل گوئی اور نعت پر ان کی گرفت کتنی مضبوط ہے۔ دستیاب کلام میں چند غزلیں، نعت سرور کائنات مناقب شیخین نیز چند تاریخی قطعات شامل ہیں۔ کلام میں پختگی اور عذوبت پائی

تاریخ اصغری صفحہ ۱۸۳، مولفہ مولوی اصغر حسین

اس شوخ نے جو سر پہ نکالی ہے آڑی مانگ
 پروازِ فکر تیری ثریا سے ہے بلند
 نہ پہلو میں جب تک نگار آئے گا
 چٹکنے لگا غنچہ آرزو
 جو دشمن سمجھتا ہو ناصح تجھے
 جو دیکھو نہ دیکھو گے میری طرف
 جہاں ہوگا جلوہ ترا شمع رو
 ہے کیسی میرے غم خانے کی صورت
 نہیں ایسی تو پیانے کی صورت
 ملا جب ان کا دامن ہو گئے ہیں
 انہیں رہتی ہے کیوں دیوانگی سی
 تری یادوں سے ہے آبادیِ دل
 تری تصویر پر اے شمع رو ہے
 نمودی جلوہ دیوانہ کردی
 بہ دل ہائے ہزاراں خانہ کردی
 کے محروم از پیانہ کردی
 بگردی خاک آلودہ سر آں
 گہے خود رونق بت خانہ باشی
 بدار آویختی دیوانہ را
 چرا گشتی بگرد شمع رویاں
 کشیدی آہ با ایں بے نیازی
 کے حال پریشانی نداند
 چو پروانہ بکشت و سوخت پروین

دل ہو گیا فقیر اس آڑی لکیر کا
 پروین یہ سب ہے فیض جناب امیر کا
 تجھے کس طرح دل قرار آئے گا
 مرے گھر وہ جان بہار آئے گا
 اسے کیوں ترا اعتبار آئے گا
 مجھے پیار بے اختیار آئے گا
 یہ پروین پروانہ وار آئے گا
 ہوئے اپنے بھی بیگانے کی صورت
 تری آنکھیں ہیں میخانے کی صورت
 مرے آنسو بھی ڈردانے کی صورت
 نہ دیکھیں جب وہ دیوانے کی صورت
 کبھی دیکھ آ کے ویرانے کی صورت
 فدا پروین پروانے کی صورت
 زدنی ہم زدیں بیگانہ کردی
 ہزاراں خانماں ویرانہ کردی
 کے را محرم میخانہ کردی
 بزلف ایں زدستت شانہ کردی
 گہے خود کعبہ را ویرانہ کردی
 چرا ایں شوخی زندانہ کردی
 چرا خود را چنیں پروانہ کردی
 طواف کوچہ جانانہ کردی
 ز چشم مست خود افسانہ کردی
 و لیکن شمع ساں پروانہ کردی

شیخ وزیر علی مجنوں صدیقی

شیخ وزیر علی صدیقی متخلص بہ مجنوں ابن شیخ بھادون ساکن محلہ بارہ پوتی (از اولاد حضرت شیخ معین الدین ناگوری)، آپ کے بارے میں کوئی خاص معلومات فراہم نہ ہو سکیں، البتہ صاحب تاریخ اصغر فی مولوی اصغر حسین، ساکن محلہ گذری نے آپ کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ:

”شیخ وزیر علی ہر دل عزیز خندہ پیشانی شاعر تھے۔ مجنوں ان

کا تخلص تھا۔ عالم جوانی میں لا ولد مر گئے۔“ (صفحہ ۴۶)

شاعری میں مولوی فضل حسین سعید شاگرد مہدی حسن ذکی مراد آبادی

سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام :-

آزاد اس خیال سے ہونا محال ہے رہتی ہے بخودی میں بھی تیری خبر مجھے

تڑپا دیا ہے دل کو امید وصال نے یاد آگئی ہے جب تری نیچی نظر مجھے

÷÷÷÷÷

سید حسین کامل

سید حسین کامل ابن نذر حسین ابن امداد علی، ساکن محلہ قاضی زادہ

آپ کے بارے میں بھی کوئی خاص معلومات فراہم نہیں ہو سکیں۔ حبیب احمد اتق

کاظمی نے اپنے رسالہ ”شاعر امر وہ“ میں لکھا ہے کہ:

”اچھے شاعر تھے۔ طبیعت میں موزونیت خداداد تھی۔ فن

میں مومن حسین صفی کے شاگرد تھے۔ بڑے علم دوست شخص تھے، اہل علم سے خاص محبت رکھتے تھے۔ اپنے مکان پر باقاعدہ محفل مشاعرہ منعقد کرتے۔ شاعری میں مومن حسین صفی اور ابوالحسن فرقی کے شاگرد تھے۔ ۱۳۲۳ھ، ۱۹۰۶ء میں وفات پائی۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

ادانہ وصف ہو غنچوں سے لعل لب کا ترے _____ ہزار بار چمن میں زباں کو لال کریں
اٹھا کے چلتے ہیں سر کو جہان میں کم ظرف بلند سر نہ کبھی شاخ میوہ دار رہے

◆◆◆◆◆

اعظم علی اعظم نقوی

اعظم علی اعظم ابن مولوی رمضان علی ناطق، ساکن محلہ قاضی زادہ (از اولاد میر علی بزرگ) عربی فارسی کے اچھے عالم تھے۔ شعر گوئی میں خاص دخل رکھتے تھے۔ شاعری میں فضل حسین سعید امر وہی کے شاگرد تھے۔ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ امر وہی کی اکثر مطبوعات پر آپ کی تاریخیں ملتی ہیں۔ صاحب تاریخ اصغری لکھتے ہیں:

”اعظم علی شاعر تخلص شعرا چھا کہتے ہیں صاحب دیوان ہیں“

دیوان شائع نہیں ہوا ہے۔ امر وہی کے مختلف رسائل میں کلام موجود ہے۔ ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔ اولاد میں دو فرزند ابوالحسن اور مہدی حسن تھے جن کی اولاد امر وہی میں آباد ہے۔ نمونہ کلام:-

اے دل اگر وہ عیسیٰ دوراں خفا نہیں بیمار جاں بلب کو وہ کیوں پوچھتا نہیں
قاصد ذرا خدا کے لئے یہ ہمیں بتا وہ بت ہمارے وصل پر راضی ہے یا نہیں

لکھا خطِ غبار میں خوش خط نے خط مجھے یہ رمزدل ہے آئینہ رو کا صفا نہیں
 چھوٹے بتوں کا عشق فقط اس کے بہنے سے ناصح مرا رسول نہیں ہے خدا نہیں
 قیامت ہے نہیں ڈرتے عذابِ روزِ محشر سے الہی ان بتوں کا دل ہے یا ٹکڑا ہے پتھر کا
 مجھے بوسے لبوں کے دیکے وہ شیریں دہن بولا مزہ ہوتا ہے ایسا بھی بھلا قندِ مکرر کا

◆◆◆◆◆

فضل حسین سعید

فضل حسین سعید ابن صادق علی ابن مہر علی، ساکن محلہ مجا پوتہ (ازاولا،
 حضرت شاہ ولایت)، ولادت ۱۸۰۳ء، فارسی زبان کے اچھے عالم تھے۔
 شاعری میں شیخ مہدی حسن ذکی مزاد آباہی کے شاگرد تھے۔ امر وہ کے استاد
 شعراء میں شمار ہوتا تھا درس و تدریس شغل رہا۔ حبیب احمد قلی کاظمی لکھتے ہیں:
 ”فارسی کی استعداد بہتر تھی، اپنے زمانہ میں بلحاظ علم
 مشہور و معروف تھے، شہر کے مختلف حصوں کی تعداد
 ان کے فارسی خواں شاگردوں کی ہے۔ عربی بھی جانتے
 تھے، علم عروض اور قواعد شاعری پر عبور تھا۔“

اردو کے دو دیوان مرتب کئے تھے جو زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے۔
 امر وہ کے گلہ ستوں میں آپ کا خاصا کلام موجود ہے۔ ۱۰/۱۰/۱۳۲۶ھ
 ۱۹۰۹ء میں وفات پائی۔ فن شاعری میں تلامذہ کی تعداد بھی
 جن میں اعظم علی اعظم، محمد سلام اللہ خاں سلامی، حکیم محمد اسحاق پروین صدیقی

”شاعر امر وہ“ ماہ اگست ۱۹۲۸ء صفحہ ۷

منظور احمد افسر امر وہوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اولاد میں حیدر حسن لا ولد، حمید حسن اور سعید حسن وغیرہ تھے۔ ان میں حمید حسن کے ایک فرزند حبیب حسن نزیل لکھنؤ ہیں۔ نمونہ کلام :-

چھڑکانہ ضد سے اس نے زخ بے مثال پر	میرے غبار کا ہوا جو شک گلال پر
اس رشک گل کو دیکھ لے بلبل جواک نظر	پروانہ وار صدقہ ہو شمع جمال پر
جان عزیز مانگے تو حاضر کروں یہ دل	مرتا ہوں ایک شاہد یوسف جمال پر
آنے سے خط کے صاف یہ عقدہ کھلا سعید	اختر کمال حسن کا آیا زوال پر
گودولت وصال سے اب تک ہوں بے نصیب	پر تقطوا پڑھا ہے تردد کی جا نہیں
حسن اس پری نژاد کا عابد فریب ہے	وہ کونسا بشر ہے جو اس پر فدا نہیں
رنگین نظر جو آتے ہیں قاتل کے دونوں ہاتھ	خون شہید ناز ہے رنگ حنا نہیں
میں نے جو گد گدایا تو کہنے لگا وہ شوخ	حضرت کدھر مزاج ہے سر تو پھرا نہیں
لو آئینہ میں آپ کا ثانی دکھائیں ہم	تم کو گماں ہے مثل مری دوسرا نہیں
عادت کی بات ہے یہ عداوت نہیں سعید	زہار جائے شکوہ جو رو جفا نہیں

♦♦♦♦♦

مولوی قطب الدین قطب صدیقی

مولوی قطب الدین صدیقی ابن خلیفہ احمد الدین، ساکن محلہ قریشی (از اولاد قاضی نظام الدین صدیقی قریشی) ولادت ۱۲۸۰ھ ابتدائی قاری پڑھنے کے بعد لکھنؤ گئے اور غنشی شمس الدین مولف ”لظم پروین“ سے فن خوشنویسی حاصل کی اسی دوران لکھنؤ کے دیگر اساتذہ سے علوم متداولہ حاصل

کئے۔ بعد میں دہلی جا کر حافظ امیر الدین سے ”خطِ نسخ“ کی مشق کی اور فن خوشنویسی میں کمال پیدا کیا۔ علامہ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

”خوش نویسی میں کمال حاصل کیا۔ اور اسی فن کو ذریعہ معاش بنایا پیشہ کے اعتبار سے خوش نویس تھے۔ لیکن حقیقتاً درویش پاک باطن، عالم عامل اور شاعر شیریں مقال شگفتہ طبع تھے۔ مذاق صوفیانہ تھا۔ عوام سے علوم معارف و حقائق و اسرار مخفی رکھتے۔“

علوم اسلامیہ، قرآن و حدیث، فقہ و تصوف وغیرہ نیز علوم حکمت، نجوم جفر، رمل، طب، ریاضی، عزائم، سحر و کیمیا پر مہارت رکھتے تھے۔ ان فنون میں اکثر کتابیں تالیف کیں تھیں جو ضائع ہو گئیں۔ رسالہ ”سلاح المؤمن“ اور مثنوی ”در المنظوم“ تذکرۃ الکرام کے زمانہ تالیف ۱۹۳۲ء تک غیر مطبوعہ موجود تھیں جیسا کہ محمود احمد عباسی نے لکھا ہے۔ کلام کا ذخیرہ بھی خاصہ تھا جو تلف ہو گیا۔ آخر عمر میں شاعرانہ طرز ترک کر دی تھی صرف پند و نصائح منظوم فرماتے اور یہ شعر پڑھتے:

آنچه گفتم توبہ کردم زانکہ نیست ☆ در سخن معنی و در معنی سخن

اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۳۰ ربیع

الثانی ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۲ء بروز جمعہ وفات پائی۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

اکرم الخلق احمد عربی ہاشمی ابطحی و مطلق

سید المرسلین امام ہدی مصطفیٰ مجتبیٰ حبیب خدا

منبع علم و مظہر اسرار مہبط وحی و مطلع انوار

تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۳۵ مولفہ محمود احمد عباسی

آیت رحمت الہی اوست در جہاں حجت الہی اوست
 افضل المخلوق وسید البشر است بعد حق از ہمہ بزرگ تراست
 سبب آفرینش عالم خاتم الانبیاء شفیع امم
 ہست جنت گلے زبستانش صد چو رضوان غلام و دربانش
 سیرش اسری بعبدہ لیلیا منزل قرب اوست او ادنیٰ
 غاشیہ دار اوست جبرائیل بر رکابش دوندہ اسرائیل
 لامکان و مکان براہش فرش طالب خیر مقدم او عرش
 انبیاء منتظر بیدارش سروراں بندہ و پرستارش
 رحمت حق برو و اصحابش ہمہ ذریات و احبابش

سیدی قطب عاجز و رنجور

تاکجا از مسگان کویت دور (ماخوذ تذکرۃ الکرام)

◆◆◆◆◆

ابوالحسن فرقی نقوی

مولوی ابوالحسن فرقی ابن نیاز علی نیاز، ساکن شفاعت پوتہ
 (از اولاد حضرت شاہ ولایت)، ولادت تقریباً ۱۲۳۶ھ۔ ذی علم شاعر و ناثر
 اور فارسی ادبیات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ امروہہ کے تمام مورخین نے
 ان کا ذکر کیا ہے۔ صاحب دیوان تھے۔ نثر میں بھی دو تین کتابیں آپ کی یادگار
 ہیں۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں میں نظم و نثر کا ذخیرہ موجود و محفوظ ہے۔
 مولوی بشیر حسن لکھتے ہیں؛

”سید ابولحسن (فرقتی) فارسی میں دست گاہِ کامل رکھتے تھے۔ اردو کے بڑے شاعروں میں سمجھے جاتے تھے۔ شہر کے اکثر شعراء آپ سے اصلاح لیتے تھے۔ نثر بھی اچھی لکھتے تھے۔ میرانس لکھنوی نے آپ کے لئے ”مسلم الثبوت شاعر“ کے الفاظ کہے تھے۔“^۱

ایک ضخیم دیوان موسوم بہ ”عقیق جگری“ مطبوعہ ۱۲۹ھ (جس میں کئی سو غزلیں، رباعیات، قطعات، سلام وغیرہ ہیں) کے علاوہ ”ضیا الصنائع“ رسالہ ”ضیاء البدائع“ ”مدح پیغمبر“ وغیرہ تصانیف ہیں۔ شاعری میں میر عشق لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ تلامذہ کثیر تعداد میں تھے۔ اولاد ذکور میں تین صاحبزادے حسن ضیاء ضیاء، ابوالمعالی لا ولد نادر حسن تھے۔ ضیاء حسن ضیاء اور نادر حسن کی نسل میں بہت لوگ ہیں جو مختلف جگہوں پر آباد ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

کیا کہئے کہ آتا ہے کلیجہ مرا منہ کو	منہ پھیر کے جب ہوتا ہے انکار کسی کا
دیکھا ہے قفس خواب میں تعبیر یہی ہے	یہ طائر دل ہوگا گرفتار کسی کا
بے طور جو یوں راتوں کو ہوتی ہے شرر بار	کیا پھونکے گی گمراہ شہر بار کسی کو
آب دم شمشیر سے اغیار ہیں سیراب	چلتا نہیں افسوس ادھر وار کسی کا
کیوں نیند اڑی جاتی ہے میری نہیں معلوم	یاد آگیا کیا دیدہ بیدار کسی کا
کچھ اور دوا مجھکو طبیبو نہ بتانا	ہے وصل کا نسخہ مجھے دربار کسی کا
بنتا ہے مرے جسم پہ ہر مونے بدن خار	یاد آتا ہے جس دم گل رخسار کسی کا
اے شاہ نجف آپ سے ہے عرض یہ للہ	محتاج نہو ذائق زار کسی کا
زلف سیہ جو روئے مہ صفا سے ہٹ گئی	نخل پڑ گیا کہ چاند کہن سے نکل گیا

شجراتِ سعادت امر وہ صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳

محسن حسین سخی

محسن حسین سخی نقوی ابن ولی حسین ولی، ساکن محلہ گذری، ولادت ۱۸۴۸ء۔ بسلسلہ ملازمت کافی عرصہ آگرہ میں قیام رہا۔ کچھ عرصہ جلیسر ضلع ایٹہ میں اول محرر جانچ نقشہ جات اور امین پیمائش رہے نیز ریاست جودھ پور میں بھی بزمہ سواران ملازم رہے۔ خط نستعلیق اچھا لکھتے تھے۔ مولوی اصغر حسین لکھتے ہیں:

”خط نستعلیق بہت پاکیزہ لکھتے ہیں اردو کا شعر بھی خوب کہتے ہیں۔“

شاعری میں اپنے برادر بزرگ جناب مومن حسین صفی کے شاگرد تھے۔ مرزا حاتم علی مہر اور عنایت علی ماہ کے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ لالہ سری رام لکھتے ہیں:

”رعایت لفظی کے مفتوں ہیں کنگھی چوٹی کے مضامین خوب لکھتے ہیں۔“

۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ نمونہ کلام مندرجہ ذیل ہے:-

کتنے ہی بے گنہ تیرے شمشیر ہو چکے	ظالم ذرا سمجھ کے ستمگار دیکھ کر
جاتا ہے یہ جنازہ اسی خستہ تن کا آج	کل آپ آئے تھے جسے بیمار دیکھ کر
سب سیم تن جہاں میں ہیں خود کام اے سخی	ملتے بھی ہیں کسی سے تو زردار دیکھ کر
اس کے فقیر خلق سے آزاد ہو گئے	تکیہ بنا کر بیٹھ رہے کوئے یار میں
تم کیا گئے کہ دل ہی تڑپ کر نکل گیا	نھہرا تمہاری طرح نہ یہ بھی کنار میں
مینہ تم اپنے دوپٹے سے چھپائے رکھو	نگہ تیز سے ہوتے ہیں حجر کے ٹکڑے
دل کیا آپ نے کل تیر نظر سے زخمی	تیغ ابرو سے کئے آج جگر کے ٹکڑے
سر پٹکتے مجھے چوکھٹ پہ جو دیکھا تو کہا	لکھے ہیں اس کے مقدر میں بھی سر کے ٹکڑے
روتے روتے جوڑکا میں تو وہ بولے نہیں کر	کر دیئے آپ نے کیوں سداک گہر کے ٹکڑے

تاریخ اصغری صفحہ ۱۶۱، مولفہ مولوی اصغر حسین
نم خانہ جاوید جلد چہارم صفحہ ۱۳۸، مولفہ لالہ سری رام

جواد حسن شمیم

مولوی جواد حسن شمیم ابن حیدر حسین حکیم، ساکن محلہ دانشندان (از اولاد محمد اشرف دانشمند) ولادت ۱۲۵۵ھ اشرف المدارس امر وہ بہ میں تحصیل علم کی۔ عربی فارسی اردو زبانوں پر مہارت رکھتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد فکر معاش کی تلاش میں امر وہ بہ سے نکلے اور تیس سال حیدرآباد دکن اور بیس سال ریاست رام پور میں ملازم رہے۔ خط نستعلیق و خط شکست لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ نواب حامد علی خاں والی ریاست رامپور کے خاص درباری شاعر رہے۔ نواب موصوف آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں شمیم امر وہ ہوی کو "فرزدق ہند" کا خطاب عطا کیا۔ امر وہ بہ کے نامور اور باکمال شعراء میں سے تھے۔ شاعری میں پہلے مولوی ابوالحسن ساکت امر وہ ہوی سے تلمذ تھا۔ لیکن ان سے کسی بات پر ناراضی ہوئی تو ان کی شاگردی سے انکار کر دیا۔ اگرچہ ساکت مرحوم نے انھیں بڑی لگن اور خلوص سے بنایا اور سنوارا تھا۔ خود اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں :

سب جانتے ہیں اس مرے لطف عمیم کو
یہ بو کہاں تھی میں نے بسایا شمیم کو

بعد میں مولوی ابوالحسن فرقی سے رشتہ تلمذ جوڑا۔ ایک مرثیہ پر مفتی محمد

عباس سے بھی اصلاح لی تھی۔ شمیم امر وہ ہوی زود گوئی میں مشہور تھے۔ تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔ امر وہ بہ کے علاوہ رامپور، مرادآباد، بدایوں وغیرہ میں آپ کے شاگرد تھے۔ زیادہ تر مرثیہ، سلام اور نوتے کہتے۔ غزل بہت کم کہتے تھے۔ طبیعت میں مزاج بہت تھا۔ ہزل میں بھی کلام ملتا ہے۔

کلم محرم ۱۳۳۲ھ، ۳۰ نومبر ۱۹۱۳ء میں وفات پائی۔ صاحب خم خانہ جاوید لالہ سری رام نے شمیم امر وہوی کا سنہ وفات ۱۳۳۲ھ م ۱۹۱۴ء لکھا ہے لیکن شمیم امر وہوی کے پوتے قائم رضا شمیم امر وہوی نے اپنے قطعہ تاریخ میں ۱۳۳۲ھ لکھا ہے۔ قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے:

رواں پہلی محرم کو ہوئی روح شہِ مظلوم کی الفت ہے شاید
تخلص کی لطافت کیا بیاں ہو شمیم گلشنِ جنت ہے سید ۱۳۳۲ھ

کلم محرم ۱۳۳۲ھ ۳۰ نومبر ۱۹۱۳ء کے مطابق ہے! شمیم امر وہوی کے دو صاحبزادے تھے۔ معجز حسن و برجیس حسن، برجیس حسن برجیس شاعر تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے قائم رضا شمیم امر وہوی امر وہہ کے معروف مرثیہ نگار تھے۔ ان دونوں شعراء کے حالات تذکرہ طحا میں شامل ہیں۔ نمونہ کلام :-

خود شہادت دے رہی ہے سرخی رخسارِ صبح
آفتابِ حشر چمکا اور خریدار آگے
تیرے شیدا کو نظر آئی خدائی بت پرست
وصل کی شبِ صور کی آواز تھی بانگِ ازاں
آبِ شمشیرِ صنمِ عاشق کے حق میں زہر ہے
ان کی صورت دیکھ کر حیرت سے کہتے ہیں بشر
عالم رویا میں وہ خورشید آیا میرے گھر
یاد روئے گل میں پہروں خون روتا ہوں شمیم

ہے کسی کشتہ پہ گریاں دیدہ خونبارِ صبح
یارِ محشر میں بنا ہے یوسف بازارِ صبح
خطِ ابیض کو بھی سمجھا رشتہ زنتارِ صبح
ہم کو آثارِ قیامت بن گئے آثارِ صبح
جس طرح سے شب کے حق میں شربت دیدارِ صبح
سورۃ والفجر ہے یا مصحفِ رخسارِ صبح
خواب میں ہم کو ملا ہے طالع بیدارِ صبح
جب شفق سے پھولتا ہے چرخ پر گلزارِ صبح



خلیفہ آلِ نبی مضطر

خلیفہ آلِ نبی مضطر ابن محمد تقی جعفری، ساکن محلہ دربارِ کلاں، ولادت تقریباً ۱۸۴۹ء، اچھے خوش نویس تھے۔ کلکٹریٹ مراد آباد میں ملازم رہے۔ شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ جو اد حسن نسیم امر وہوی سے اصلاح لیتے تھے۔ نسیم چمن، پیام یار، معیارِ سخن وغیرہ میں آپ کا خاصا کلام موجود ہے۔ ۱۹۱۳ء میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں تین صاحبزادے سبطِ نبی، اعجازِ نبی اور غلامِ نبی اوج (مرحوم) پاکستان میں آباد ہیں۔

نمونہ کلام :-

بتوں کے عشق سے پتھر ہے رکھنا دل پہ پتھر کا	پرستش کے لئے پتلا بنالوں سب مرمر کا
بھلا پیر فلک کو اور کیا اردش سے مطلب ہے	خیال اس فتنہ رکو ہے میری قسمت کے چکر کا
جناب شیخ میخانہ میں کیوں آئیں نصیحت کو	کسی کے در پہ کیوں جائے گدا اللہ کے گھر کا
وہ بارش کے سبب جانے نہ پائے میرے مسکن سے	رہو نگا حشر تک ممنون اپنے دیدہ تر کا
بنا شاہ شہیداں قلب مضطر ظلم سبہ سبہ کے	کلاہ دل پہ طرہ ہے کسی کے تیر کے پر کا

تیر جفا سے کرتے ہیں عاشق کے دل میں راہ صدقے حضور آپ کی اس رسم و راہ کے

نظارے کی ہوس مقتل میں لائی ان آنکھوں کی بدولت کور جہانگی

نسیم چمن ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء

۱

غلام نبی خان شاعر عباسی

مولوی غلام نبی خان شاعر ابن مولوی حکیم محمد محبت علی خان عباسی ساکن محلہ کوٹ (از اولاد مولانا لال عباسی)، اردو فارسی ادبیات میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے۔ عرصہ تک سب رجسٹرار رہے۔ شعر گوئی کے علاوہ نثر نگاری میں بھی ذی کمال تھے۔ آپ نے نثر میں کتاب ”نخبۃ التواریخ“ مولفہ مولانا آل حسن نخشی کی رد میں ”رد نخبہ“ کے نام سے لکھی تھی۔ جس کا انداز تحریر بڑا مدلل اور نثر سادہ و سلیس ہے۔ شعر گوئی میں مولوی ابوالحسن ساکت مرحوم اور مولوی شاہ راپور سے تلمذ تھا۔ ہر صنفِ سخن میں شعر کہتے تھے۔ مولانا آل حسن نخشی لکھتے ہیں:

”حافظ غلام نبی طرفہ امثال و اقران است و در شعر و سخن
و تاریخ و ترمیم و عروض و قافیہ و معانی و بدیع بہرہ وافر می
دارد و باد استاد خود سید ابوالحسن ساکت پہلومی زند“

آپ کی ایک مثنوی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے بیان میں ”مطلع نور“ (مطبوعہ) یادگار ہے۔ کلام مختلف گلدستوں میں شائع ہوا ہے۔ تلامذہ کی تعداد بھی کثیر تھی۔ جس میں غشی عبدالرب شکیب محمد داؤد داؤد عباسی، صوفی نور اللہ عیش صدیقی، مولوی عبید اللہ فرحتی عباسی امر وہ کے نامور شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ ۶ نومبر ۱۹۱۴ء بروز جمعہ وفات پائی۔ مولوی فضل ستار لاہوری نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا:

شاعر عالی گہر ہے فوت گشت بو د در بزم علو مش فوق جائے
ذی کمال و ذی نوال و ذی کرم صاحب علم و عمل باہوش و رائے
لا ابالی با مسجائے سخن گفت سالتش ”شاعر مغفوروائے“
۱۹۱۴ء

اولاد ذکور میں دو فرزند آل عباس اور سبط عباس صاحب تھے۔ آل عباس کے منصور عباس، ناصر عباس اور مہدی عباس ہوئے اور سبط عباس صاحب کے ایک فرزند نہال عباس تھے۔ جن کے مشفق جلال عباس (ریٹائرڈ ڈپٹی لائبریرین مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ڈاکٹر عامر عباس، کمال عباس، فضل عباس اور افضال عباس وغیرہ ہیں مآتا اللہ سبھی بھائی ذی علم اور بااخلاق ہیں۔

نمونہ کلام :-

نیام یار سے جس وقت تیغ خونچکاں نکلی فلک پر برق تڑپی رعد چایا کہ جاں نکلی
زمین و آسماں کا فرق تھا دونوں کو جب جانچا سر اسر سیدھی اس کی مانگ نیزھی کبکشاں نکلی
نہ حاصل کر سکے ہرز کرشمے اس کی ابرو کے بہت بن بن کے رئیس اے فلک تیری کماں نکلی
نہ آئیں بچکیاں انسان کو کیوں دم نکلتے دم صراحی سے جو مئے نکلی تو لیتی بچکیاں نکلی
خن گوئی میں ان کا قافیہ کیا تنگ ہو شاعر اصول نظم سے ہے جن کی قدر شایگان نکلی

☆
اٹھائے رنج و غم اے جان کیا کیا کہوں فرقت کی شب کا ماجرا کیا

÷÷÷÷÷

حمید حسن جوہر

حمید حسن ابن سعید حسن ساکن محلہ کٹکوئی (از اولاد دوست علی نبیرہ گان

حضرت شاہ ولایت (حمید حسن کے والد سعید حسن مراد آباد کے معروف و کلاء میں سے تھے۔ حمید حسن بھی ذی علم تھے۔ ریاست پچین نزد بمبئی میں مصاحبت اور درس و تدریس پر مقرر تھے۔ نعت اور مرثیہ کے اچھے شاعر تھے۔ ایک دیوان بھی بمبئی سے شائع کیا تھا جو اب نایاب ہے۔ شاعری میں مولوی جواد حسن شمیم امر وہوی کے شاگرد تھے۔ ۱۹۱۴ء میں انتقال کیا۔ فرزندوں میں عزیز حسن و حبیب حسن تھے۔ عزیز حسن کے دو صاحبزادے نفیس حسن اور عدیل حسن ہوئے۔ نفیس حسن سکر ایٹ لیتھو میں اچھے عہدہ دار تھے۔ حکومت ہند کی جانب سے بحیثیت ترجمان روس گئے۔ آپ کے تین صاحبزادے سبط جمال، عزیز جمال اور قیصر جمال ہیں۔ حبیب حسن صاحب کے بھی دو صاحبزادے سید حسن و محمد حسن ہیں۔

نمونہ کلام :-

دل اپنا اس کی زلفِ شکن در شکن میں ہے دیوانہ ہو گیا ہے جو قبلہ رسن میں ہے
 مل کر گلے رقیب کے آیا ہے میرے پاس کچھ بوئے غیر آج ترے پیرہن میں ہے
 باتوں سے ان کی زخمِ جگر کے برے ہوئے اللہ رے کس قدر نمکینی خن میں ہے
 شاید اسی صنم سے ہے دونوں کو رسم و راہ یہ تفرقہ جو شیخ میں اور برہمن میں ہے
 اغیار خار کھاتے ہیں بن بن کے خال پر جو ہر کے ساتھ آج وہ گل روچمن میں ہے

+++++

حکیم ضیاء الحسن دل رضوی

حکیم ضیاء الحسن دل رضوی ابن بدرالدین، ساکن محلہ قریشی (علی جان منزل از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) "تذکرہ شعراء روہیلکھنڈ" کی

روایت کے مطابق ” پہلے محکمہ پولس مظفر گڑھ میں ملازم رہے بعد میں شکار پور سندھ میں مطب کیا اور ۱۹۱۳ء میں کاٹھیاواڑ میں قیام تھا۔ “ شاعری کا ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ دل تخلص کرتے تھے۔ خورشید مصطفیٰ رضوی لکھتے ہیں؛

” ضیاء الحسن نہایت خوش رو اور خوش مزاج تھے۔ شعر و شاعری سے لگاؤ تھا اور دل تخلص کرتے تھے۔ “

دو دیوان (نغمہ دل) اور ایک مثنوی، ایک واسوخت کے علاوہ فن طب میں ” آئینہ حکمت “ ” آئینہ کیمیا “ ” آئینہ جراحات “ وغیرہ کتابیں آپ کی تالیفات سے ہیں۔ مزاج میں بھی شعر کہتے تھے۔ ایک مرتبہ امر وہ میں کوئی بنیا منصف بن کر آیا تو آپ نے برستہ کہا؛

میزان عدالت ہوئی بنیے کے حوالے ☆ ہر شخص کو لازم ہے قدم تول کے ڈالے

۲۷ مئی ۱۹۱۸ء کو وفات پائی۔ اولاد ذکور میں ایک فرزند حکیم ظہور احمد متخلص بہ جگر تھے۔ جنھوں نے جنوری ۱۹۵۵ء م ۱۳۷۷ھ میں لا ولد انتقال کیا۔ نمونہ کلام :-

احسان جتاتے ہیں مجھے قتل وہ کر کے یہ لطف و کرم ہے تو جفا کہتے ہیں کس کو
دنیا کی کوئی چیز بھی خالق سے جدا ہے حیراں ہوں دل غیر خدا کہتے ہیں کس کو
☆
تمہارے دونوں گیسو لڑ رہے تھے ایک بوسے پر تمہاری مانگ نے جھٹلڑا مٹایا درمیاں ہو کر
یہی تعبیر ہے اے دل رہائی سخت مشکل ہے نظر آئے، گیسو خواب میں جو بیڑیاں ہو کر

÷÷÷÷÷

تذکرہ بدرچشت صفحہ ۴۲۰، مولفہ جناب خورشید مصطفیٰ رضوی

حامد علی خاں حامد امر وہوی

حامد علی خاں حامد ابن حکیم امجد علی خاں ڈپٹی کلکٹر، ساکن محلہ چکلی (از اولاد شیخ سماء الدین کنبوہ) ۱۶ دسمبر ۱۸۶۱ء کو بریلی میں ولادت ہوئی عربی، فارسی، انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپریل ۱۸۸۰ء میں لندن جا کر پیرٹری کی سند حاصل کی۔ ۲ نومبر ۱۸۸۵ء کو اپنے وطن آئے اور لکھنؤ میں پریکٹس شروع کی۔ شعر کہنے کا ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ شاعری میں شیخ علی حزیں لکھنؤی تمیز مظفر علی اسیر لکھنؤی کے شاگرد تھے۔ نثر نگاری میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے۔ صاحب ”خم خانہ جاوید“ لکھتے ہیں؛

”انگریزی زبان میں کمال پیاقت رکھتے ہیں اور اس زبان

(انگریزی) میں بھی صاحب تصانیف نظم و نثر ہیں۔“^۱

انگریزی میں بھی شاعری کرتے تھے۔ منشی پریم چند کے صاحبزادے منشی نوبت رائے نظر سے منظوم مراسلت ہوتی تھی۔ کئی مراسلے ”دیوانِ نظر“ میں راقم الحروف نے بھی پڑھے ہیں۔ جوش ملیح آبادی بھی آپ کے حسنِ اخلاق کے معترف تھے۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۸ء میں وفات پائی تال کٹورہ کی کربلا (لکھنؤ) میں مدفون ہوئے۔ مادہ تاریخ وفات یہ ہے جس سے ۱۳۳۶ھ برآمد ہوتا ہے؛

”مرقدِ حامد علی خاں صلح کل“^۲

نمونہ کلام :-

جب تک کہ تجھے یاد مرا نام نہ آیا او بھولنے والے مجھے آرام نہ آیا

۱۔ خم خانہ جاوید جلد دوم، مولفہ لالہ سری رام ۲۔ یادگار حامد مرتبہ مولانا صفی لکھنؤی ص ۱۳

دولت کو نہ کر جمع کہ پچتائیگا منعم کس کام کا وہ زر جو ترے کام نہ آیا
اللہ ہی نگہاں ہے اس دل کا کہ جس پر تو نے بھی دھرا ہاتھ تو آرام نہ آیا
کیا خوب بسر عمر دو روزہ ہوئی حامد صد شکر کسی کا کوئی الزام نہ آیا
بدلی ہزار شکل مگر شکل تھی وہی الٹا جو لفظ درد کو تب بھی وہ درد تھا

+++++

پیر مستجاب الدین مستجاب و صابر

مستجاب الدین ابن محسن الدین رضوی ساکن محلہ قریشی (از اولاد
حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت تقریباً ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ عربی فارسی
علوم کی تحصیل کی تھی۔ شعر گوئی اور نثر نگاری سے لگاؤ تھا۔ شاعری میں شبیر احمد
خاں شبیر امروہوی کے شاگرد تھے۔ مستجاب و صابر تخلص کرتے تھے۔ خورشید
مصطفیٰ صاحب رضوی لکھتے ہیں:

”مستجاب الدین اچھے ادیب اور خوش فہم شاعر تھے۔
صابر تخلص کرتے تھے۔ نسوانی ادبیات سے خاص ذوق
تھا۔ اس زمانے کے معیاری رسائل و اخبارات آپ
کے رشحاتِ قلم سے آراستہ ہوتے تھے۔ ۱۹۱۱ء میں ایک
کتاب ”انشائے مستجاب“ تحریر کی جو بہت مقبول
ہوئی۔“

اکتوبر ۱۹۱۸ء میں انتقال کیا اولاد میں صرف ایک صاحبزادی صابریہ
خاتون تھیں (جو خورشید مصطفیٰ صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں)

تذکرہ بدر چشت، مولفہ خورشید مصطفیٰ رضوی صفحہ ۳۹۵

نمونہ کلام :-

پردہ دل میں مرے ماہ جبیں رہتے ہیں
 دیر و کعبہ سے ہمیں کچھ نہیں مطلب اے بت
 آج کل زوروں پہ ہے اپنا مقدر اے دل
 شوق پابوس کی حسرت میں پس مرگ بھی ہم
 دل تو دیتے ہو حسینوں کو مگر یاد رہے
 میں گنہگار جہاں ہوں یا حبیب
 ہم گنہگاروں کو رحمت کا تری
 آرزو بر آئے گی اے مستجاب

اب تو اللہ کے گھر میں بھی حسین رہتے ہیں
 تیرے دروازے پہ سجادہ نشین رہتے ہیں
 غیر رہتا ہے جہاں ہم بھی وہیں رہتے ہیں
 بن کے کوچے میں ترے رُوز میں رہتے ہیں
 مستجاب ان کے طریقے یہ نہیں رہتے ہیں!

مجھکو دامن میں چھپانا چاہئے
 حشر کے دن شامیانہ چاہئے
 سائل اس کے در کا رہنا چاہئے!

جو حسن میں نہیں کوئی تمہارا ہم پلہ
 تو عاشقی میں ہمارا کوئی جواب نہیں

مولوی تسلیم احمد اکمل

مولوی تسلیم احمد کنوہ متخلص بہ اکمل ابن شیخ تمیز علی ساکن محلہ شاہی
 چبوترہ پیدائش ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء۔ ابتدا مولانا آل حسن نخشی، صاحب نخبۃ
 التواریخ وغیرہ سے عربی، فارسی کی درسیات کی تحصیل کی۔ پھر کانپور جا کر مختلف
 اساتذہ سے تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ تصنیف و تالیف سے خاص لگاؤ تھا۔
 سماع کے شوقین اور مزامیر کے جائز ہونے کے قائل تھے۔ ۱۳۲۰ء میں ایک
 کتاب ”الفراد البیہ فی تمیز بین السنیۃ والشیعہ“ اردو میں شائع کی اور دوسری

جلوہ یار صفحہ ۱۸ ماہ ۱۹۰۹ء

۲

جلوہ یار صفحہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۹ء

۱

کتاب ” زمزمہ عشاق “ حلت مزامیر میں ہے۔ ۱۹۲۱ھ م ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ ” گلشن سخن امر وہ “ وغیرہ گلدستوں میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے۔
نمونہ کلام :-

اکمل یہ جانتے تو نہ کرتے کسی کی چاؤ ☆ عشق بتاں نے یادِ خدا کو بھلا دیا
+++++

اولاد حسن سلیم نقوی

مولوی اولاد حسین سلیم ابن مولوی محمد حسن ساکن محلہ شفاعت پوتہ ۱۲۶۸ھ م ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ جا کر مفتی محمد عباس مجتہد لکھنوی سے اخذِ علوم کیا۔ فنِ خوش نویسی میں کمال رکھتے تھے۔ اشرف المساجد واقع محلہ شفاعت پوتہ میں جو قرآنی آیات کندہ ہیں وہ آپ کے فن کی شاہکار ہیں۔ فنِ شعر گوئی میں عشق لکھنوی سے تلمذ تھا۔ اردو، فارسی میں ذخیرہ کلام موجود ہے۔ ” دلائل حسینیہ “ ” نیرنگ زمانہ “ ” طرفتہ العین “ ” چراغ ایمان “ ” نیچہ الاشاعت فی شرح نیچہ البلاغۃ “ ” انوار المؤمنین “ ” معلم الاطفال “ وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۳۳۸ھ م ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔
مولوی محمد عبادت نقوی متخلص بہ کلیم آپ کے صاحبزادے تھے۔ نمونہ کلام :-

مشکل ہے سوزِ ہجر میں دردِ جگر نہ ہو	شعلے تو بھڑکیں دامنِ دل پر اثر نہ ہو
دل سے غرض ہے تم کو تو زخمی جگر نہ ہو	سب کج ادائیاں ہوں پرتر چھپی نظرت نہ ہو
چشمِ جہاں سے مثلِ نظر ہم رہیں سبک	جز زادِ راہ کا ندھے پہ بار سفر نہ ہو
کچھ بے کہے سلیم کے بولے تو یہ قلم	یہ خشک ہو زباں کہ رقمِ شعر تر نہ ہو

یہ غزل راقم کو ڈاکٹر محمد شفاعت فہیم سے دستیاب ہوئی

کیا بری ساعت پھنسے تھے دام الفت میں سلیم زندگی تو زندگی مرنا بھی مشکل ہو گیا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

کریم اللہ اکرم فریدی

مولوی کریم اللہ اکرم فریدی ابن امیر اللہ ابن مولوی حمید اللہ ساکن محلہ چلہ (از اولاد حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج) مختلف اساتذہ کرام سے تحصیل علم کی ذی علم اور قادر الکلام شاعر تھے۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں میں بلا تکلف شعر کہتے تھے۔ کلام نعت و مناقب اور اخلاقی نظموں پر مشتمل ہے۔ اردو کا ایک غیر مطبوعہ مجموعہ کلام ”بہار فردوس“ کے نام سے موجود ہے۔ کلام پڑتا شیر اور سوز و گداز سے پُر ہے۔ ۱۹۲۲ء میں وفات پائی۔ درگاہ حضرت شیخ چاندہ فریدی میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ مظہر الدین مظہر فریدی نے حسب ذیل تاریخ وفات کہی:

اندر تلاش نور زتیرہ جہاں گذشت
آمد صدائے غیب کہ اے مظہر حزیں
رب کریم مرقدِ وے پُر کند بہ نور
بنویں سالِ رحلتِ او ”نصرت و سرور“
۱۹۲۲ء

اُفتادہ بگردابِ بلا کشتی مارا
نیز آر بدستِ کرمِ خاطرِ مارا
ز جنبشِ انگشتِ تو شد ماہِ دو پارا
ہم باش سوئے مردہِ دلائمِ اشارا

زمانہ زورِ بازوِ یم بہ بیند
بدتم ہست دامنِ محمدؐ

از شعراے روہیلکھنڈ



حضرت ثناء نصیر الدین نصیر

حوادث ضبطِ پائیم آزمایند دلیلم نقشِ پایانِ محمد
 برواے نردشِ دوران کہ ہستم غامانِ غامانِ محمد
 وہ شوخ مرے دل میں بسا ہے بھی نہیں بھی آئینے سے جوں عکس جدا ہے بھی نہیں بھی
 گہ مارے ہے کہ زندہ کرے ہے نظر اس کی یہ حق میں مرے حکم قضا ہے بھی نہیں بھی

+++++

شاہ ضیاء الدین علوی ضیاء نقشبندی

شاہ ضیاء الدین علوی ضیاء ابن شاہ بہاؤ الدین نقشبندی ساکن محلہ
 ملانہ امر وہ، ولادت ۱۳۰۳ھ بچپن میں عرصہ تک اپنے والد کے ساتھ مکہ معظمہ
 میں رہے۔ ہندوستان آکر علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ نقشہ نویسی کا بھی کام
 سیکھا تھا۔ ریاست الورا اور بے پورہ میں ملازمت کی۔ کچھ عرصہ وکالت کی۔
 والد کی بیماری کے۔۔ امر وہ آئے۔ حافظ عباس علی صاحب سے تصوف کی تعلیم
 حاصل کی۔ اگرچہ پہلے سے اپنے والد سے نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھی ایک
 کتاب ”مرآة الانساب“ کے نام سے امر وہ میں مقیم خاندانوں کی تاریخ پر
 لکھی، دوسری تالیف ”دعوة الحق“ ہے جو اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات
 پر مشتمل ہے۔ شاعری سے ذوق تھا۔ تفسیر طبع کے لئے کبھی کبھی شعر کہتے اور اچھا
 کہتے تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں؛

حضرت شاہ بہاؤ الدین نقشبندی خلف شاہ امین الدین (م۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ) مرید و خلیفہ
 حضرت شاہ عبدالرحمن شاہ جہاں پوری، امر وہ کے مرتاض بزرگوں میں سے تھے۔ ۳۷ بار حج و زیارت حرمین
 سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں ایک مکان خرید کر عرصہ تک وہاں مقیم رہے۔ مریدین کی تعداد بہت تھی۔ محمود
 احمد عباسی لکھتے ہیں؛ ”شمالی ہندوستان میں چند ہی اضلاع ایسے ہوں گے جہاں آپ کے مرید و معتقد نہ
 موجود ہوں“ (تذکرۃ الکرام ص ۲۱۸)

”طبیعت کی موزونیت کبھی کبھی فکر سخن پر مائل کر دیتی ہے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں کلام کا ذخیرہ موجود ہے۔“

نمونہ کلام :-

در پس پردہ امکان جہاں نے دیدم جاں آں جملہ ظلالے زرخ جانے دیدم
 ذرہ ذرہ شدہ خورشید ز عکس زرخ یار باچنیں مشعل صدگونہ گمانے دیدم
 اندر آئینہ ظلمت کدہ عکسے می دید ہچوں مہتاب کہ درابر روانے دیدم
 ایں طلاطم کہ بہ دریائے مظاہر افتاد بست زان نقش کہ بر آب روانے دیدم
 ذات نمودہ ضیاء گشت در آغوش نہاں نہ زمانے نہ مکانے نہ نشانے دیدم
 شمع کے اشک بے جان دی پروانوں نے کیسی تاثیر تھی یارب میرے افسانے میں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی محمد امانت اللہ امانت صدیقی

مولوی محمد امانت اللہ امانت صدیقی نقشبندی مجددی ابن شیخ امان اللہ ساکن محلہ قریشی (از اولاد قاضی نظام الدین قریشی) ولادت ۱۲۶۲ھ میں ہوئی۔ مولانا رافت علی حسینی، مولانا آل حسن نخشی سے ادبیات عربی و فارسی کی تحصیل کی۔ مولانا عبدالحق کانپوری سے بھی استفادہ کیا تھا۔ عربی زبان و ادب پر اچھا عبور تھا۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

”زبان عربی مروجہ کے تکلم پر قادر تھے۔ زبان فارسی کے انشاء و نظم و نثر پر قدرت تھی۔ کتب فارسی کے درس کا

ملکہ تامہ تھا۔ فارسی زبان کے مکتوبات منظوم و منشور
یادگار ہیں۔ امانت تخلص کرتے تھے..... مذہب ہنود
میں رسالہ ”داغ لالہ“ اور ردِّ روافض میں چار بیت
منظوم یادگار ہیں۔

۸ شوال ۱۳۴۰ھ، ۲ جون ۱۹۲۲ء میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں
دو صاحبزادے مولانا محمد حکمت اللہ صدیقی اور مولانا محمد نعمت اللہ تھے نعمت
اللہ صاحب کا ذکر تذکرہ ہذا میں جداگانہ تحریر ہے۔ مولانا محمد حکمت اللہ صدیقی
بھی علوم متداولہ کے فارغ التحصیل عالم اور صاحب تالیف تھے۔ نمونہ کلام؛
آنکہ خاشاک تعلق راز قلب خود برفت ہم تن خود را بربید از خلق وزیر خاک خفت
از سر افسوس ہاتف با امانت بفتہ سال رحلت شد بخت جائے حیدر شاہ گفت

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

عبدالقیوم شفیق صدیقی

مولوی عبدالقیوم شفیق، ابن مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی، ساکن محلہ

تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۱۴

۱ یہ قطعہ تاریخ شاہ غلام حیدر خاں ابن نواب محراب خاں رئیس و جاگیردار پیڑ کے انتقال
۲ پر لکھا۔ غلام حیدر خاں اپنے چچا کے ظلم و ستم سے عاجز آ کر پیڑ سے ترک سکونت کر کے مختلف
شہروں میں تے تے امر وہ آئے اور مولانا امانت علی چشتی کے مرید و خلیفہ تے اپنے
وقت کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے تذکرۃ الکرام مولفہ محمود احمد عباسی
۳ مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی کا وطن سندیلہ ضلع ہردوئی تھا۔ بقیہ صفحہ نمبر ۱۴۰ پر.....

ملانہ، ولادت ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں ہوئی۔ آپ نے مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ سے مکمل علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ پندرہ سال کی عمر سے شعر گوئی شروع کی اور جلد ہی اس فن میں ایک خاص مقام پیدا کیا۔ لالہ سری رام ”ختم خانہ جاوید“ میں لکھتے ہیں:

”اگرچہ مرحوم علوم عربیہ میں مہارت وافر رکھتے تھے۔ مگر اردو شاعری میں انہوں نے بہت قلیل عرصہ میں جو ترقی کی تھی حیرت انگیز ہے۔ مرحوم کی شاعری کا آغاز ۱۹۱۵ء سے ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کثرت مشق سے ایک خوش گوار اور سنجیدہ شاعر بن گئے۔“

ابتداء چند غزلوں پر حافظ جلیل مانک پوری سے اصلاح لی۔ لیکن امیر مینائی کے دیوان ”صنم خانہ عشق“ کو اپنا استاد مانتے تھے۔ لالہ سری رام آپ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”کہا کرتے تھے کہ میرا استاد ”صنم خانہ عشق“ ہے کلام میں مضامین کی چاشنی کے ساتھ ساتھ اردو کے روزمرہ کا اچھا نمونہ ہے۔ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ اکثر جستہ تاریخیں کہی ہیں۔“

صفحہ ۱۳۹ کا بقیہ..... بغرض تعلیم امر وہ بہ تشریف آئے اور امر وہ بہ کو وطن ثانی ہونے کا شرف بخشا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی صدیقی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا محمود حسن گنگوہی اور مولانا احمد حسن محدث امر وہی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ عرصہ تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ کے صدر مدرس اور شیخ رہے۔

۱ ختم خانہ جاوید: دفتر لالہ سری رام صفحہ ۱۲ جلد پنجم ۲ ایضاً

آپ کا کلام ہندوستان کے معروف گلدستوں میں شائع ہوتا تھا۔ راقم الحروف کے پاس آپ کا خاصہ کلام محفوظ ہے۔ تلامذہ کی تعداد بھی کثیر تھی جن میں پروفیسر حبیب اللہ خاں غفتر امر وہی، مولوی حکیم محمد عبدالعزیز ملک نوساروی (بمبئی) مولوی ابن حسن حسن صدیقی امر وہی، مولوی احمد امین امر وہی، مولوی اظہار الحق اعجاز و سہیل امر وہی وغیرہ۔

عین عالم شباب میں (بم ۲۵ سال) ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۲ء میں وفات پائی۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

عزت تیرے قدموں سے ملی کون، کاں کو روشن تیرے جلوے نے کیا بزم جہاں کو
 وہ جان گئے نالہ جانکاہ کی تاثیر وہ مان گئے درد بھرے دل کی فغاں کو
 زخمی کئے دیتے ہیں ستمگر تیرے طعنے ہم تیغ سے کچھ بڑھ کے سمجھتے ہیں زباں کو
 ہم خانہ کعبہ کی زیارت کو چلے ہیں، سینے سے لگائے ہوئے تصویر بتاں کو
 اغیار کئے جاتے ہیں اندازِ بیاں پر جوہر وہ ملے ہیں مری شمشیر زباں کو ☆
 ہماری بیخودی نے سب سے غافل کر دیا ہم کو بس اتنا ہوش باقی ہے کہ تم کو یاد کرتے ہیں

÷÷÷÷÷÷÷÷

بابوشیونز این

بابوشیونز این خلف لالہ چھیدا لال خلف لالہ جے گوپال ساکن محلہ قانون گویان امر وہ، امر وہ کے ذی علم و ذی وجاہت لوگوں میں سے تھے۔ بڑے حکام رس شخص تھے۔ انگریز گورنمنٹ کی طرف سے ”رائے بہادر“ کا

خطاب پایا تھا۔ امر وہ میونسپل بورڈ کے چیئر مین رہے تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

”رائے بہادر بابوشیونز این خلف لالہ چھیدا لال ولد لالہ جے گوپال..... رائے بہادر موصوف حکومت کے خیر خواہ، نیک نام رئیس، درباری، اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اول، چیئر مین امر وہ میونسپل بورڈ، اپنے عادات و خصائل کے اعتبار سے ہر دل عزیز تھے۔ مفاد عامہ کے کاموں میں اوقات کا بیشتر حصہ صرف کرتے تھے۔ ان ہی خدمات کے اعتراف میں ان کو ۱۹۲۰ء میں ”رائے بہادر“ کا خطاب حکومت نے عطا کیا۔“^۱

شری گوپی ناتھ سنگھ سکینہ لکھتے ہیں:

”رائے بہادر لالہ شیونز این صاحب آزریری مجسٹریٹ امر وہ بہت مشہور آدمی ہیں۔“^۲

آپ شعر گوئی کا اچھا مذاق رکھتے تھے۔ ”انجمن معراج الادب امر وہ“ کے سرپرست تھے۔ ۲۔ ۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کو انتقال کیا۔ ان کے ایک صاحب زادے بابو کاشی نرائین تھے۔ آپ کی ”مناجات بحضور رب غفور“ بطور نمونہ کلام رسالہ معراج الکلام سے یہاں نقل کی جاتی ہے:

سرزد ہوئے ہیں مجھ سے ہمیشہ بہت قصور
بخشش کا خواستگار ہوں تجھ سے مرے حضور

۱۔ تاریخ امر وہ صفحہ ۱۶۲، مولفہ محمود احمد عباسی

۲۔ مختصر تاریخ اقوام انیسویں و پربھوڈھا کر، مولفہ شری گوپی ناتھ سکینہ مطبوعہ ۱۹۲۱ء

خالق تو ہی ہے خلق کا معبود ہے تو ہی
 خلقت کا اگر سبب ہے عناصر کا امتزاج
 حاصل ہے تیرے فضل سے عزت اور آبرو
 نے فکر ہے معاش کی نے حرص جاہ ہے
 نعمت جو تو نے دی ہے نہیں اس کا کچھ شمار
 ہوتی بسر ہے زندگی عیش و نشاط میں
 گم رہ بنا رکھا ہے فسادات فکر نے
 وسواس بڑھ گئے ہیں طبیعت میں جہل سے
 عقلمندی کے واسطے نہیں کچھ توشہ میرے پاس
 ہوتی نہیں ہے مجھ سے عبادت تیری خدا
 بالآخر میرا خاتمہ ہو اس جہان سے
 شوق وصال میں ہو دم واپسی مرا

نعمت حضور قلب کی ایک اور بخشندے

بس اور التجا نہیں تجھ سے مرے غفور

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی سخاوت حسین رضا

مولوی سخاوت حسین ابن منور حسین ساکن محلہ سرائے کہنہ (از اولاد
 حضرت شاہ شرف الدین شاہ ولایت)، پیدائش تقریباً ۱۲۴۹ھ، میں ہوئی۔
 آپ کے اساتذہ میں مولانا علیم اللہ بجنوری کا نام خاص ہے۔ ابتداً آپ زرنگہ

پور ضلع جبپور میں مدرس رہے بعد میں تحصیل دولت آباد (حیدر آباد) کے تحصیلدار رہے۔ تصنیف و تالیف سے ذوق تھا۔ ایک کتاب علم عروض میں ”ہدیہ رضا“ کے نام سے ۱۳۰۵ھ میں فارسی زبان میں لکھی۔ دوسری ۱۳۰۶ھ میں ”دلائل ایمان“ لکھی جس میں توحید و رسالت کے متعلق عام فہم دلائل سے بات کی ہے۔ اس پر مولانا علیم اللہ بجنوری نے بڑی پرمغز تقریظ لکھی۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ شعر گوئی میں کسی سے اصلاح نہیں لی۔ آخر عمر میں حج بیت اللہ کی غرض سے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں کے ہو رہے۔ ۱۹۲۵ء ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند مولوی فضل ستار لاہابی نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی:

کنوں تاریخ رحلت لاہابی ہے چہ می پری بہ بطحا جاں سپردہ والدے در یشرب گو
نمونہ کلام:-

دلالتا کے تو درمانی بقید نفسِ شیطانی نہ جوئی خوئے انسانی بجز اخلاقِ حیوانی
بامرِ نفسِ لمارہ کنی درکارِ ناکارہ زلفتی راہ ہموارہ بجز از راہِ طغیانی
بدنیا آں چناں شائل ز عقبی ایں چیش غافل بخود ایس کے کند عاقل کہ تو کردی بنادانی
تو جسم و تن پروردی دل و جاں راتہ کردی خطا کردی، خطا کردی نہ برداری پشیمانی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

سراج الدین ہنر صدیقی

سراج الدین ہنر ابن فیروز علی ساکن محلہ کھیر مناف (از اولاد شیخ ابوالمناف صدیقی)، ولادت تقریباً ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے

والد اور خلیفہ نوروز علی صدیقی سے حاصل کی نیز مولوی حافظ نادر علی صدیقی اور خلیفہ اعظم علی اعظم صدیقی سے فارسی عربی کی درسیات پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ٹیکہ میں فارسی کے استاد رہے۔ علم دوست اور صوفی منش تھے۔ طبیعت پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ حافظ کرامت علی خاں شاہ جہان پوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ فارسی کے اچھے استاد اور اردو فارسی کے خوش فکر شاعر تھے۔ مومن حسین صفی امر وہی کے شاگرد تھے۔ ۱۹۲۵ء میں وفات پائی۔ روضہ شاہ گھاسی میں مدفون ہوئے۔ اولاد ذکور میں سبط حسن اور مسعود حسن (لا ولد) ہوئے۔ سبط حسن صاحب کے محمد یونس، شان علی، مطلوب احمد نظام الدین اور صابر حسین پانچ فرزند ہیں۔ نمونہ کلام مندرجہ ذیل ہے

زکا اک دم نہیں گریہ ہمارے دیدہ ترکا ہوا ہے عشق جس دن سے تمہارے روئے انور کا

ہنر کیا رہے گا زمانے میں باقی گئے جب جہاں سے ولی و پیمبر

وہ نازک طبیعت ستم کیا کرے گا عبث ہے ہنر کرنے بدنام اس کو

زمانے سے کسی نے کب مرے یاروں وفادیکھی محبت نے سزا پائی محبت نے جفا دیکھی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

لائق حسین قوی

لائق حسین قوی ابن مومن حسین صفی ساکن محلہ گذری (از اولاد شاہ ولایت)، پیدائش ۱۸۸۱ء۔ اردو فارسی عربی زبانوں پر اچھی مہارت تھی۔ خوش نویس اور اچھے خطاط تھے۔ بسلسلہ معاش بہمنی اور بجنور میں عرصہ تک مقیم

رہے۔ قادر الکلام اور زود گو شاعر تھے۔ شاعری میں اپنے والد اور برادرِ بزرگ زیرک حسین رضی کے شاگرد تھے۔ شاعری اور خوش نویسی میں آپ کے بھی شاگرد کثیر تعداد میں تھے۔ ”تاج الکلام“ کے نام سے ”رباعیات عمر خیام“ کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔ امیر خسرو کی بھی بعض فارسی غزلیات کا منظوم ترجمہ کیا تھا۔ ایک مثنوی ”لوحِ زمردیں“ بھی آپ کی یادگار ہے۔ ۱۹۲۵ء میں وفات پائی۔ منظور احمد افسر امروہوی نے حسب ذیل تاریخ وفات کہی:

دبستانِ جہاں خالیست افسر قوی خوش رقم استادِ فن رفت
 صیریرِ کلک می گوید پیاپے زبانِ خوش نویسی از زمن رفت ۱۹۲۵ء
 آپ کا کلام مختلف گلدستوں میں شائع ہوا چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:
 پوچھتے کیا ہو، مدعا کیا ہے خود سمجھ جاؤ، پوچھنا کیا ہے
 کیا غور سے اے جانِ جہاں دیکھ رہے ہو تم سا کوئی آئینہ کے اندر تو نہیں ہے
 آج تک صورتِ مریضِ غم کو دکھائی نہیں یہ تو اے جانِ جہاں، شانِ مسجائی نہیں
 کیا تم سے شکایت، مجھے قسمت سے گلہ ہے پھرتا ہے مقدر، تو پلٹتی ہے نظر بھی
 اب جذبِ محبت کا دکھاؤں گا تماشا کھنچکر نہ چلے آؤ، تو کچھ بات نہیں ہے
 آج بوسے ان کے گن گن کے لئے دن گنا کرتے تھے اس دن کے لئے

÷÷÷÷÷

فیاض علی خاں فیاض

فیاض علی خاں ابن حکیم راحت علی خان حاذق ساکن محلہ چکلی و صدو، پیدائش ۶/ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ ۱۹/ مئی ۱۸۹۶ء، ذی علم گھرانے کے ذی علم شخص تھے۔ اپنے والد حکیم راحت علی خاں سے طب کی تحصیل کی تھی اور محلہ صدو میں ہی مطب کرتے تھے۔ فارسی ادبیات میں خلیفہ شمس الدین و آئی صدیقی سے تلمذ تھا۔ امروہہ سے ایک ادبی رسالہ ”معراج الکلام“ کے نام سے جاری کیا تھا۔ جو عرصہ تک وقت کی پابندی کے ساتھ جاری رہا۔ ۲۵/ ۱۹۲۲ء نیز ۱۹۲۹ء کے بعض شمارے راقم الحروف کے پاس بھی محفوظ ہیں۔ شاعری میں بھی اپنے والد کے شاگرد تھے۔ ۲۱/ اگست ۱۹۲۵ء، یکم صفر ۱۳۴۴ھ میں وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

مجت کے سب وعدے کو اس کے ہم نے سچ سمجھا
اگر اے دل تجھے منظور ہی تھا خاک ہو جانا
سوائی اس کی جھوٹی بات بھی دل میں یقین ہو کر
تو اے کم بخت رہتا اس کے کوچہ کی زمیں ہو کر

☆

داغِ فراقِ یارِ جولائے تھے دل میں ہم
فکرِ فراقِ یارِ بھی امید وصل بھی
روشن چراغ بن کے ہوا وہ مزار میں
دو پہلوؤں کا لطف ہے اک انتظار میں
کیا حسرتیں تھیں کہئے دل بے قرار میں
فیاض کیسے جاؤ گے تم کوئے یار میں

☆

کس طرف سے اس شوخ کی بدلے گی طبیعت
انداز تو زانو بھی بدلنے نہیں دیتے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

اتقی حسن یکتا

اتقی حسن یکتا ابن حکیم مصطفیٰ حسن ساکن محلہ بگلہ (از اولاد حضرت شاد ولایت) ، ولادت ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ اردو فارسی ادبیات میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔ قومی کاموں میں خاص دل چسپی لیتے۔ عرصہ تک امام المدارس امروہہ کے منیجر بھی رہے اور کالج کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ شاعری میں مولوی اولاد حسن سلیم سے تلمذ تھا۔ غزل کے علاوہ رباعیات و قطعات بھی کہتے تھے۔ ۱۹۲۶ء م ۱۳۴۴ھ میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں ایک فرزند منتخب حسن منتخب بزمی تھے۔ جن کے فرزند مصطفیٰ جمال، مصطفیٰ کمال، مصطفیٰ اقبال پاکستان میں مقیم و آباد ہیں۔

نمونہ کلام :- رباعی

شہرہ تری بخشش کا ہے دیں داروں میں	اک دھوم ہے رحمت کی سیہ کاروں میں
ہے وحدہ لا شریک تو اے غفار	گیتا ہے یہ بندہ بھی گنہگاروں میں
☆	☆
وہ پیش خدا ڈر سے پریشان بہت ہیں	ہم داد طلب کر کے پشیمان بہت ہیں
تصویر جو یوسف کی دکھائی تو وہ بولے	ایسے تو جہاں میں ابھی انسان بہت ہیں
ہاں اور کوئی وار ہو قاتل تیرے قربان	مقتول میں تیرے ابھی اوسان بہت ہیں
☆	☆
مزار پر بھی نہ آئے وہ فاتح پڑھنے	لحد میں ہم نے قیامت کا انتظار لیا

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

یہ تین اشعار خم خانہ جاوید جلد ششم سے ماخوذ ہیں۔

۱

حکیم زین العابدین ضیغم رضوی

مولوی حکیم زین العابدین ضیغم رضوی ابن حکیم اکبر علی ابن حسن عسکری (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ذی استعداد عالم اور ماہر فن طبیب تھے۔ بڑے صاحب جاند اور حکام رس تھے نیز سماجی کاموں میں سرگرم رہتے۔ ایک مدت تک کرنال اور مظفرنگر وغیرہ میں کامیاب مطب کیا۔ اس کے علاوہ بجنور اور مراد آباد میں آپ کے دو پریس بھی تھے۔ شاعری کا اچھا مذاق رکھتے تھے۔ نذر الحسن پیش امر وہوی شاگرد عشق لکھنوی سے اصلاح سخن کرتے تھے۔ آخر عمر میں عارضی طور پر بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ”نعرہ ضیغم“ آپ کی منظوم تصنیف یادگار ہے۔ ۱۱ جولائی ۱۹۲۸ء کو وفات پائی۔ اولاد ذکور میں چار فرزند حکیم حبیب الرحمن، حکیم سراج العارفین (م ۲۷ جون ۱۹۵۲ء)، حکیم منہاج العارفین (م ۲۲ ستمبر ۱۹۵۷ء) حکیم ضیاء العارفین عارف (م ۴ دسمبر ۱۹۷۰ء) تھے۔

نمونہ کلام :-

السلام اے آفتاب درونِ ایمانِ دیں ماہتابِ اوجِ عرفاں نورِ رب العالمین
آپ ہی ہیں باعثِ ایجادِ باغِ کائنات شافعِ روزِ قیامت بادشاہِ ملک و دیں

ہے یہ ضیغم بھی ثنا خواں آپ سے ذی جاہ کا
مہر کھینچنے اس پہ صدقہ فاطمہ کے ماہ کا

تذکرہ بدر چشت صفحہ ۲۷۱، مولفہ جناب خورشید مصطفیٰ رضوی

۱

معصوم علی سیماب

معصوم علی سیماب ابن حسین بخش ساکن محلہ پیرزادہ (گھائے والی گلی) ولادت ۱۸۵۰ء میں ہوئی۔ فارسی عربی کی تعلیم حاصل کی، تکمیل تعلیم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ ریاست تاجپور ضلع بجنور، پھراپوں اور امر وہ وغیرہ میں مدرس رہے۔ شعر گوئی میں اچھا ملکہ پایا تھا۔ طبعاً لا پرواہ اور نام و نمود سے دور رہنے والے شخص تھے۔ صاحب خم خانہ جاوید لکھتے ہیں:

”مشاق شاعر ہیں، جملہ اصناف سخن پر قادر ہیں تاریخ

اور جمع بھی کہتے ہیں، مگر افسوس ہے آپ کا کلام بھی آپ

کی لا پرواہی کی نذر ہے۔ ہر چند لکھا اپنا کچھ کلام بھیج

دیکھئے مگر یہی جواب آیا ”میاں ہم کیا اور ہمارا کلام کیا

اور بھلا میں اس قابل کہاں“

ایک مثنوی ”جادوئے رواں“ (مطبوعہ ۱۳۱۳ھ) اور ”شمع ایمن

معرفت“ (۱۹۱۸ء) آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کے ایک پر پوتے نے آپ کا

کلام جمع کر کے ”دیوان سیماب“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ ۱۹۲۸ء میں

وفات پائی اور روضہ حضرت شاہ ابن بدر چشتی میں مدفون ہوئے۔ اردو فارسی

کا نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

نعت

اے خسرو عرش آستاں مشتاق دربار توام وے سیر گاہت لامکان مشتاق دربار توام

خم خانہ جاوید جلد چہارم صفحہ ۳۲۷، مولفہ لالہ سری رام

رشک گل تر زوے تو سنبل نخل از موے تو
 اے نور چشم بوالبشر خاکِ در تو سر بسر
 نے جز غمت غم خوار من نے غیر ذکر تیا رمن
 بیمار شوقت نیم جاں از درِ فرقت ناتواں
 تاریک شب رہ پر خطر گم کردہ راہ و راہبر
 اے مولدت فرش ز میں اوے مسکنت عرش بریں
 می خوابد از درِ دل سیماب تو امروہوی
 راہ تکتے ہیں تری ہم چشم تر کھولے ہوئے
 مردم آبی ہیں آغوش نظر کھولے ہوئے



مولوی قاسم علی خواہاں

مولوی قاسم علی امروہوی متخلص بہ خواہاں ابن ولایت علی ابن محبوب
 علی ابن نذر علی امروہوی ثم بریلوی، (از اولاد حضرت شرف الدین حسن شاہ
 ولایت) ان میں نذر علی اٹھارہویں صدی کے آخر میں امروہہ سے ترک
 سکونت کر کے بریلی چلے گئے اور ان کی تمام اولاد وہاں آباد ہوئی یہ لوگ مذہبنا
 سنی ہیں صاحب تاریخ امروہہ علامہ محمود احمد عباسی نذر علی کے پردادا علی اکبر
 کے بارے میں لکھتے ہیں کہ؛

”علی اکبر نبیرۃ دیوان سید منجھو (مورث سادات لکڑہ)

کی اولاد سے جو خاندان بریلی میں متوطن ہے وہ اباعن

جذہ سنی المذہب ہے۔“

بریلی میں ہی ۱۸۴۹ء م ۱۲۶۴ھ میں مولوی قاسم علی خواہاں کی ولادت ہوئی۔ لالہ سری رام نے بھی ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

”بزرگ ان کے امر وہ کے رہنے والے تھے۔“ (خم خانہ جاوید جلد سوم ص ۶۲)

مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی نے خلیفہ امیر الدین آزاد بریلوی سے فارسی درسیات کی تحصیل کے بعد مولانا محمد احسن نانوتوی سے دیگر علوم و فنون کی تحصیل کی۔ تحصیل علم کے بعد تقریباً پچاس سال تک گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں ہیڈ مولوی رہے۔ ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول سے ریٹائر ہوئے اور تاحیات مدرسہ مصباح العلوم، مداری دروازہ میں بلا معاوضہ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ شاعری میں امیر الدین آزاد بریلوی کے شاگرد تھے۔ بریلی کے نامور استاد شعراء میں سے تھے، بہت سے معروف شعراء کو آپ سے شرف تلمذ تھا۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ اردو فارسی زبانوں میں بلا تکلف شعر کہتے تھے۔

لیکن افسوس آپ کا کوئی دیوان شائع نہ ہو سکا البتہ مختلف گلدستوں اور ادبی رسائل میں آپ کا خاصہ کلام محفوظ ہے۔ ۱۹۳۸ء م ۱۳۵۷ھ میں وفات پائی۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

یہ بزم رند میخواراں ہے انٹھے حضرت زاہد سنبالے آپ ہاتھوں سے کہاں دستار بیٹھے ہیں

تاریخ امر وہ مطبوعہ ۱۹۳۰ء، مولفہ محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۲، معلوم نہیں کیوں موجودہ شجرات سے ان لوگوں کے اسماء ختم کر دئے گئے جب کہ دیگر مہاجرین امر وہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ نزیل میرٹھ، دہلی، پاکستان وغیرہ

عبادت وہ مسیحا دم کرے تو جاں نکل جائے سرِ بالیں تسلی کے لئے کیوں یار بیٹھے ہیں
نہیں قید مکانِ خالص بچھ ہر جا وہی وہ ہیں عبث دیر و حرم میں کافر و دیندار بیٹھے ہیں

☆ کعبہ سے دیر دیر سے کعبے کو جائیں گے لائیں گے ڈھونڈھ کر وہ ملیں گے جہاں کہیں

☆ قاصد کے ساتھ خود چلے آئے جواب میں کیا جانے لکھ گیا تھا میں کیا اضطراب میں
دیکھا مری طرف مرے ساتی نے اس طرح توبہ تڑپ کے آگئی جام شراب میں
یہ جو یہ ستم تو نہیں بے سبب ذرا شاید ہوں آجکل نظر انتخاب میں

☆ اے ادب آ کے ذرا دیکھ مقام تسلیم راہِ معشوق میں سر رکھتے ہیں پاسے پہلے

+++++

محمد حسین و فارضوی

محمد حسین و فانا بن محمد حسین (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت)

ولادت ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ ابتداً امر وہہ میں حضرت مولانا احمد حسن محدث امر و ہوئی کی نگرانی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جے پور اور ٹونک میں تحصیل علم کی۔ ادبیات فارسی کی تحصیل مولانا غنفر علی سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ اس فن میں امیر حسن سہا کے شاگرد ہوئے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ تاریخ گوئی سے بھی لگاؤ تھا۔ ”خانقاہ بدر چشت“ کی از سر نو تعمیر پر آپ نے حسب ذیل تاریخ کہی:

بے شش و پنج از زبانِ قدسیاں ☆ گفت حامد ”خانقاہ بے نظیر“

آپ حامد اور وفا تخلص کرتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ ۱۹۲۹ء میں ٹونک میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزند اکبر مسعود حسن تخلص بہ فنا (ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ) بھی شعر و سخن سے ذوق رکھتے تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

بسکی تمام عمر کئی انتظار میں کیا سوینگا وہ چین سے کنج مزار میں
ساتی کی ہر ادا خلل انداز ہو گئی ہوش و حواس و صبر و سکون و قرار میں
مجھ کو نیاز مند کیا تجھ کو بے نیاز ہے کس کو دخل قدرت پروردگار میں
شوخی تو دیکھئے کسی نیچی نگاہ کی میرے ہی دل کو تاک کے مارا ہزار میں
اے رشکِ مہِ ثوابت و سیار ہیں گواہ وعدے کی ساری رات کئی انتظار میں
پردے کا ہے خیال تو دل سامکان ہے آنکھوں کا فرش کرتے ہیں ہم رہگوار میں
ہم بھول کر بھی آ نہیں سکتے کبھی وفا دام فریب ہستی ناپائیدار میں !

☆

پھر دکھاتے ہیں وہ اب شوخی رفتار مجھے کچھ قیامت کے نظر آتے ہیں آثار مجھے
ایسے دیوانے کا کچھ کام نہ تھا محشر میں آگیا یاد ترا وعدہ دیدار مجھے
اب قیامت ہی اٹھگی تو اٹھونگا میں بھی کیا اٹھائیں گے تری بزم سے اغیار مجھے
عرض مطلب کے لئے کس کی زباں لاؤنگا سامنے اس کے لئے جاتے ہو بیکار مجھے
اے وفازینتِ میخانہ ہے اپنے دم سے کہتے ہیں پیرِ مغان رند قدحِ خوار مجھے !

+++++

منشی عبدالشکور قائل صدیقی

مولوی منشی عبدالشکور صدیقی ابن منشی عبدالغفور ساکن محلہ چلہ خاندان

۱۔ معراج الکلام صفحہ ۱، جولائی ۱۹۲۲ء سے انتخاب ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۱، اگست ۱۹۲۵ء۔

حکمت نشان کے نامور طبیب حکیم علیم اللہ صدیقی کے بھائی امام علی کی اولاد میں سے تھے۔ اردو فارسی اور عربی کے ذی استعداد عالم اور مدرسہ چلہ میں مدرس تھے۔ بقول حکیم صیانت اللہ صاحب صدیقی مرحوم

”آپ مدرسہ چلہ میں فارسی کے استاد اور اردو فارسی

کے خوش فکر شاعر تھے۔ آپ کا ایک فارسی دیوان تھا جو

برباد ہو گیا۔ فارسی کے استاد شعراء میں سے تھے۔“

شعر گوئی میں غلام نبی خاں شاعر عباسی کے شاگرد رہے۔ ۱۹۲۹ء میں

وفات پائی۔ اولاد ذکور میں ایک صاحبزادے مولانا عبدالودود صدیقی ذی

استعداد عالم تھے۔ دارالعلوم چلہ اور حیات العلوم مراد آباد میں مدرس رہے۔

آپ کے چار صاحبزادے ناظر علی، منظر علی، عبدالحفیظ، ڈاکٹر ناظم علی ہیں۔

ناظر علی مقیم شیوپور مدھیہ پردیش کے چار صاحبزادے سہیل اقبال، نجم اقبال،

پرویز اقبال اور اعظم اقبال ہیں۔ نمونہ کلام :-

چاک پیرا ہن ہستی کو رنو میں کرتا رشتہ عمر کامل جاتا اگر تار مجھے

ان کے کوچے میں جگہ پانے سے شاہی پائی ہو گیا ظلِ ہما سایہ دیوار مجھے

میرا یہ دل ہے کہ دل دیدیا میں نے تجھ کو تو دلا سا بھی نہیں دیتا ہے اے یار مجھے

شکوہ ہجر جو کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں بس اسی حوصلے پر کرتے ہو تم پیار مجھے!

انتالیس اشعار پر مشتمل آپ کا ایک قصیدہ درمدح حضرت ابوالفتح شاہ

ابن بدر چشتی ”در مقصود“ شمارہ نمبر ۸ مطبوعہ ۱۹۲۶ء میں شامل ہے۔ جس کا

مطلع یہ ہے:

مہر خوباں کا مرے خانہ دل میں ہے گذر ☆ گنبد چرخ سے یا آیا ہے خورشید از

معراج الکلام صفحہ ۱۰/۹ ماہ اگست ۱۹۲۵ء

خلیفہ شمس الدین واتنی صدیقی

خلیفہ شمس الدین واتنی بن خلیفہ فیروز علی ساکن محلہ گھیر مناف (از اولاد شیخ ابولمناف صدیقی)، خلیفہ شمس الدین واتنی صاحب علم و فضل تھے۔ عربی فارسی علوم پر اچھی نظر تھی۔ فارسی کے یکتائے زمانہ استاد تھے۔ مدۃ العمر اپنی آبائی مسجد میں امام و خطیب رہے وہیں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ دیارِ امر وہ میں آپ کے شاگرد کثیر تعداد میں تھے۔ حکیم نیاز علی ساکن محلہ صدی نے اپنے صاحبزادوں کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ اصغری کا بیان ہے:

”شیخ شمس الدین واتنی تخلص ولد شیخ فیروز علی حکیم نیاز علی

خاں کے صاحبزادے کی تعلیم پر مقرر ہیں۔“

شعر گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ مومن حسین صفی امر وہوی ساکن محلہ گداری کے شاگرد تھے۔ مولوی اصغر حسین کی فرمائش پر تاریخ اصغری کے لئے حسب ذیل قطعہ لکھا جس کو مولف تاریخ اصغری نے اس عنوان سے پیش کیا۔

”قطعہ تاریخ نیچے فکر و قادی بن نقاد شیخ شمس الدین متخلص بہ واتنی“

میر اصغر حسین صاحب نے کی یہ تالیف لاجواب کتاب

عیسوی سال ہے یہ اے واتنی ہے لکھی بے شک انتخاب کتاب ۱۸۸۹ء

آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر تھی۔ چند اسماء یہ ہیں: حکیم کلب علی

صاحب شاہد، مختار حسین تاباں نقوی، منشی عبدالرب شکیب صدیقی، حکیم راحت

علی خاں حاذق، مرزا حیدر علی فضا، قاضی احسان حسن صدیقی، برن باسی لال

عاجز امر وہی وغیرہ۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ قلمی دیوان موجود ہے راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذرا، آپ کے نیزہ زاہد حسین صاحب کا بیان ہے کہ اس میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں اشعار موجود ہیں اور تقریباً تین سو صفحات کی ضخامت ہے۔ آپ نے گلستاں کی حکایات میں آئے تمام اشعار کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ نہایت خوش خط اور فن خوشنویسی کے ماہر تھے۔ اپنے احباب کو اپنے اشعار خوش خط لکھکر دیتے جسے لوگ ”عیدی“ کہتے تھے۔ ایک عیدی ملاحظہ ہو؛

نیزہ آیا سید سالار کا غم سے سینہ چاک ہے کفار کا
 پہن کر پوشاک عمدہ ہر بشر دیکھنے نکا ہے میلہ چھوڑے بازار کا
 ۱۹۳۰ء میں وفات پائی اور درگاہ شاہ گھاسی میں مدفون ہوئے۔
 نمونہ کلام :-

نعت شریف

سہق ہر دم ہے مجھ کو مصحفِ رخسار دلبر کا ہے ابرو مدد۔ بسم اللہ اس قرآنِ اطہر کا
 ہے عکس آئینہ دل میں جو اس روئے منور کا قمر روشن ہوا پر تو پڑا خورشید انور کا
 ہے میرے خانہ دل میں مکان اللہ اکبر کا ملا ادنیٰ کو اعلیٰ رتبہ دیکھو عرشِ برتر کا
 مجھے دہشت نہیں ہنگامہ محشر سے آنے والی وسیلہ ہے ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کا
 (نسیم چمن صفحہ ۱۶، ۱۸۹۵ء امر وہ)

☆

آمد آمد ہے گلستاں میں یہ کس گل کی نسیم کیوں یہ مرغانِ چمن نغمہ سرا ہوتے ہیں
 کیوں رہ عشق میں آفات سے گھبرائیں ہم راہی منزل تسلیم و رضا ہوتے ہیں
 بر چھیاں رنج کی چل جاتی ہیں میرے دل پر غیر سے آپ کے جب ناز و ادا ہوتے ہیں

یہ عیدی راقم الحروف کو حکیم کلپ علی صاحب شاہد نے سنائی تھی۔

خاکساروں کو جو دو بوسہ تو رخ پائے جلا
اے صنم خاک سے آئینہ صفا ہوتے ہیں
ہے عجب اس سے کہ وائی سے کیا وعدہ وفا
یوفاؤں سے کہیں وعدے وفا ہوتے ہیں
(ماخوذ گلدستہ دسمبر ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰)

اے ترک شوخ حاجت شمشیر کیا تجھے
گردن زنی ہماری ترے بانگین میں ہے
رخساریار پر جو پڑی ہے نقاب زلف
تاریکی ہے جہاں میں کہ سورج گہن میں ہے
فرقت میں جل رہا ہے اک آتش مزاج کی
وائی کا حال پوچھو نہ اب کس چلن میں ہے
کرتا ہے کیوں کنارہ مرے شور و نالہ سے
یہ ہیں ہمیں جو جھیلتے ہیں ناز آپ کے
دنیاے دوں پرست کہ وائی جو پیش زر
او بجر حسن درد سے کیا آشنا نہیں
تم نے ہمارا ایک بھی کہنا سنا نہیں
قدر کمال و ذات و ہنر مطلقا نہیں

÷÷÷÷÷÷÷÷

علی تقی خاں تقی

علی تقی خاں تقی ابن علی منتظم خاں ساکن محلہ گندری گھڑیال منزل
(از اولاد شرف الدین حسن شاہ ولایت) ذی علم، حکام رس اور حکومت
برطانیہ کے درباری تھے۔ "گلدستہ سادات امر وہ" کے بیان کے مطابق
شاعری میں امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ امر وہ کے مختلف شعری گلدستوں میں
آپ کا کلام موجود ہے اولاد ذکور میں علی عاصم (لا ولد) علی محتشم اور علی اطہر
اور علی اختر تھے۔ ان میں صرف علی اختر کے اولاد ہے جو پاکستان میں آباد
ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو؛

اگر جانا تمہیں ہر روز رہتا ہے کہیں ایسا
چلے جایا کرو اچھا ذرا دم بھر یہیں ہو کر

عجب بے درد کے پالے پڑا ہے یہ دلِ غمگین
 محمد مصطفیٰؐ کی ذاتِ بے ہمتا کا کیا کہنا
 نہیں پر سارے ہیں کیسے ہی ہم اندوہ گیس ہو کر
 لقی وہ آگے اک آن میں عرشِ بریں ہو کر
 بھرتی نہیں لگی ہوئی دل کی میں کیا کروں
 کم بخت دل نہیں ہے مرا اختیار میں

☆
 ÷÷÷÷÷

حکیم مہدی حسن سیف عباسی

مولوی حکیم مہدی حسن ابن عبد الحمید ابن مولوی سبحان بخش عباسی
 ساکن محلہ ملانہ امر وہ (از اولاد مولانا لال عباسی) امر وہ اور جے پور میں
 مختلف اساتذہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ فن طب میں کمال پیدا کیا۔
 احترام الدین شاعری عثمانی صاحب ”تذکرہ شعرائے جے پور“ لکھتے ہیں:

مولوی سبحان بخش ابن خدا بخش عباسی مولوی امام الدین بخش امر وہی اور مولوی
 امداد العلی امر وہی کے تلامذہ میں سے تھے۔ مدت العمر اپنے مکان پر درس و تدریس کا شغل رکھا
 صوفی مناش بزرگ تھے۔ مولانا عبدالحی خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھے۔ آپ
 کے تین صاحبزادے حافظ محمد عمر، عبدالجید اور عبد الحمید تھے۔ محمد عمر صاحب جے پور میں استاد
 رہے تھے۔ ان کے دو فرزند منشی آل عباس صاحب اور بنی عباس صاحب ہوئے۔ بنی عباس
 عباسی کے لائق فرزند جناب ظل عباس صاحب عباسی (م ۲۳ مارچ ۱۹۹۷ء / ۱۳ ذیقعدہ
 ۱۴۱۷ھ) ذی علم اور معروف صحافی تھے۔ فارسی ادبیات کا اچھا مذاق رکھتے تھے۔ آپ کے
 صاحبزادے دانش عباس اور داوڑ عباس (ایم. بی. بی. ایس. ایم. ایس) ہیں۔ شوکت عباس عباسی
 نے پاکستان میں انتقال کیا۔ ان کی اولاد وہیں مقیم و آباد ہے۔

”جے پور کے مشہور اطباء میں تھے۔ فن موسیقی کے متعلق آپ نے ایک مضمون بھی لکھا تھا جو ماہ نامہ ”شاد ماں“ جے پور ماہ جنوری ۱۹۲۵ء میں طبع ہوا، وہ حقیقتاً ایک شرح ترجمہ ہے اس عبارت کا جو صاحب غیاث اللغات نے بذیل لفظ موسیقی لکھی ہے۔“

آپ کے دو صاحبزادے نور الحسن (پینشنر ریاست جے پور) و ظہور الحسن تھے۔ (تحقیق الانساب صفحہ ۲۲۶) نمونہ کلام :-

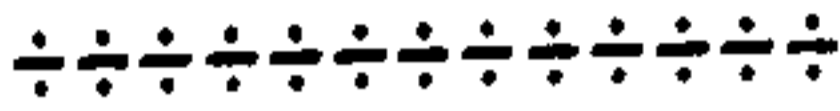
جاء فرقت میں دل ایسا مرا اندوہگیاں ہو کر
 فشاں قبر سے بھولا ہوں اب میں جو رردوں کو
 مجھے یہ ضد نہ نکلو ہو کے کوئے غیر کی جانب
 گریباں چاک کر کے جائیں گے صحرائے وحشت کو
 کیا پامال میرے دل میں رہ کر آپ نے دل کو
 کئے ہیں پردے ہی پردے میں تار سیتلزوں عاشق
 دکھا دو خواب میں آ کر جو جلوہ روئے روشن کا
 کمال حسن سے ہے دولت و اقبال و ابست
 نکل کر خلد سے آدم کو کتنا غم ہوا ہوگا
 ہماری زندگی تو رنج و غم میں ہی ہوئی آخر
 دُردندان جاناں یاد جب آئے دم آریہ
 ترے کوچہ میں آپہنچا ہوں لیکن اب یہ حسرت ہے
 ہم اس ناکافی قسمت کو کب تک سیف روئیں گے

کہ دم نکا میرے سینہ سے آہ آتھیں ہو کر
 زمیں نے پس ڈالا ہے مجھے چرخ بریں ہو کر
 انھیں یہ بت کہ آئیں گے یہاں ہم تو وہیں ہو
 رہیں گے نجد میں اب قیس کے ہم جانشین ہو کر
 مکان اپنا کوئی برباد کرتا ہے مکیں ہو کر
 ہوئی ہیں اور بھی شوخ ان کی آنکھیں شرمیلیں ہو کر
 چمک جائے ستارہ میرا خورشید مبین ہو کر
 عزیز مصر یوسف ہو گئے آخر حسیں ہو کر
 کسی کی بزم سے ہم نکلے جب اتنے حزیں ہو کر
 محبت میں کوئی خوش بھی ہوا ہوگا حزیں ہو کر
 مری آنکھوں سے نکلے اشک غم از شمیم ہو کر
 کہ منت جاؤں تری پوخت پہ میں نقش نہیں ہو کر
 کہ نکلی وقت وعدہ ان کے منہ سے ہاں نہیں ہو کر

تذکرہ شعراے جے پور صفحہ ۶۷، مولفہ احترام الدین شاعلی عثمانی

صاحب تذکرہ شعراے بے پورا احترام الدین شاخل عثمانی نے اس غزل کے صرف تین شعر مطلع دوسرا شعر اور مقطع نقل کئے ہیں لیکن مقطع اس طرح ہے جس میں تخلص ”مہدی“ نظم ہے۔

ہم اس ناکامی قسمت کو کب تک رہیں گے مہدی ☆ کہ نکلی وقت وعدہ ان کے منہ سے ہاں نہیں ہو کر



حکیم اسرار الحق شوق صدیقی

مولوی حکیم اسرار الحق شوق ابن حکیم مولوی عبدالقیوم ساکن محلہ قریشی (از اولاد حضرت قاضی نظام الدین صدیقی) ولادت ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امرہہ کے فارغ التحصیل عالم اور مولانا احمد حسن محدث امرہہ ہوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ فن طب کی تحصیل اپنے والد اور عم بزرگوار حکیم عبدالسلام وغیرہ سے کی بعد میں طب کی بعض کتب حاذق الملک اول حکیم عبدالجید خاں اور حکیم محمد واصل خاں مرحوم دہلوی سے پڑھیں۔ طب کے علاوہ دوسرے علوم و فنون میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ درس و تدریس سے شغف تھا۔ بہت سے لوگوں کو فن طب میں آپ سے تلمذ ہے۔ حکیم محمد فیروز الدین لکھتے ہیں:

”آپ نے اکثر معرکے کے علاجوں میں کامیابی حاصل کی۔ طلباء علم طب صد ہا فیض یاب ہوتے ہیں۔ علم طب کی تعلیم میں خاص ملکہ حاصل ہے۔“

رموز الاطباء صفحہ ۳۷۲ مولفہ حکیم محمد فیروز الدین

۱

شعر گوئی کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی دخل رکھتے تھے۔ ”اسرار
 الاسرار“ (فن معالجات پر ایک مسبوط کتاب ہے) ”اظہار الحق“ (علم عقائد
 میں ہے) ”اسرار الشہادتین“ ”دافع الطاعون“ ”خواص الادویہ“ کے
 علاوہ بھی کئی طبی بیاضیں اور دیگر رسائل آپ سے یادگار ہیں۔ ایک بیاض
 (فارسی) اپنے خاندانی حالات پر بھی لکھی تھی۔ جو راقم الحروف کے مطالعہ میں
 رہی ہے۔ شعر گوئی میں مولوی قطب الدین صدیقی امر وہوی اور مولوی اصغر علی
 ثابت رامپوری سے تلمذ تھا۔ صاحب ”خم خانہ جاوید“ لکھتے ہیں :
 ”شوق مرحوم نے فن شعر کی ابتداء مولوی اصغر علی ثابت رامپوری
 سے کی اس کے بعد مولوی قطب الدین قطب امر وہوی سے بھی
 استفادہ کیا آخر زمانے میں کسی کو کلام نہ دکھاتے تھے۔“

۱۳ / رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ ۲ / فروری ۱۹۳۱ء بروز پیر وفات
 پائی۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ایک قصیدہ امیر المومنین
 خلیفہ چہارم حضرت علیؑ کی شان میں فارسی میں لکھا جو ”نظام المشائخ“ کانپور
 میں شائع ہوا جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

اے مصدر نور قدم دریاے فیضانِ خدا ☆ اے فخر علم من لدن اے منبعِ جوہ و سخا

نمونہ کلام :-

سب میں ظاہر ہیں مگر سب میں نہاں رہتے ہیں	خود نشاں دیکے وہ بے نام و نشاں رہتے ہیں
ہیں وہی اول و آخر وہی ظاہر باطن	بھید کھلتا نہیں پھر بھی وہ کہاں رہتے ہیں
ہم تو مٹ کر بھی رہے مجرم جرم الفت	وہ مٹا کر بھی مسیحاے زماں رہتے ہیں
جاگتا رہتا ہے سوتے میں بھی جادوان کا	تیرا نواز وہ بے تیر و کماں رہتے ہیں

! خم خانہ جاوید صفحہ ۹۸، جلد پنجم، مولفہ لالہ سری رام

دل کے ارمان ہی دل کے نگران رہتے ہیں
مرتے مرتے بھی سوئے درنگراں رہتے ہیں
آپ ہر دل میں مکین صورت جاں رہتے ہیں
سب یہ خالی ہیں تو پھر آپ کہاں رہتے ہیں
دل میں آ رہی وہ آنکھوں سے نہاں رہتے ہیں
وہ یہاں رہتے ہیں حاشا نہ وہاں رہتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کی نظروں سے نہاں رہتے ہیں
رات دن آپ تو مصروفِ فغاں رہتے ہیں

آنے دیتے ہی نہیں ان کے سوا کوئی خیال
آہ اے بھئی دوراں تیرے بیمار فراق
ہم تو مشرک ہوں اگر غیر کی جانب دیکھیں
مسجد و دیر و کلیسا و کنشت و کعبہ
بے تجابی میں بھی پردہ نہیں اٹھتا رخ سے
دیر و کعبہ میں عبث شیخ و برہمن ہیں مقیم
وہ دکھاتے ہیں ہر اک چیز میں جلوہ لیکن
حضرت شوق یہ جانبازی کی جرات کب تک

جو نم ہو وہ دل یا خدا جانتا ہے
وہ ثنا کسی پر بقا جانتا ہے
مزا درد کا مبتلا جانتا ہے
وہی لطفِ قالو بلی جانتا ہے
وہی دردِ دل کا مزا جانتا ہے
یہ کیا ماجرا ہے خدا جانتا ہے
محبت کو وہ رہنما جانتا ہے
یہ اب تک انھیں باوفا جانتا ہے
مگر سب کا اچھا برا جانتا ہے

زمانہ تمہیں بے وفا جانتا ہے
جو ہستی کو اپنی فنا جانتا ہے
ہوسناک الفت کو کیا جانتا ہے
بسا جس کے سر میں ہے الفت کا نغمہ
ہدف ہو جو تیر نظر کا کسی کی
وہ کیوں پونچھتے دل کی حالت کو قاصد
کھلی جس پہ رمز مجاز و حقیقت
ڈبویا ہمیں سادہ لوحی نے دل کی
بظاہر ہے وہ شوق گولا کھ غافل

☆
اس کے گنہ رکھے پڑے اپنے سر مجھے
دونوں جہاں سے کھو گئی تیری نظر مجھے
مل جائے میرا دل تجھے تیری نظر مجھے
پہچانتا نہیں ہے مرا نامہ بر مجھے

مضطرب جو آیا حشر میں قاتل نظر مجھے
دنیا کا کچھ پتا ہے نہ دیں کی خبر مجھے
تجھ کو دکھاؤں تیری نگاہوں کی شوخیاں
اے شوق چار دن میں یہ صورت بدل گئی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷



حکیم راحت علی خاں حاذق

حکیم راحت علی خاں حاذق ابن حکیم نیاز علی خاں (از اولاد شیخ سہاء الدین کنبوہ) پیدائش ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ محلہ چکلی میں ہوئی۔ فارسی درسیات کی تحصیل خلیفہ شمس الدین وائی صدیقی سے کی (تاریخ اصغری صفحہ ۱۸۳) فن طب میں مہارت رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ نواب حامد علی خاں والی ریاست رامپور کے طبیب خاص رہے۔ امروہہ کے آزریری مجسٹریٹ بھی رہے تھے۔ فن شعر گوئی میں مولوی اولاد حسن سلیم اور امیر مینائی سے تلمذ تھا۔

۹ فروری ۱۹۳۱ء ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ کو وفات پائی۔ کلام ”دیوان حاذق“ کے نام سے آپ کے برادر زادے حکیم کاظم علی خاں ایڈوکیٹ نے شائع کیا ہے۔ شعر سلیقہ سے کہتے تھے۔
نمونہ کلام :-

بے حکم نہ حال دل بیمار کہوں گا گر آپ سنیں گے تو میں سو بار کہوں گا

تج نگہ یار میں ہے کیسی صفائی دل کاٹتی ہے جسم پہ چرکا نہیں ہوتا

چھپ کر مری نظر سے گیا مہ لقا کے پاس حاذق سے چال کی یہ دل راز دار نے

دل مرا نوحہ گر نہ ہو جائے کہیں ان کو خبر نہ ہو جائے

نہ سنو قصہ ہائے بیتابی دشمنوں پر اثر نہ ہو جائے

زلف کوزخ سے کیوں ہناتے ہو شب غم کی سحر نہ ہو جائے

آہ آہستہ کھینچ اے حاذق یار کو درد سر نہ ہو جائے

شاہ عبدالحلیم حلیم عباسی

شاہ عبدالحلیم حلیم عباسی ابن مولوی عبدالکریم ساکن محلہ مولانا (از اولاد مولانا لال عباسی) پیدائش تقریباً ۱۸۳۲ء م ۱۲۴۸ھ میں ہوئی۔ اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے اردو فارسی اور عربی پڑھی۔ عرصہ تک محکمہ فوج ریاست بے پور میں متصدی رہے۔ مزاج صوفیانہ تھا۔ حضرت شاہ محمد زماں خاں سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھی۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں؛

”آغازِ جوانی میں وطن سے نکل کر ریاست بے پور پہنچے اور عرصہ تک محکمہ فوج میں متصدی رہے۔ اور ادو وظائف کا شغل اور تصوف کی جانب شروع سے رجحان خاطر تھا..... حضرت شاہ زماں خاں سے خاندانِ نقشبندیہ میں نسبت بیعت درست کی۔ اس کے بعد طبیعت کا رنگ بالکل بدل گیا، اہل دنیا سے بے تعلقی اور شہرت و ناموری سے گریز رہا۔“

شاعری میں نواب محمد زکریا خاں زکی دہلوی سے تلمذ تھا جو مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ صاحب دیوان تھے۔ ”خزینہ ندرت“ کے نام سے ۱۹۱۱ء میں آپ کا دیوان شائع ہوا تھا۔ جس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ شاگرد اور مریدین کی تعداد کثیر تھی۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ م ۱۷ اگست ۱۹۳۱ء کو انتقال کیا۔

تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۲۲ مولفہ محمود احمد عباسی

نمونہ کلام :-

اخلاقِ محمدؐ سے مہذب ہوا عالم تہذیب کا انکار ہے انکارِ محمدؐ
 وہ لوگ ملائک سے نہ تھے رتبہ میں کمتر ہر وقت تھے جو حاضرِ دربارِ محمدؐ
 ☆
 لن ترانی کہہ دیا تھا آزمانے کے لئے وہ تو خود بے چین تھے جلوہ دکھانے کے لئے
 ☆
 اس کے کوچہ میں جا کے خاک ہوئی آبرو سب رہی سہی دل کی
 یہی ارماں رہا حلیم مجھے بات وہ پوچھتے کبھی دل کی
 ☆
 نقدِ جاں تو ہے نذرِ جاناں کو پاس اگر مال و زر نہیں نہ سہی
 کیوں بگڑتے ہو میرے کہنے پر آپ اگر فتنہ گر نہیں نہ سہی
 ☆
 ایک دن ہو تو کہوں حال کسی سے دلہا کا کون سنتا ہے مرا شور و فغاں روز کے روز

÷÷÷÷÷

بشیر احمد فانی

منشی بشیر احمد فانی ابن سعادت علی ساکن محلہ بٹوال ، ولادت تقریباً ۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ قومی و ملی کاموں سے دل چسپی رکھتے تھے۔ ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ آخر عمر میں میونسپل کمشنر منتخب ہوئے۔ فن شعر گوئی میں ماسٹر عزیز احمد عزیز امرہ ہوی کے شاگرد تھے۔ جون ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

زلف سے تم کرو معلوم نظر سے پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو حال پریشانی کا
 صاف ظاہر ہے کہ دیکھا ہے کسی کا جلوہ ورنہ کیا ہے سب آئینہ کی حیرانی کا

دلِ حزیں میں غم ہجر یار باقی ہے خزاں نہیں ہے خزاں کی بہار باقی ہے
 نہ ٹوٹا دست جنوں سے حجابِ کارشتہ لباسِ ہستی میں یہ ایک تار باقی ہے
 میں جس کے شوق میں آنکھوں کو اپنی زد و بیضا اسی کا مجھکو ابھی انتظار باقی ہے
 چھٹے گا کیسے سلاسل سے تیرا دیوانہ ہنوز موسمِ فصلِ بہار باقی ہے
 نہ جوش باقی ہے اپنا نہ دلو لے فانی برائے نام ہمارا مزار باقی ہے

÷÷÷÷÷

حکیم مولوی حامد حسن رضوی

حکیم مولوی حامد حسن حامد ابن اکبر حسین رضوی ساکن محلہ چاہ غوری
 (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشتی)، ولادت محرم ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔
 اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا احمد حسن محدث امر وہوی کی زیر نگرانی علوم و
 فنون کی تحصیل کی۔ حکیم محمد حسن (بڑی صاحب تفسیر "غایت البرہان") سے
 منطق، ہنیت اور الہیات کی تعلیم حاصل کی نیز فن طب کی تحصیل افسر الاطباء حکیم
 احمد سعید اور حکیم امجد علی خاں امر وہوی سے کی۔ بعد میں ڈاکٹر عبدالغنی سول
 سرجن سے ایلو پیتھی پڑھی۔ ۱۳۲۰ھ سے باقاعدہ حیدرآباد میں مطب شروع کیا
 اور ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ ۱۳۳۶ھ میں آپ کو
 یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد مدارالمہام نے ناظر دواخانہ کے عہدہ پر
 متعین کیا۔ آپ کی لگن۔ فنی لیاقت اور عمدہ کارگزاری کے سبب ۱۳۴۵ھ میں
 افسر الاطباء، ممالک محروسہ نظام حیدرآباد کے معزز عہدہ پر فائز کیا گیا اور
 تاحیات اس عہدہ پر متمکن رہے۔

درس و تدریس میں بھی اچھا ملکہ تھا۔ درس و تدریس اور طبی مصروفیات

کے باوجود تصنیف و تالیف سے بھی لگاؤ تھا۔ ایک رسالہ ”تذییر الطاعون“ (مطبوعہ) کے علاوہ ”توازن علوم قدیم و جدید“ ”تقابل طب مشرقی و مغربی“ (غیر مطبوعہ) آپ سے یادگار ہیں۔ بہت سے کامیاب علاج کیے جن کی تفصیلات کے لئے دیکھیے ”تذکرہ بدر چشت“ ۱۳۵۲ھ م ۱۹۳۴ء کو حیدرآباد میں وفات پائی۔ جلیل مانک پوری تلمیذ امیر مینائی نے حسب ذیل تاریخ لکھی:

کر گئے اس دارفانی سے سفر حامد حسن آہ وہ صدر اطباء نامور حامد حسن
لکھ پئے تاریخ رحلت لوح تربت پر جلیل خلد منزل سید عالی گہر حامد حسن
اولاد میں تین صاحب زادے حکیم ثروت حسن (م ۲۲ نومبر ۱۹۶۹ء) حکیم
مصطفیٰ حسن اور عماد الحسن تھے۔ حکیم ثروت حسن و عماد الحسن لا ولد رہے۔ حکیم
مصطفیٰ حسن کی اولاد حیدرآباد میں آباد ہے۔ نمونہ کلام:-

کتنے ہیں رات دن یہ انھیں کے فراق میں دل سے تو ایک دم کو وہ ہوتے جدا نہیں
بسکل کسی کو کرتے ہیں ابرو کی تیغ سے پتھر بتوں کا دل ہے کہ خوف خدا نہیں
بوسہ لیا جو مصحف رخسارِ یار کا کہنے لگے کہ آپ کو آتی حیا نہیں
حامد تمہارے ہجر میں تڑپے ہے رات دن اے جان عاشقوں پہ یہ تیری جفا نہیں!

÷÷÷÷÷

ابو احمد احمد

ابو احمد متخلص بہ احمد ابن ابو محمد ابن مقبول علی ساکن دربارِ کلاں امروہہ
ولادت ۱۲۴۹ھ میں ہوئی۔ مختلف اساتذہ سے اخذ علوم کیا۔ فن شعر گوئی میں

گلدستہ نسیم چمن

مولانا محمد عباس رفعت و حافظ خان محمد خاں شہیر سے شرف تلمذ پایا۔ ریاست بھوپال میں ملازم تھے۔ صاحب تذکرہ "آثار الشعراء" لکھتے ہیں:

"کتب درسی اردو فارسی مختلف استادوں سے پڑھنے میں آئیں فنِ سخن میں سید مومن حسین خاں صفی و مولانا محمد عباس رفعت و حافظ خان محمد خاں شہیر سے اصلاحیں پائیں، ۱۲۲۹ھ ان کی ولادت کا سال ہے۔ فی الحال جاے ملازمت ان کی ریاست بھوپال ہے۔"

صاحب آثار الشعراء نے ان کی ایک حسب ذیل غزل بھی نقل کی ہے۔

پری کے ماتھے پہ نور افشاں مثال اختر چمک رہا ہے	تمام عالم کھڑا ہے بخود جمال حیرت سے تک رہا ہے
ہزار غنچے کھلے ہوئے ہیں تمام گلشن مہک رہا ہے	شجر شجر پر چمن میں بلبل ہواے گل میں چمک رہا ہے
چرا کے سینہ الگ نہ جینھو گلے لگا لو ہمیں ذرا تم	کہ سو زفرقت سے سینے میں دل مثال انگرد حک رہا ہے
دھلا ہے سانچہ میں نخل قامت کرشمہ وز زے قیامت	بہار پر ہے گل جوانی بلا کا جو بن ٹپک رہا ہے
مزان میں ہے ابھی لڑکپن ہے طبع جو رو جفا پہ مائل	غوض میں مرہم کے زخمِ دل پر نمک شکر چھڑک رہا ہے
صنم کو ہے شوق بادہ نوش لگا رہا ہے کہا ب دل کے	لئے ہوئے ہاتھ میں نمکدان نمک نرک پر چھڑک رہا ہے
یہ دم ہے اب کوئی دم کا مہماں شباب آ کر سچ دوراں	لگا دے زخمِ جگر پہ مرہم کہ تیرا کشتہ بسک رہا ہے
چمن میں ہیں جمع حورو غلاماں ہے قابل دید یہ تماشا	بنا ہے گلشن مثال بہت ہر ایک غنچہ چمک رہا ہے
پری رنوں کا بڑا ہے مجمع عجیب ہے سیر بوستاں میں	ہر ایک پھل پھول پر ہے جو بن چمن میں سبز و لہک رہا ہے
ظاہری رنگت سنہرا جوڑا کیئے ہوئے زلف کو پریشاں	وہ فتنہ گر یہ کو کیا ہے خزاں میں گلشن مہک رہا ہے
خط بجا آیا تجھے ہے احمد کہاں کی کل 'آج ہی چلا چل	نبی سے آرام طلب نہ جوان دنوں دل دھڑک رہا ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی نعمت اللہ صدیقی

مولوی نعمت اللہ نعمت صدیقی ابن مولانا محمد امانت اللہ ساکن محلہ قریشی امر وہ (از اولاد قاضی نظام الدین صدیقی قریشی) مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ کے فارغ التحصیل عالم بہترین مقرر اور پڑتاشیر واعظ تھے۔ تمام علوم متداولہ پراچھی مہارت رکھتے تھے۔ جامع مسجد امر وہ میں مدرس رہے نیز نائب مہتمم اور ناظم کتب خانہ بھی رہے۔ فن شعر گوئی میں اچھا مذاق رکھتے تھے۔ آپ کا ایک مسدس ”مسدس نعمت“ کے نام سے موجود ہے۔ جو صحابہ کرام کے فضائل پر مشتمل ہے اس کے چند بند بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

جو برسوں اٹھائیں پیمبر کی صحبت کرے تربیت جن کی فیض نبوت
 کرے جن کو تعلیم خود رب عزتے رہے باقی ان میں بھی حرص و عداوت؟
 وفات پیمبر پہ ہو جائیں مرتد
 فقط مال دنیا رہے ان کا مقصد

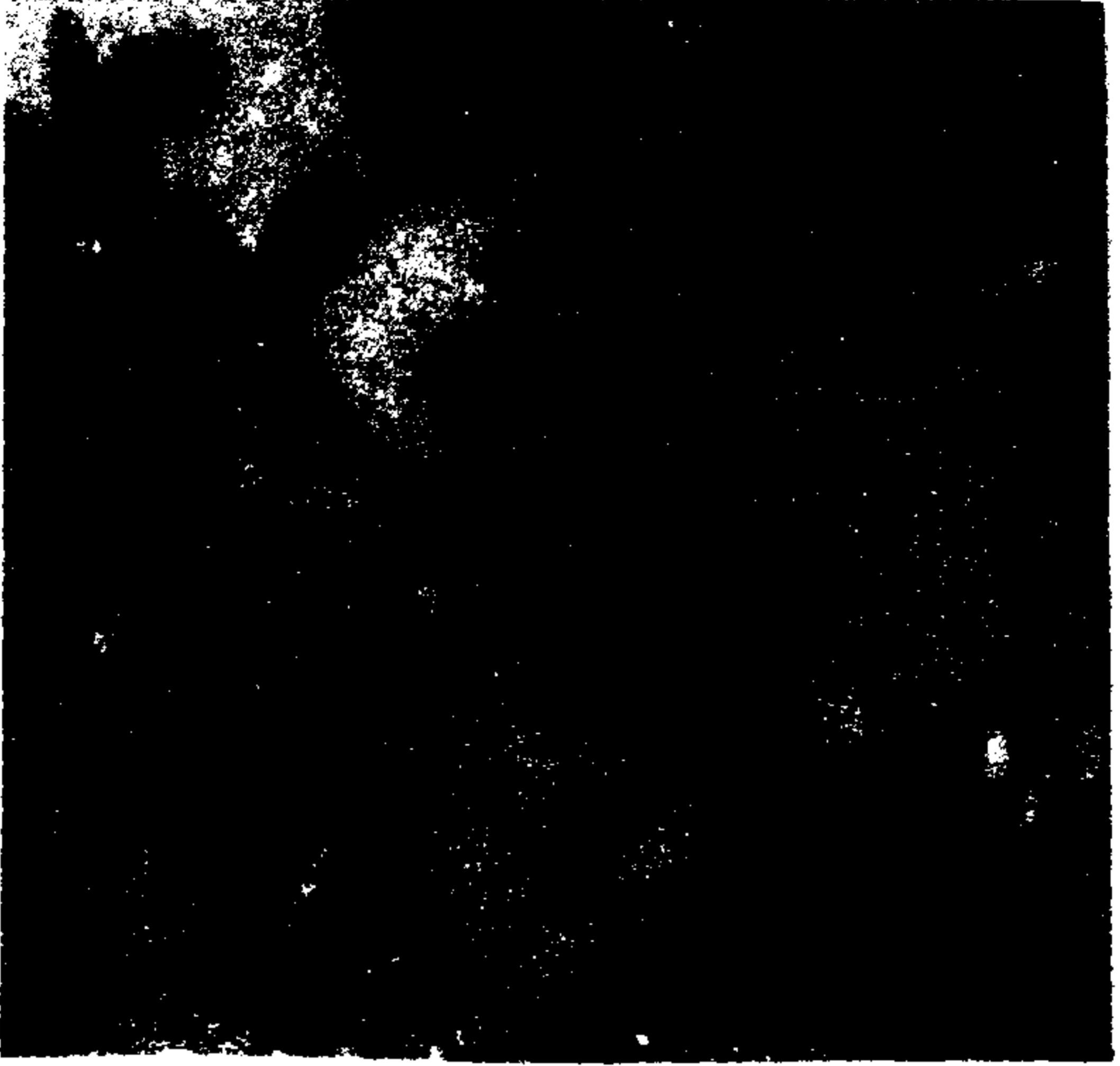
فضائل کا ان کے خدا مدح خواں ہے جو آیات قرآن سے سب پر عیاں ہے
 مہاجر اور انصار کا جو بیاں ہے خصوصیت اس میں کسی کی کہاں ہے

جو ہوتا ہے ثابت خدا کے بیاں سے
 عقیدہ خلاف اس کے آیا کہاں سے

روایت غلط ہے وہ بیشک جہاں ہے عداوت صحابہ کی جس میں بیاں ہے
 محبت پہ ان کی جو قرآن عیاں ہے فقط راویوں کا وہ دہم و گماں ہے

اگر ظن بھی ہوتا یقین کے مقابل
 تو پھر فائدہ کیا تھا قرآن سے حاصل

تعمیرات و مرمت



تعمیرات و مرمت



تمام اہل ایمان ہیں قائل اسی کے وہ اقوال سچے ہیں سارے نبی کے
مخالف نہ ہوں جو کہ نصِ جلی کے فضائل ہوں صدیق کے یا علی کے
روایت کا معیار ہے نصِ قرآن
وہ کرتا ہے کھوٹے کھرے کو نمایاں

بتاتا ہو قرآن جن میں محبت مورخ بیاں ان میں کرتے ہیں شدت
حدیثوں سے ثابت ہو ان کی عداوت تو ہے اہل ایمان کا یہ فرض حضرت
حدیث اور تاریخ سے ہاتھ اٹھائیں
جو قرآن میں ہے اس پہ ایمان لائیں

کجا قول راوی کجا نصِ قرآن مورخ کہاں اور کہاں قول یزداں
عداوت صحابہ کی ہے کذب و بہتان ہمارا ہے نصِ الہی پہ ایمان
عقیدہ ہو جسی کا خلاف خدا پر
اسے ناز زیبا ہے اپنے ڈکا پر

آپ نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب ”الہامات غوثیہ“ کا ترجمہ
فارسی سے اردو میں ”نغمات ربانیہ“ کے نام سے کیا تھا۔ جو ۱۳۴۰ھ میں کلکتہ
سے شائع ہوا۔ ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء میں وفات پائی۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

عبداللہ فرحتی عباسی

میر عبید اللہ فرحتی عباسی ابن منشی عبداللہ، ساکن محلہ ملانہ (از اولاد ملا
صدرالدین عباسی) ولادت ۱۸۵۸ء میں ہوئی۔ اپنے والد کے علاوہ مولوی

صدر الدین، حکیم محمد حسن امر وہوی اور مولوی رحیم بخش نارنولی وغیرہ سے امر وہہ اور دیگر مقامات پر اخذ علوم کیا۔ فارسی ادبیات میں خاص ملکہ پیدا کیا تھا۔ درس و تدریس سے شغول تھا۔ جو دھ پوز، اودے پورہائی اسکول میں فارسی کے استاد رہے۔ چار سال تک انسپکٹر سائزات کل ریاست میواڑ کی حیثیت سے کام کیا۔ اسی دوران ۱۸۸۵ء میں ریاست اودے پور کے تاریخی مواد کی فراہمی اور مطبع ریاست کی نگرانی سپرد ہوئی اس سلسلہ میں مطبوعہ و قلمی کتابوں کے علاوہ کتبات وغیرہ کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ایک نادر کتاب ”تحفہ راجستان“ لکھی۔ جس میں مشہور مورخ کرنل ٹاڈ کے اکثر تاریخی اغلاط کی وضاحت کی ہے۔ کچھ عرصہ تک راجہ سیٹامو (واقع ملک مالوہ) کے یہاں سکریٹری خاص یعنی دیوان رہے۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی معزز عہدوں پر ملازم رہے اور ۱۹۰۱ء میں سب رجسٹرار کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ عربی فارسی کے علاوہ انگریزی ہندی گجراتی و مرہٹی زبانوں پر بھی اچھی قدرت تھی۔ شاعری کے علاوہ اکثر تاریخی مضامین لکھے، جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ زیادہ رجحان فارسی شاعری کی طرف تھا۔ ایڈورڈ جی براؤن پروفیسر پیبروک کالج کیمبرج کا کہنا ہے کہ:

”غزلیات فرحتی“ کا معیار کسی طرح کلام اہل زبان ملک

فارس سے کم نہیں“

۱۹۲۸ء میں آپ کے صاحب زادے جناب عامر عباس عالی نے آپ

کا فارسی کلام ”دیوان فرحتی“ کے نام سے شائع کیا۔ جس میں دو عربی اور تین

فارسی نعتوں کے علاوہ سینتالیس غزلیں اور ایک قصیدہ درمدح نواب شیر محمد خاں

فرماں روئے ریاست پالن پور شامل ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔ چنانچہ

فارسی اشعار بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہوں۔

آفتِ جاں نگار می دارم دشمنِ خویش یار می دارم
 در غم و رنج ہجر لالہ زنی داغہا بے شمار می دارم
 زخ من زرد و اشک من گلگلوں چہ خزاں با بہار می دارم
 یافتم گرچہ صبر و ہوش و قرار بہر تو جانِ زار می دارم
 فرحتی از پئے شفاعتِ حشم احمد و چار یار می دارم
 در خیالت مدام حیرانم ☆ ایں چہ شوقیت من کہ می دارم
 دست من گہ بہ مدعا زید گرچہ کردم نذر دل و جانم

اردو اشعار:-

کو چہ یار میں پہنچے تو گئے ہوش و ہواس قافلہ لٹ گیا آکر سر منزل اپنا
 فرحتی چین نہ پایا کبھی ہم نے اک دم ☆ مرضِ عشق میں جینا ہوا مشکل اپنا
 نہ تہا زلف پچاں نے کیا غارت دل و جاں کو تری چشم فسوگر رہن ایمان و دیں نکلی

÷÷÷÷÷

مولوی قدرت اللہ حباب

مولوی قدرت اللہ حباب و قدرت صدیقی ابن کفایت اللہ ابن امین اللہ ساکن محلہ مولانا (از اولاد شیخ عبدالحکیم) ولادت تقریباً ۱۸۵۹ء میں ہوئی۔ امر وہہ کے ذی علم اور اچھے شعراء میں سے تھے۔ اردو فارسی زبان پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ امر وہہ کے استاد شعرا میں شمار کئے جاتے تھے۔ مولانا حبیب احمد اُنق کاظمی اپنے رسالہ ”شاعر“ میں لکھتے ہیں؛

” کلام میں تشبیہات و تلازمات کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ امانت لکھنوی بول رہے ہیں۔“

(ماہنامہ شاعر فروری ۱۹۲۹ء)

آپ کا ایک مسدس ”ارمغانِ قدرت“ کے نام سے ۱۳۰ھ میں شائع ہوا جو کل ۲۲ صفحات پر مشتمل اور رسول اکرمؐ کا منظوم سراپا ہے۔ کلام مختلف شعری گلدستوں میں بکھرا ہوا ہے۔ آپ کی وفات کا سن تحقیق نہیں ہو سکا۔ اخلاف میں چار صاحبزادے میر محمد، محمد احمد، سید محمد اور رفعت اللہ انظار تھے۔ ان میں رفعت اللہ انظار کے دو فرزند احمد اور انیس احمد ہوئے۔ نمونہ کلام :-

ہیت سے پھڑ پھرا تا جو مرغِ خیال ہے	دھوکا یہ ہے کمر تری پھندے کا جال ہے
اللہ رے ناز کی یہ نزا ک کا حال ہے	چولی کا سایہ تک بھی کمر پر وبال ہے
مونس مرا فراق میں غم کے بٹانے کو	پہلو میں دل ہے دل میں تمہارا خیال ہے
دی ہم کو چشمِ شوق بتوں کو دیا جمال	اس میں بھی کوئی مصلحتِ ذوالجلال ہے
قدرت میں کیا ہوں ہے جو زمانہ کو اشتیاق	یہ محض قدر دانی اہل کمال ہے !
کیا سر چڑھا کے اس کو بگاڑا ہے یار نے	بل کر رہی ہے زلف سے بال بال پر
سیراب ہو شرابِ تمنا سے جو حباب	موقوف ہے یہ ساقی کوثر کے لال پر
رنگ جدا ہراک سے ہمارے سخن میں ہے	بو باس ہر چمن سے نئی اس چمن میں ہے
کرتے ہو تم عدو سے اشاروں میں گفتگو	میری نظر بھی چار طرف انجمن میں ہے
مدت سے مانتے ہیں سخن در ہمیں حباب	کس کو کلام آج ہمارے سخن میں ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

حکیم حمید الحق فوق صدیقی

مولوی حکیم حمید الحق فوق صدیقی ابن حکیم اسرار الحق شوق محلہ قریشی (از اولاد حضرت نظام الدین صدیقی قریشی) اپنے والد اور دیگر علماء کرام سے علوم متداولہ اور فن طب کی تحصیل کی تھی۔ عربی فارسی پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ ایک کامیاب طبیب تھے۔ شاعری میں صوفی نور اللہ عیش صدیقی سے شرف تلمذ تھا۔ لیکن غزل گوئی میں شاہ ممتاز الرحمن بدنام صدیقی سے اصلاح لیتے تھے۔ نعت و مناقب اور غزل گوئی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ تاریخیں بھی خوب کہتے۔ پاکستان جا کر وفات پائی۔ اولاد پاکستان میں آباد ہے۔

نمونہ کلام :-

ہے بری ہماری قسمت میں برے ہمیں جہاں سے
جو اثر کیا ہے دل پر تیرے تیر نیم کش نے
یہ یقین ہے اے پری رو ترے ہوش ہوں فخر و
مری جان فوق نگلی مراد دل رہا وہیں پر
نہ تمہیں سے کوئی شکوہ نہ شکایت آسمان سے
یہ مجال کیا زباں کی کہ بیان ہو زباں سے
کبھی داستانِ غم تو جو سنے مری زباں سے
جو اٹھا دیا کسی نے مجھے اس کے آستان سے

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

علی مہدیٰ خاں شیدا

علی مہدیٰ خاں ابن علی منتظم خاں ساکن گھڑیال منزل واقع بازار بساون گنج (از اولاد حضرت شاہ ولایت) اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے علم کی تحصیل کی دیگر علوم و فنون کے ساتھ طب کی بھی تحصیل کی تھی۔ عربی فارسی اردو

ادبیات میں اچھا درک رکھتے تھے۔ مزاج صوفیانہ تھا۔ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے۔ شاعری میں امیر احمد امیر مینائی سے شرف تلمذ تھا۔ ابتداء میں شیدا اور بعد میں ناظم تخلص اختیار کیا۔ اولاد ذکور میں پانچ صاحبزادے علی مقتدی خاں، علی عطا خاں، علی مرتضیٰ خاں اور علی صفدر خاں تھے۔ ان سب بھائیوں کی اولاد ہندوستان اور پاکستان میں آباد ہے۔ نمونہ کلام:-

اے شاہ حسن کیوں نہ فقیروں کی لی خبر	تیرا ہی تھا بھلا جو کسی کی دعا میں تھا
شیدا دروغ جی نہ اٹھا کیوں میں بعد مرگ	کیسا اداس وہ مری بزمِ عزا میں تھا
کیوں چھپاتے ہو اُر غیر کے گھر جاتے ہو	ابھی باتیں نہ کرو صاف کہو جاتے ہیں
تجھ سے اے طالع خود ہیں خدا ہی سمجھے	وہ کہانی مری سنتے ہیں تو سو جاتے ہیں
آتے ہیں ان کی زیارت کو فرشتے شیدا	شاہ کونین کے دربار میں جو جاتے ہیں
انجام بُرا ہے عاشقی کا	مائل نہ ہو دل کہیں کسی کا
بولے وہ مری لحد پہ آکر	انجام یہی ہے عاشقی کا
کیا جلد گذر گئی شب وصل	نکا ارمان کچھ نہ جی کا

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

مولوی مجتبیٰ مجتبیٰ

مولوی مجتبیٰ معروف بہ مولوی چاند ابن حکیم مصطفیٰ ساکن محلہ بگلہ (از اولاد حضرت شاہ ولایت) ولادت تقریباً ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ والد اور دیگر استاذہ امر وہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ عربی فارسی میں اچھڑ استعداد کے مالک تھے۔ عرصہ تک امام المدارس امر وہ کے فیچر رہے

دہستان امیر مینائی صفحہ ۳۰۰، مولفہ عرفان عباسی

شاعری میں مولوی اولاد حسن سلیم کے شاگرد تھے۔ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔
اولاد ذکور میں حبیب حسن اور شیب حسن تھے۔ ان دونوں بھائیوں کی اولاد
پاکستان میں مقیم ہے۔

انٹھے والے ہیں جہاں سے کوئی دم بیٹھے ہیں
☆ پاؤں لٹکائے ہوئے گور میں ہم بیٹھے ہیں

دل تیر حوادث کا ہر وقت نشانہ ہے
☆ اب دن نہیں جینے کے مرنے کا زمانہ ہے

الہی خیر ہو بگڑی ہوا زمانے کی
لچک رہی ہے بہت شاخ آشیانے کی

◆◆◆◆◆

ذاکر حسین اثر وارمان

ذاکر حسین اثر وارمان نقوی ابن شاکر حسین (از اولاد حضرت شاہ
ولایت) ولادت ۱۸۸۵ء کو جے پور میں ہوئی۔ اپنے والد سے اردو فارسی کی
تعلیم حاصل کی اور میٹرک پاس کیا۔ طبیہ کالج جے پور سے ”عمدۃ الحکماء“ کی
سند بھی حاصل کی۔ لیکن مطب نہیں کیا۔ تمام عمر ”کونسل آف اسٹیٹ جے
پور“ میں کلرک رہے۔ ۱۹۳۰ء میں جے پور میں ہی انتقال کیا۔ ”تاریخ
شعراے روہیلکھنڈ“ کے مولف تعظیم علی شایاں بریلوی نے آپ کو قوی
امروہوی کا شاگرد اور ان کی تاریخ وفات ۱۹۵۰ء لکھی ہے جو غلط ہے۔
مولوی احترام الدین شاعلی عثمانی نے انھیں قتل پہر سری اور مولانا اطہر کا
شاگرد لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں؛

”آپ نے ۱۹۱۹ء سے شعر کہنا شروع کیا اول حضرت

قتیل پھر سری (حمید الحسن) سے اصلاح لی اور ان کے
انتقال کے بعد ۱۹۲۱ء میں مولانا اطہر (معشوق علی اطہر
ہاپوڑی) کے شاگرد ہوئے۔

نمونہ کلام :-

جان دینا تو غم عشق میں کچھ دور نہیں تنگ ہمت ہے مجھے اس لئے منظور نہیں
آپ رسوائے زمانہ ہوں یہ منظور نہیں ورنہ میں ضبطِ فغاں کے لئے مجبور نہیں
دل جگر دونوں ہی نکلے کام کے درد اٹھتا ہے انھیں کو تھام کے
شکوہ بیداد پر ہنس کر کہا اور ہوتے ہیں حسین کس کام کے

÷÷÷÷÷

اسد اللہ اسد نقوی

اسد اللہ اسد ابن حکیم عابد علی ساکن محلہ لکڑہ (بیزہ گان حضرت ابدال
محمد از اولاد حضرت شاہ ولایت) ولادت ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ مختلف اساتذہ
سے علم حاصل کیا اور میرٹھ میں ملازم رہے۔ شاعری میں مولوی اولاد حسن سلیم
کے شاگرد تھے۔ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی اولاد ذکور میں دو فرزند ظہیر الحسن اور
شجاع الحسن تھے۔ جن کی اولاد امروہہ اور پاکستان میں موجود ہے۔

نمونہ کلام :-

نمانے ذات احمد وجہ ایجاد جہاں رکھدی حجاب لفظ کن میں اپنی سب رحمت نہاں رکھدی
خدا معلوم لفظ کن کا کیا مقصود اصلی ہے کہ اک ذات محمد باعث ہر دو جہاں رکھدی

تذکرہ شعرائے جے پور، مولفہ مولوی احترام الدین شاعلی عثمانی صفحہ ۶۲/۶۱

کھل اس دم حقیقت اپنی جانبازی کی عالم پر کہ ہم نے اپنی آردن جب تہہ تیغ رواں رکھدی
 کسی کا درد ہے دل میں جو کاٹنا سا کھٹکتا ہے خدا معلوم کیا اس نے کوئی نوک سناں رکھدی
 سایہ گل پڑ گیا گر صحنِ گلشن میں کبھی غش پہ غش ان کو وہیں زیرِ شجر آنے لگے

☆

مولوی شوکت حسین نوری رضوی

مولوی شوکت حسین نوری ابن پیر اقبال حسین (از اولاد حضرت شاہ
 ابن بدر چشت) پیدائش ۱۲۸ھ - مولانا احمد حسن محدث امر وہی سے
 امر وہہ میں اور مولانا محمود حسن شیخ الہند اور مولانا خلیل الرحمن وغیرہ سے
 دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ تفسیر و تصوف کی بعض کتابیں مولانا عزیز
 الرحمن صاحب سے بھی پڑھیں۔ میرٹھ میں مدرس رہے۔ صاحب استعداد ذاکر
 و شاعر بزرگ تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے سلسلہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں
 بیعت تھے۔ محمود احمد عباسی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ کو تصنیف و تالیف سے
 شغف تھا۔ لیکن آپ کی کسی کتاب کا نام نہیں لکھا۔ خورشید مصطفیٰ صاحب رضوی
 نے راقم الحروف کو آپ کی ایک مسدس ”مسدس نوری“ کے نام سے دی جس
 کا پورا نام ”مسدس نوری“ در بیان عقائد ضروری“ ہے اس میں کل ۷۳ بند
 ہیں حمد و نعت اور مدح صحابہ کے علاوہ بعض عقائد باطلہ کی رد ہے۔ دسمبر
 ۱۹۳۸ء، ۱۳۵۷ھ میں ساہونگلہ میں وفات پائی۔ عبدالوحید صاحب رضوی
 نے حسب ذیل تاریخ وفات کہی:

چو آں مولوی شوکت با حسین ز دنیا برفتہ بملک و داد

ز سال ز حیلش مدا شد ز غیب بگویم کہ ”مغفور جاوید باد“

۱۳۵۷ھ

اولاد ذکور میں چار فرزند سبط حسین، محمود حسین، احمد حسین اور محمد حسین تھے۔ احمد حسین صاحب (م ۱۰ جون ۱۹۸۸ء) بھی ذی استعداد عالم تھے جن کے صاحبزادے مولوی مسعود حسین، مولوی طفیل احمد اور حافظ ادریس احمد ہیں۔

✽ حمد ✽

نمونہ کلام :-

اس کو ہی حمد ہے کہ جو ہے واجب الوجود ہر شے کا بس اسی نے ہے قائم کیا وجود
اس صانع ازل سے ہے ہستی کا تار و پود موجود خود وہی ہے اسی سے ہے سب کی بود

و جیس ہیں سب یہ اس کی وہ دریا کرم کا ہے

باقی ہے وہ تمام کو رستہ عدم کا ہے

نعت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نبیوں کے معجزات بھی اور ان کا حال و قال فطرت کی بھی سلامتی اخلاق کا کمال
ہوتے ہیں یہ امور نبوت پہ ان کی دال احمد مگر تھے سارے کمالوں میں بے مثال

نبیوں میں کوئی آپ سا ہرگز ہوا نہیں

بہتر ہیں ساری خلق سے لیکن خدا نہیں

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہتے ہیں :

صدیق سب سے افضل ہیں بعد ان کے ہیں عمر دی یہ جناب سید ابرار نے خبر

صدیق سے ہی بعد نبی کے ہے معتبر بیعت کی سب نے آپ کے افضال دلجو

صدیق کے پھر حکم سے حضرت عمر ہوئے

بس جمع ان کی رائے پہ سب بے خطر ہوئے

مجاہد حسین جوہر

مجاہد حسین جوہر ابن ثار حسین ساکن محلہ دانشندان (از اولاد مولانا اشرف دانشمند) ولادت تقریباً ۱۲۹۱ھ م ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ تحصیل علوم کے بعد کچھ عرصہ کلکتہ کی بدایوں میں ملازم رہے بعد میں مراد آباد میں اپنا ایک پریس ”جوہر پریس“ کے نام سے قائم کیا اور ایک مذہبی رسالہ ”اتحاد اسلام“ جاری کیا جس کو بعد میں امروہہ منتقل کر دیا تھا۔ جو بعد میں ایک ہفت روزہ اخبار کی شکل میں ”اتحاد“ کے نام سے جاری رہا۔

مجاہد حسین جوہر کی شاعری زیادہ تر اصلاحی اور مذہبی ہے۔ جوہر ایک اچھے صحافی اور نثر نگار بھی تھے۔ اصلاح معاشرہ پر انھوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ ان کا مسدس ”مسدس جوہر“ کے نام سے راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے جس کے سرورق پر پورا نام اس طرح لکھا ہوا ہے۔ ”تحت اسلام“ ”مسدس جوہر یعنی جوش و خروش اسلام مع مناجات جوہر“ نیز سرورق پر یہ رباعی لکھی ہے؛

یہاں طفلی و پیری و جوانی کیا ہے ہے خواب کا حال زندگانی کیا ہے

ہاں علم و ہنر سے آبرو ہے جوہر بے علم کی عمر جاودانی کیا ہے

مجاہد حسین جوہر نے ۱۳۵۷ھ م ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ اولاد ذکور

میں دو صاحبزادے محمد حسین اور مشاہد حسین تھے۔ جنھوں نے والد کی حیات ہی میں انتقال کیا۔ محمد حسین کے ایک فرزند خورشید حیدر تھے انھوں نے بھی عالم شباب میں رحلت کی۔ مشاہد حسین کی ایک دختر جناب عطا حیدر ساکن محلہ بیگم سرانے خرد کی زوجہ ہیں جن کے بڑے لڑکے کمال حیدر سماجی کارکن ہیں۔

نمونہ کلام :- مسدس جو ہر مطبوعہ ۱۹۱۰ء سے دو نعتیہ بند ملا حظہ ہوں
اپنا رسول اکرم جو فخر انبیا تھا امت کا ناخدا تھا محبوب کبریا تھا
عرشِ علا پہ جس کو حق نے طلب کیا تھا خالق تھا اس پہ عاشق خالق پہ وہ فدا تھا
گر اس کا دم نہ ہوتا یہ انس و جاں نہ ہوتے

گر وہ نبی نہ ہوتا نو آسماں نہ ہوتے

ہر چیز سے عیاں ہے جلوہ نمائی اس کی ہر گز نہ اک نبی نے توقیر پائی اس کی
معراج سے ہے ظاہر حق تک رسائی اس کی لاریب حق اسی کا بیشک خدائی اس کی

کیا خوب نام نائے اس کو دیا خدا نے

محمود سے ٹمہ مشتق کیا خدا نے

مسدس کے اخیر میں مسلمانوں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ

یارب نبی کا صدقہ اس قوم پر کرم کر عزت کو دے ترقی آوارگی کو کم کر

یا ان کو اہل حرفہ یا صاحبِ قلم کر توفیق خیر دے کہ ذی جاہ و ذی حشم کر

گرداب میں جو کشتی ان سب کی پھنس رہی ہے

رونے کی جا ہے ان پر سب قوم ہنس رہی ہے

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

طاہر حسین گویا

طاہر حسین گویا ابن ممتاز حسین (از اولاد حضرت شاہ ولایت)

ولادت تقریباً ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ اسی پر انٹرمی اسکول

میں نیچر تھے۔ حکیم فیاض علی خاں فیاض کے رسالہ "معراج الکلام" کے مدیر بھی

رہے۔ شاعری میں حکیم راحت علی خاں حاذق امر وہی کے شاگرد تھے۔ بعد میں منظور احمد افسر سے اصلاحِ سخن کرتے رہے۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ”رہمائے تخیل“ کے نام سے ان کا دیوان شائع ہوا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

حسرت کسی غمگین کی نکلنے نہیں دیتے	وہ وصل کی شب دل کو بہلنے نہیں دیتے
کس طرح بھلا جائیں گے وہ غیر کے گھر کو	دل سے کبھی ہم ان کو نکلنے نہیں دیتے
دل کو تو جلاتے تھے مرے آپ شب و روز	اب شمع مری قبر پہ جلنے نہیں دیتے
کیوں کر ہے حسرت دل بیتاب کی ان سے	گویا کی کوئی بات بھی چلنے نہیں دیتے!
تیری رحمت کی طلب میں اے خدائے دو جہاں	اب تو گویا بھی گنہگاروں میں شامل ہو گیا

مولوی فضل ستار لاہوری

مولوی فضل ستار لاہوری وختہ ابن مولوی سخاوت حسین رضا ساکن محلہ سرائے کہنہ (از اولاد حضرت شاہ ولایت) پیدائش ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ اردو فارسی اور انگریزی زبانوں میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ فارسی درسیات کی تحصیل مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہہ میں مولوی ظفر یاب خاں بجنوری سے کی تھی۔ ۱۹۰۶ء میں بغرض تحصیل علم لاہور گئے اور اورینٹل کالج سے منشی، منشی کامل، منشی فاضل وغیرہ کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کئے اور

وظیفہ پایا۔ ۱۹۱۱ء میں بریلی میونسپل ہائی اسکول میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ بعد میں امر وہ گورنمنٹ کالج اور سہارن پور ہائی اسکول میں استاد رہے۔ اورنگ آباد میں بھی ملازم رہے۔ وہیں عبدالغفور شہباز سے کلام پر اصلاح لی اور بعد میں اولاد حسین شاداں بلگرامی کی شاگردی اختیار کی۔ شروع میں خستہ تخلص کرتے تھے بعد میں لاابالی تخلص کیا۔ اپنا تاریخی نام ”عزیز اختر“ رکھ لیا تھا اسی مناسبت سے اختر تخلص بھی رکھا۔ مزاح میں بھی شعر کہتے تھے۔ اس میں ”لافر“ تخلص کرتے تھے۔ نثر و نظم دونوں پر قدرت تھی۔ اودھ پنچ اور ”اپنچ“ بانکی پور کے خاص لکھنے والوں میں سے تھے۔ نثر میں اکثر مضامین ”مولانا رخی“ کے قلمی نام سے لکھے۔ تاریخ گوئی میں بھی اچھا ملکہ تھا۔ آپ کے صاحبزادے تلمیذ الدین نقوی صاحب نے آپ کے حالات و سوانح پر ایک کتاب ”اودھ پنچ کا قلم کار“ کے عنوان سے لکھی۔ جس میں مکمل سوانحی حالات مع کلام موجود ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔ منھن لال وفا سکینہ امر وہی نے تاریخ وفات لکھی؛

لو آج مولوی فضل ستار گئے یاد ہر سے اب ادب کے اوتار گئے
تاریخ وفات یہ وفا نے لکھی اب دار بقا کو فضل ستار گئے
نمونہ کلام:-

عیاں کی اپنی قدرت سے یہ بزم کن نکاں تو نے وجود مہر و مہر روشن کیا پھر تمع ساں تو نے
فلک کی سقف میں انجم کے تو نے تہمتے نائے سجایا اپنی قدرت سے یہ سب کون و مکاں تو نے
تجلی طور سینا پر کبھی تیری نظر آئی اُرچہ ذرے ذرے سے کیا جلوہ عیاں تو نے
نالے کرتا ہے کبھی یاد دل مضطر فریاد یاد میں کس کی کیا کرتا ہے دن بھر فریاد

سوں کی طرح زباں درازی کب تک زگس کی مثال دیدہ بازی کب تک
 ہے گلشن ہستی میں خزاں آنے کو اے بلبل جاں نغمہ طرازی کب تک
 رات دن آہ کیا تڑپتا ہے تم نے پھر بھی خبر نہ لی دل کی
 ††††††††††††

شاہ علاء الدین شرر جعفری

حضرت شاہ علاء الدین شرر ابن شاہ نظام الدین ساکن محلہ نوگزہ
 (از اولاد حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری علیہ الرحمہ) ولادت تقریباً
 ۱۳۰ھ ۱۸۸۹ء میں ہوئی، آپ ابھی گیارہ بارہ سال کے ہی تھے کہ آپ
 کے دادا حضرت شاہ قیام الدین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد شاہ نظام
 الدین اکثر حالت جذب میں رہتے تھے۔ اس لئے آپ علوم ظاہری کی تحصیل نہ
 کر سکے۔ پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی "مقاصد العارفین" کے مقدمہ میں
 لکھتے ہیں کہ:

"آپ علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کر سکے بس رسمی تعلیم
 حاصل کی تھی۔ مگر خاندانی خصوصیات، زہد و ورع اور
 فقر و درویشی میں باکمال تھے۔ کشف قلب میں بھی اپنے
 اسلاف کرام کی طرح ممتاز تھے۔"

حضرت شاہ علاء الدین صاحب شعر کہتے تھے اس روایت کی تصدیق
 امر وہ کے کسی سوانح نگار نے نہیں کی اور نہ ہی ان کے کسی ہم جلیس نیز کسی مرید

۱۔ مقاصد العارفین صفحہ ۳۵ تصنیف شاہ عضد الدین محمد جعفری مرتبہ نثار احمد فاروقی

نے یہ بات بیان کی کہ وہ شعر بھی کہتے تھے۔ لیکن راقم الحروف کے پردادا حکیم محمد اسحاق پروین کے والد خلیفہ نوروز علی کی بیاض میں ایک غزل درج ہے جس کے سرنامہ پر ”شاہ علاء الدین شرر“ تحریر ہے راقم السطور نے اس دور کے رسائل و شعری گلدستوں میں اس نام کے شاعر کی تلاش کی تو محض ”جلوہ یاز میرٹھ“ کے ایک گلدستہ مطبوعہ ۱۹۰۹ء میں ایک شاعر ”علاء الدین شرر امر وہی کی غزل ملی دوسرے اسی گلدستہ میں ایک شاعر ”علاء الدین متخلص بہ علاء امر وہی“ بھی شامل ہیں۔ لیکن احقر کے اس خیال کی تائید مورخ امر وہی علامہ محمود احمد عباسی کی ایک قلمی تحریر ہے جس میں انھوں نے حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری کی اولاد کے اسماء تحریر کئے ہیں اور حضرت شاہ علاء الدین کے نام کے ساتھ ”شرر“ بھی تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شعر کہتے تھے اور شرر متخلص اختیار کیا تھا۔ ممکن ہے کہ آپ نے آخر عمر میں شعری روش کو ترک کر دیا ہو۔ خلیفہ نوروز علی کی بیاض سے وہ چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

آذر ہے وہی رونق بت خانہ وہی ہے	خود حسن ہے اور حسن کا دیوانہ وہی ہے
پتیاں اسے رکھتا ہے یاں اپنا ہی جلوہ	ہے شمع فروزاں وہی پروانہ وہی ہے
مدت ہوئی اک چوٹ لگی تھی کبھی دل پر	نالہ ہے ابھی تک افسانہ وہی ہے
بیگانہ یہاں کوئی ہمارا نہیں لیکن	اپنا جسے ہم کہتے ہیں بیگانہ وہی ہے
اس کوچہ میں اول کبھی طفلی میں گئے تھے	اک عمر ہوئی شیوہ روزانہ وہی ہے
بارونق اسی سے ہے رہ شیخ و برہمن	زناں وہی سچے صد دانہ وہی ہے
خود عشق ہے معشوق ہے عاشق ہے وہ	ساتی وہی بادہ وہی مستانہ وہی ہے

شاہ علاء الدین عالیہ الرحمہ نے ۲۸ رزی الحجہ ۱۳۵۸ھ سے فروری ۱۹۴۰ء میں وفات پائی۔ آپ کے دو صاحبزادے شاہ جمال الدین

(م ۲۹ / محرم ۱۳۶۵ھ / م ۳ / جنوری ۱۹۴۵ء) دوسرے شاہ معین الدین اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔ شاہ معین الدین صاحب کے تین فرزند جناب ڈاکٹر محمد مطلب جعفری، جناب محمد طاہر اور محمد طیب ہیں۔

+++++

منشی وہاب احمد غنی صدیقی

منشی وہاب احمد صدیقی ابن دہشاد علی ساکن محلہ قریشی، امر وہہ کے مختلف اساتذہ سے علوم و فنون کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شاعری میں اچھا مذاق رکھتے تھے اور اس فن میں مولوی اصغر علی ثابت رامپوری سے تلمذ تھا۔ آغاز جوانی میں وطن کو خیر باد کہہ کر ملتان چلے گئے۔ وہاں چھاؤنی میں رہتے تھے۔ ان کی وجہ سے اس علاقہ میں شعر و شاعری کا چھا چھا چا رہا۔ ملتان سے ایک ادبی ماہانہ ”باغ و بہار“ کے نام سے جاری کیا تھا۔ لیکن زیادہ دن نہیں چل سکا۔ منشی بہیم سین ظفر مصنف ”جو بہار“ ان کے شاگرد رشید تھے۔ جو ان کے بعد احسان دانش کے تلامذہ میں داخل ہو گئے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں ملتان میں ہی وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

صورت میں آدمی کی کچھ ایسی دلکشی ہے	گویا بنانے والا بیٹھا ہے آدمی میں
اے شمع رو دکھا دے تو اپنا روئے روشن	تقدیر کے لکھے کو پڑھ لوں میں روشنی میں
فرقت کی رات، درد الم، کرب، انتظار	جھونکا غضب پھر اس پہ نسیم بہار کا



مولوی احمد حسین خاں نسیم

مولوی احمد حسین خاں نسیم ابن حافظ عباس علی خاں ۱، حضرت مولانا احمد حسن محدث امر وہی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ابتداءً عمر سے شعر و ادب کا ذوق تھا۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

”ادبیات کا ذوق ابتدائے عمر سے ہے، زمانہ طالب علمی میں اسی ذوق ادبی کی وجہ سے ان کا لقب ”ابوزید“ پڑ گیا تھا۔“ (تذکرۃ الکریم صفحہ ۳۴۲)

عرصہ تک ریاست حیدرآباد میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہے۔ یہاں آپ اول محکمہ امور مذہبی میں ملازم اور بعد میں مدرسہ محبوبیہ میں صدر مدرس رہے۔ سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت حافظ عباس علی خاں کے مرید و خلیفہ تھے شاعری کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا۔

۱ حافظ عباس علی خاں ابن محمد ولد ار علی خاں عالم و فاضل اور مرتاض بزرگ تھے۔ مولانا فخر الدین احمد المعروف حکیم بادشاہ الہ آبادی سجادہ نشین دائرہ شاہ رفیع الزماں قادری کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ قادریہ سہروردیہ نیز سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مرید ہوئے اور عرصہ تک حاضر خدمت رہ کر خرقہ خلافت پایا۔ ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر وفات پائی۔ آپ کے خلیفہ مرزا محمد امیر الملک عرف مرزا باقی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

حافظ عباس علی شاہ امام اقطاب بود ہر لحظہ بحق شاعر و اصل بے شک
سال و صلش نوشت این احقر مرشد عارف و کامل بے شک
۱۳۲۴ھ

تصوف اور سیرۃ المشائخ پر آپ کی کئی تصانیف یادگار ہیں۔ مثلاً ”عوامل احمدیہ“ و ”سنن احمدیہ معروف بہ فتاویٰ محبوبیہ“ و ”معارف احمدیہ“ و ”ارمغان عثمان شاہی“ (یعنی مجموعہ مثنویات تصوف) حیدرآباد دکن میں بہت لوگ آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں کہ

”مقامات دکن میں کثرت سے آپ کے مریدین ہیں“

مریدین کے اسماء اور دیگر حالات کے باضابطہ رجسٹر

مرتب رہتے ہیں۔“ (تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۴۲)

اپنے والد حافظ عباس علی خاں صاحب کے مزار پر ایک مسجد اور مختلف عمارات تعمیر کرائیں اردو فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ امر وہ سے ایک شعری گلدستہ ”نسیم چمن“ کے نام سے جاری کیا تھا۔ جس کے چھ شماروں کا زیر و کس مشفق گرامی پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی کی وساطت سے راقم الحروف کو دستیاب ہوا ہے۔

مولوی احمد حسین خاں نسیم نے ۱۳۶۱ھ، ۱۹۴۲ء کو اجیر میں انتقال کیا۔ جسدِ خاکی کو امر وہ لاکر روضہ عباس علی خاں میں سپردِ خاک کیا گیا۔

نمونہ کلام :-

نَسِيمَ الْحَمْدِ انصَبْتُ كَنُورَ	لَا زَهَارِ الْقُلُوبِ بِالنُّظُورِ
نسیم ثناء ہے رواں مثل نور	کہ حاصل ہو جس سے دلوں کو سرور
قَضَى اللَّهُ بِالتَّلِيمِ مِنِّي	عَلَى مَنْ كَانَ يُرَى عَنِّي الْقُبُورِ
خدا کی صلوات ان پہ میزا سلام	میں گے مجھے قبر میں جو ضرور

۱۹۲۰ء
 جمعہ ۱۸ مارچ
 قریب ۱۸ مارچ
 قریب ۱۸ مارچ

رام سرن داس جاہل

رام سرن داس جاہل و بھگت خلف پورن مل بھگت ساکن محلہ کوٹ، تحریک آزادی کے اچھے ورکر تھے۔ اس سلسلہ میں قید و بند کی تکالیف اور برٹش حکومت کے مظالم برداشت کئے۔ ۱۹۳۰ء میں تین ماہ جیل میں رہے۔ شری رام کمار وید ساکن محلہ کوٹ کے بیان کے مطابق ”آپ جاہل تخلص کرتے تھے اور سنہ ۲۹/۳۰ میں شری رام چرن لال احمق کے ساتھ جیل گئے تھے۔ امر وہہ میں کانگریس کے خزانچی بھی رہے تھے۔“ اولاد میں دو لڑکے شری درباری لال اور شری رام گپتا ہیں۔ شری رام گپتا ڈگری کالج امر وہہ میں ہیڈ کلرک تھے۔ آپ نے ”شری رام سیوا ٹرسٹ“ جاری کیا۔ جس کی جانب سے ہندو ڈگری کالج امر وہہ میں سائنس کا شعبہ قائم کرنے کے لئے دس لاکھ روپیہ دان کیا۔ نیز آریہ سماج مندر اور دیگر تنظیموں کو بھی خاصا روپیہ دیا ہے۔ آپ کے تین لڑکے ہیں اور وند کمار گپتا، چاند پور کے کسی کالج میں لکچرار ہیں۔ دوسرے اونیش کمار گپتا اور اٹل کمار گپتا ہیں۔ شری درباری لال کے دو لڑکے شری امر بندھو اور اودھیش کمار ہیں۔

نمونہ کلام :-

منزل ناسوت کو گر پار کرنا ہے بھگت خلوتوں میں لے مزاتو احمد مختار سے

☆

مرگئے گاندھی ہمیں مرنا سکھا کر چل دیئے گولیاں پستول کی سینے پہ کھا کر چل دیئے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

حکیم سردار احمد خاں رئیس و گہر

مولوی حکیم سردار احمد خاں گہر و رئیس ابن ثار احمد خاں سوری ساکن محلہ کٹکوئی۔ فارسی درسیات حافظ نادر علی صدیقی ساکن محلہ گھیر مناف و خلیفہ نصب علی امر وہوی سے پڑھیں بعد میں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد سے درس نظامی سے فراغت حاصل کی درس نظامی سے فراغت کے بعد مولوی حکیم عبدالسلام صدیقی ساکن محلہ قریشی امر وہہ اور حکیم امجد علی خاں ساکن محلہ چنگلی سے طب کی تعلیم حاصل کی نیز طبیہ کالج دہلی میں حکیم عبدالجید خاں صاحب سے بھی فن طب کی تعلیم پائی۔ صاحب رموز حکمت لکھتے ہیں:

”مدرسہ طبیہ دہلی میں حکیم عبدالجید خاں صاحب حاذق الملک مرحوم کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور مدرسہ سے تمغہ و سند عطا ہوا“^۱

تعلیم سے فراغت کے بعد بلند شہر میں مطب شروع کیا۔ اور اس میدان میں خاص شہرت و ناموری پائی۔ حکیم عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

”اب عرصہ تخمیناً ۱۶ یا ۱۷ برس سے بلند شہر خاص میں مطب کرتے ہیں اور اچھا مطب چل رہا ہے۔ آپ نے بڑے بڑے معرکے کے علاج کر کے اپنا نام روشن کیا ہے۔“^۲

شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا۔ شاعری میں امیر مینائی صدیقی لکھنوی

سے شرف تلمذ تھا۔ پہلے رئیس بعد میں گہر تخلص اختیار کیا۔ بلند شہر میں وفات پائی۔ اخلاف میں ایک صاحبزادے مولوی حکیم تمکین احمد خاں حافظ قرآن اور اچھے طبیب تھے۔ طبیہ کالج دہلی سے ۱۹۲۰ء میں ”حکیم کامل“ کی سند حاصل کی اور اپنے والد کی جگہ مطب کیا۔

نمونہ کلام :-

نظر جب آپ کی صورت پڑی ہے نگاہ شوق کیا کھل کر لڑی ہے
ہنسے کیا کھل کھلا کر زخم میرے تمہاری تیغ جب اوچھی پڑی ہے
نہ تھے کچھ خُسن میں تم سے زیادہ فقط یوسف کی شہرت ہی بڑی ہے
رئیس اپنا نہیں ہوتا وہ کافر خدا جانے کہ کیا ضد آپڑی ہے

☆

جگر میں ٹیس دل بے قرار میں حسرت اے سنبھالیں کہ اسکی طرف خیال کریں

☆

الہی خانہ دل میں خیال یار رہے مدام دیدہ خوں بار اشکبار رہے

÷÷÷÷÷

زیرک حسین رضی

ڈاکٹر زیرک حسین رضی ابن مومن حسین صغی ساکن محلہ گذری ولادت ۱۸۷۱ء ۱۲۸۸ھ میں ہوئی۔ آپ کئی سال بسلسلہ ملازمت آگرہ میں مقیم رہے اور بھٹنڈہ میں افسر شفا خانہ رہے۔ ایک کتاب نثر میں فن قرأت پر ”معین القراء“ کے نام سے لکھی تھی جس کو آپ کے برادر زادے لائق حسین قوی نے

دامن بہار فروری ۱۸۹۳ء

۱۹۱۶ء میں شائع کیا۔ شاعری میں اپنے والد مومن حسین صفی کے شاگرد تھے۔
۱۹۴۲ء م ۱۳۶۱ھ میں وفات پائی۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے
تھے۔ نمونہ کلام مندرجہ ذیل ہے۔

فتنہ باچوں دورِ ساغر زیرِ سرِ داریم ما	گردش چشم تو ساقی! در نظر داریم ما
تا خیالِ روئے جاناں در نظر داریم ما	کافرِ عشقم اگر از خود خبر داریم ما
اشک و آہ و سوز و ساز و نالہ و زاری بعشق	بوالعجب نخل و جود پُر ثمر داریم ما
تا نثارِ مستی مینائے غم را بشکلیم	ہر سحرِ جامے پُر از خونِ جگر داریم ما
ہر گزاز بیدارِ گردوں شکوہ بر لبِ نادریم	چوں بدلِ مہرِ خدائے دادِ گر داریم ما
گر ز در صد بار راند کے بگردانیم روئے	در جہاں ز اں درا گر جائے دگر داریم ما
عالمی از خشک و تر باشند از ما خروبر	تالاب و چشمی بعشقت خشک و تر داریم ما
فیضہا داریم چوں فیضِ دمِ روحِ القہیں	وز دمِ جاں بخشِ عالم بہرہ برداریم ما
سرِ حقِ سالارِ دیں صاحبِ لوائے لافتی	پیشواؤ رہنماؤ راہ بر داریم ما
کے رخصتی اندر مدتِ کش داد دلِ دادیم چوں	برزبان از خلق بانگِ الحذر داریم ما
دولت جو ہاتھ آئے تو دل بھی کھلا رہے	☆ مٹھی رہی جو بند تو زر دار کیا ہوا
☆ اسی لئے مری شمعِ حیاتِ گل کی تھی	☆ کبھی چراغ بھی روشن مزار پر نہ کیا
☆ فتنہ بیدار ہوا کچھئے موقوفِ حرام	☆ آپ کی چال نہیں حشر کا ساماں دیکھا
☆ کہتے ہیں خیر ہو یارب مرے سودائی کی	☆ خواب میں گیسوئے شبگوں کو پریشان دیکھا
☆ بیخودی شرط ہے جب کے انھیں پائے کوئی	☆ آپ آئیں وہ اگر آپ سے جائے کوئی
☆ توبہ کر لی ہے تو کیا توڑ نہیں سکتے ہم	☆ اب بھی پی جائیں خوشی سے جو پلائے کوئی
☆ اپنے دل پر وہ ذرا ہاتھ تو رکھ کر دیکھے	☆ اے رخصتی دل جو دکھاتا ہے پرانے کوئی

علی متقی خاں شوخ

علی متقی خاں شوخ ابن علی مجتبیٰ خاں ساکن گھڑیاں منزل واقع محلہ بساون گنج (از اولاد حضرت شاہ ولایت) ، ولادت تقریباً ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ آپ حافظ قرآن اور ذی علم شخص تھے۔ محلہ گنج کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند میں مسلم لیگ کا پہلا ترجمان اخبار ”انصاف“ جاری کیا جس کے مدیر بھی خود ہی تھے۔ اس میں ایک فکاہت کا کالم ”معبون مرکب“ کے نام سے لکھتے تھے۔ جو نظم و نثر دونوں میں ہوتا تھا۔ مسلم لیگ امر وہ کے صدر اور امر وہ میونسپل بورڈ کے ممبر اور چیئر مین بھی رہے۔ ایک اچھے صحافی، بہترین مقرر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ صاحب ”گلدستہ سادات امر وہ“ لکھتے ہیں :

”نہایت وجیہ، عالی دماغ، شیردل، حاضر جواب اور اچھے مقرر، اچھے صحافی اور اچھے شاعر تھے۔ شوخ تخلص تھا۔ تقریر اور تحریر کا انداز مولانا ابولکلام آزاد والا تھا۔ مولانا مذکور کے ’الہلال‘ میں اور مولانا محمد علی جوہر کے ’ہمدرد‘ میں کالم نگار اور نمائندہ کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔“

صاحب تذکرہ شعرائے روہیلکھنڈ جناب تعظیم علی شایاں بریلوی نے شاعری میں آپ کو حضرت امیر مینائی کا شاگرد لکھا ہے۔ ۱۸ مئی ۱۹۴۴ء میں

گلدستہ سادات امر وہ صفحہ ۴۴۲/۴۴۱، مولفہ امان علی شجر و مستجاب احمد نقوی

وفات پائی۔ اولاد ذکور میں دو صاحب زادے خورشید علی خاں اور علی مظفر خاں ہیں۔ نیز خورشید علی خاں کے دو فرزند قمر علی خاں اور بٹو ہیں۔ علی مظفر صاحب کے انور کمال (مقیم پاکستان) اور شارق ہیں۔

نمونہ کلام :-

آپ کی قسموں کا اور جھکو یقین ایک وعدہ بھی کبھی پورا کیا
ضبط کی طاقت نہ تھی گر بوالہوس نام کیوں بدنام الفت کا کیا
زہے قسمت مرا قاتل بنا وہ جہاں میں دھوم تھی جس کے کرم کی
اُسی نے دل دکھایا خوب اے شوخ توقع ہم نے کی جس سے کرم کی

÷÷÷÷÷

مولوی زاہد حسن جوہر رضوی

مولوی زاہد حسن جوہر ابن اکبر حسین برادر مولانا احمد حسن محدث امر وہوئی دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حیدرآباد کے محکمہ امور مذہبی میں سرکاری واعظ مقرر ہوئے۔ سنت نبویؐ کے سخت پابند تھے۔ خلاف شرع کوئی بات پسند نہیں کرتے تھے۔ خورشید مصطفیٰ رضوی لکھتے ہیں:

”مذہبی روایات اور شرع کی سختی سے پابندی کرتے
اور خلاف شرع امور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت
حاکم سے بھی سرزد ہوتے تو اعتراض کرنے سے نہ چوکتے

تھے۔ '۱'

شاعری میں مولوی جواد حسن شمیم امروہوی کے شاگرد تھے۔ آخر عمر میں گوشہ نشین رہے اور ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء، ۱۳۶۴ھ میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں تین فرزند حکیم فخر الحسن، بدر الحسن، نور الحسن تھے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

رنگ آگیا بہار دکھاتے ہیں اتنے گل
اس گل بدن کے ہجر میں گلشن بدن میں ہے
قاتل سے وصل ہو کے ہوا ہے مراد وصال
صبح شب وصال کی رنگت کفن میں ہے
جھانکے ہیں اک جہاں کے کنوئیں اس کی چاہ میں
جو ہر وہ آب یار کے چاہِ ذقن میں ہے

☆

چھپا رکھا ہے جوہر کیوں نگاہ ناز پرور کا
کبھی تو امتحان کر لیجئے اس تیز خنجر کا
کمال اپنا کسی صورت سے چھپ سکتا نہیں جوہر
ہمارے نام سے ظاہر ہے شہرہ اپنے جوہر کا

☆

موقوف اپنا وصل ہے روزِ وصال پر
ہے زیست کا مدار مرے انتقال پر
کھایا ہے داغ چاند نے حسن و کمال پر
حیرت ہے آئینہ کو تمہارے جمال پر
مملکن نہیں ہے یار کے موئے کمر کا وصف
کیسے چلے گا ذہن کہ رستہ ہے بال پر
برسوں سے ہے فروغِ پیا اس ماہِ ویش کا حسن
پھولا ہے چاند ایک ہی شب کے کمال پر
ہم روزِ لطف اٹھاتے ہیں تم سے خیال میں
موقوف کچھ نہیں ہے تمہارے وصال پر

☆

آتا بھی ہو تو کرتا ہے انکار وہ ضرور
دل توڑنے کی خوبت پیاں شکن میں ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

تذکرہ بدر چشت صفحہ ۳۶۹، مولفہ خورشید مصطفیٰ رضوی

۱

حافظ مظہر الدین مظہر فریدی

حافظ مظہر الدین مظہر فریدی ابن مولوی کریم اللہ اکرم فریدی، ساکن محلہ چلہ (از اولاد شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ) حافظ مظہر الدین فریدی نے حفظ قرآن، علم تجوید بیز صرف و نحو کی درسیات سے فراغت کے بعد مولوی اکبر علی، مولانا رافت علی حسینی، مولوی بشیر علی، مولوی کریم بخش (عم بزرگ مولوی آل حسن نخشی صاحب نخبۃ التواریخ) وغیرہ سے درس نظامی کی تکمیل کی نیز بعض کتب میں حکیم محمد حسن بڑپنہ (ساحب تفسیر شاہی) سے بھی استفادہ کیا۔ ابتداً محلہ جھنڈا شہید (جندہ شہید) اپنی پھوپھی کے یہاں قیام تھا۔ (آپ کے پھوپھا حاجی محمد حسن فریدی تھے) وہیں پیر زادہ اسکول میں مدرس رہے۔ اس کے علاوہ ایک مدرسہ واقع مکان ڈپٹی بشیر احمد فاروقی میں اردو فارسی اور دینی تعلیم دیتے تھے۔ جہاں مولانا مفتی نسیم احمد فریدی ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نزیل لاہور، مولوی تسلیم احمد فریدی (م ۳ جنوری ۱۹۸۷ء والد گرامی پروفیسر ثار احمد فاروقی) وغیرہ نے آپ سے تعلیم پائی۔

تاحیات درس و تدریس کا شغل رہا۔ رجب پور میں آپ کی معافیات تھیں جن کی معقول آمدنی ملتی تھی۔ تاحیات مسجد معمرہ مولوی احمد الدین فریدی واقع محلہ جھنڈا شہید میں نماز جمعہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ مولوی ارشاد علی نظامی (جد امجد پروفیسر خلیق احمد نظامی) سے آپ کے قریبی مراسم تھے۔ مولوی ارشاد علی نے آپ کو ”ختم خواجگان“ کی خلافت و اجازت سے

آپ تقریباً ۱۹۱۰ء میں محلہ چلہ پر اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہو گئے۔

۴

بھی سرفراز کیا تھا۔ شعر گوئی کا ذوق ورثہ میں پایا تھا۔ نثر میں بھی ایک کتاب بعنوان ”کتاب الصلوٰۃ“ لکھ کر ۱۹۴۰ء میں مفت تقسیم کی۔ اس میں نماز کی اہمیت و افادیت نیز نماز کا طریقہ اور ضروری مسائل کو اختصار کے ساتھ اچھے انداز میں سمجھایا ہے۔ زبان بھی سلیس اور سادہ ہے۔

شعر گوئی کا ذوق بڑا صاف ستھرا اور منجھا ہوا تھا۔ زبان و بیان پر قدرت کے ساتھ ساتھ کلام سوز و گداز سے پر ہے۔ زیادہ تر کلام نعت رسول اکرم ﷺ نیز قطعات تاریخ و فات پر مشتمل ہے۔ تاریخ گوئی میں اچھا ملکہ تھا۔ مولانا احمد حسن محدث امر وہی، مولوی ارشاد علی نظامی وغیرہ کی وفات پر طویل نظمیں لکھیں۔ ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ باغیچہ حاجی غلام علی شاہ واقع محلہ چلہ میں مدفون ہوئے۔ اخلاف میں دو صاحبزادے مولوی فیاض علی (ساکن رجب پور) اور مولوی آفتاب الدین فریدی تھے۔ (اترا سی، حسن پور روڈ پر موضع ”فیاض نگر“ ان ہی فیاض علی کی معافیات میں ان ہی کے نام پر ہے۔)

مولوی آفتاب الدین صدر مہتمم مدرسہ چلہ، امر وہہ جن کے بڑے صاحب زادوں میں ماسٹر انوار الدین صدر مدرس پرائمری اسکول اور جناب اکرام الدین فاروقی امر وہہ کے معروف افسانہ نگار ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں میں جناب جاوید اکرم فاروقی نمایاں شعراء میں سے ہیں۔ آجکل کان پور سینٹرل اسکول میں انگلش ٹیچر ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائی نشاط اکرم ایڈوکیٹ، جنید اکرم فاروقی (جے. سی. او) عبید اکرم فاروقی اور اویس اکرم ہیں۔ آفتاب الدین صاحب کے دوسرے صاحبزادے احسان الدین (پرنسپل ایم. ایم. انٹر کالج، ہمگینہ) بھی ذی علم ہیں۔ جن کے بڑے صاحبزادے محمد ندیم فریدی (بی. یو. ایم. ایس) اور چھوٹے انجم فریدی ہیں۔ نیز

مولوی آفتاب الدین صاحب کے تیسرے صاحبزادے احتشام الدین فاروقی اور چوتھے حافظ مولوی انعام الدین فاروقی ہیں۔

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں :

بھڑک یوں آتش عشق شبہ والا کہ جل جاؤں
وفور شوق کہتا ہے پہنچ جاؤں وہاں اُڑ کر
جنوں کو میرے اے اللہ صحرائے حجازی دے
نبی کے روضہ عالی سے رخصت کا جو وقت آئے
بڑھاؤں ریشِ عمامہ سر پہ باندھو اور عبا پہنوں
جبیں پر میری نامِ سرور دیں لکھ دیا جائے
ترے دیدار کی خواہش سدا بے چین رکھتی ہے
سفینہ گو کنارے آگیا پر اب بھی ممکن ہے

فراقِ مصطفیٰ میں صورتِ شمعہ پگھل جاؤں
عقیدت کہہ رہی ہے لطف یہ ہے سر کے بل جاؤں
کبھی مکے پہنچ جاؤں کبھی طیبہ نکل جاؤں
مجھے وہاں روک لے کوئی اگر اس دم چل جاؤں
بظاہر ہی سہی کچھ سیرتِ احمدؐ میں ڈھل جاؤں
خدا کے سامنے منہ لے کے کیا میں بے عمل جاؤں
ترا دیوانہ ہوں کیا حور و جنت سے بہل جاؤں
کوئی صورت نکل آئے تو میں طیبہ نکل جاؤں

کہیں جبریل مداحِ شبہ لولاک ہے مظہر

سر محشر جو میں پیشِ خدائے لم یزل جاؤں

☆

عشق میں جان گئی آفتِ جاں باقی ہے ___ دب گئے خاک میں پر سوزِ نہاں باقی ہے
تو اپنی سوچ و اعظ مجھ کو عصیاں کا رہنے دے سر محشر کھلے گا اب نہ کر تکرار رہنے دے

◆◆◆◆◆

محبوب الرحمن محبوب صدیقی ہادوی

محمد محبوب الرحمن محبوب ابن شاہ ممتاز الرحمن بدنام امروہوی

(از اولاد حضرت شاہ عبدالہادی صدیقی ساکن محلہ قریشی)۔ آپ نے حضرت

مولانا شاہ سلیمان احمد صاحب سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور غالباً انھیں سے بیعت بھی تھی۔ اپنے والد کی حیات میں ہی ۱۹۳۵ء میں لا ولد انتقال کیا۔ شاعری کا ذوق ورثہ میں پایا تھا۔ اور اپنے والد سے شرف تلمذ تھا۔ نمونہ کلام

آئینہ اپنے سامنے رکھا نہ کیچئے اپنا نظیر آپ ہی پیدا نہ کیچئے
 مولا گنہگار ہوں، میدانِ حشر میں صدق رسولؐ کا مجھے رسوا نہ کیچئے
 آجائے نگاہ سے آنکھوں کے سامنے محبوبِ خستہ جان سے پردا نہ کیچئے

☆

یہ مانا میں نے کہ اس شوخ کو حجاب نہیں کروں میں صبر مجھے بھی تو اتنی تاب نہیں
 عبث خیال ہے اے چاند ہمسری کا تجھے مقابل اس کی جس میں کے تو آفتاب نہیں
 نکل بھی آیا خط ان کے عذارِ گلگوں پر ہمارے خط کا مگر آج تک جواب نہیں
 گذر رہی ہے عجب لطف سے ہماری عمر اگر شراب میسر ہوئی کباب نہیں
 یہ بعد مرگ مرے دل پہ ہاتھ رکھ کے کہا بس اب یہ چین میں ہے اس کو اضطراب نہیں
 ہزار بار لکھوں خط اگر انھیں محبوب مرے سوال کا دیتے وہ کچھ جواب نہیں

÷÷÷÷÷

نسیم حسن ہلال نقوی

نسیم حسن ہلال ابن مولوی اعجاز حسن ساکن محلہ گزری چھتہ، ولادت ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔ ”حامد حسن“ آپ کی عرفیت تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے گھر پر حاصل کرنے کے بعد ”سید المدارس“ واقع محلہ شفاعت پورہ میں عربی فارسی کی درسیات پڑھیں، منشی و منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے بعد میں

اسی مدرسہ کے پرنسپل رہے۔ شاعری کے علاوہ تصنیف و تالیف سے بھی شوق تھا نثر میں رسالہ ”الصلوٰۃ“ ”تائید اسلام“ ”زبردست خلافت“ آپ کی تصانیف ہیں۔ آخر عمر میں رضا لائبریری رام پور میں ملازم ہو گئے تھے۔ شاعری میں اپنے برادرِ کلاں ممتاز حسین کمال اور مولانا اولاد حسن سلیم کے شاگرد تھے۔ ۱۹۲۵ء میں وفات پائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولوی ابوطالب پرنسپل سید المدارس تھے (راقم الحروف نے ان سے کچھ عرصہ فارسی پڑھی تھی) جن کے صاحبزادگان میں محمد علی ایڈوکیٹ امر وہ کے معروف و کلام میں سے ہیں۔ نمونہ کلام :-

عشق کی قید ہے عالم سے رہا ہو جانا	ہے بقا راہ محبت میں فنا ہو جانا
ظلم ہے اپنے لئے ترک جفا ہو جانا	لذتِ جو رو جفا دل سے ہمارے پوچھو
آج ممکن نہیں کیا حشر پیا ہو جانا	امتحان شرط ہے ٹھوکر تو لگا کر دیکھو
باعثِ فخر ہے اس در کا گدا ہو جانا	کون ہوں میں کوئی جبریل سے پوچھے جا کر
دیکھئے لکھا ہے تقدیر میں کیا ہو جانا	ان کا مداح ہوں مداح بھی ادنیٰ ہوں ہلا
☆	
گومری آہ سے کھسار پگھل جاتے ہیں	نہ ہوا پر نہ ہوا اس بت بے دین نہ اثر

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

حکیم لالا بانکے لال بستل

حکیم لالا بانکے لال بستل ولد لالا بانک رام ساکن محلہ چوک، پیدائش ۱۸۹۳ء اردو فارسی نیز عربی تینوں زبانوں پر اچھی دسترس اور فنِ طب میں

اچھا درک رکھتے تھے۔ عربی درسیات کی تحصیل مولانا انوار الحق صدیقی ساکن محلہ چلہ اور طب کی تعلیم حکیم اسرار الحق شوق صدیقی سے حاصل کی۔ شاعری میں بھی حکیم اسرار الحق شوق کے شاگرد تھے۔ ان کے بعد وقار علی تاج امر وہی سے اصلاح لی۔ امر وہ کے مختلف رسائل میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے۔

”تذکرہ شعراے روہیلکھنڈ“ مولفہ تعظیم علی شایاں بریلوی اور ”موج گنگ“ مولفہ بدھ پرکاش گپتا جوہر دیوبندی میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے انتقال کیا۔ آپ کے اکلوتے فرزند شری ہریش چندر آریہ ساکن محلہ کالی گڑی آریہ سماجی ہیں آپ کے دو لڑکے کپل آریہ (ایم. اے۔) اور پروین آریہ (ایم. کام.) ہیں۔ نمونہ کلام :-

تواضع میں ہے اچھی تیغی قاتل کی قاتل سے
سرِ مقتل ذرا جھک کر تو ملتا ہے یہ بسل سے
دمِ آخر وہ آئے ہیں چھڑانے بھکو مشکل سے
سہارا آہ کالے کر نکلتی ہے دعا دل سے
زمانہ ہو فلک ہو بخت ہو محشر ہو دنیا ہو
جسے رنگت بدلتی ہو وہ سیکھے ان کی محفل سے

☆

لئے پھرتا ہوں سر شوق شہادت میں ہتھیلی پر
تمنا ہے کہ جو بر آج دیکھوں تیغِ قاتل کا
قدم رکھنا سمجھ کر کوچہ الفت میں تو اے دل
ابھی تو نام ہی تو نے لیا ہے پہلی منزل کا
خبر اپنی نہیں بھکو خبر میں دل کی کیا رکھتا
پتا پوچھو نگاہ ناز سے کھوئے ہوئے دل کا

☆

یہی آرزو ہے میرے دل بیقرار میں
ایسا بھی کوئی دن ہو کہ تم ہو کنار میں
بس میں تمہارا دل ہے ملے یا نہیں ملے
لیکن ہمارا دل تو نہیں اختیار میں
نعرے ہیں یوں شباب سے رخسار آپ کے
جس طرح پھول کھلتے ہیں فصل بہار میں
بسل سے نیم جاں کا قصہ تمام ہے
تیغِ نگاہ ناز کے دو ایک وار میں
یوں وار کیا کرتے ہیں وہ تیر ادا کا
ظاہر نہیں ہوتا کسے مارا کسے تاکا

کچھ ایسا بھروسہ ہے مجھے اس کے کرم پر
 اب آپ کے بیمار کا یہ حال ہوا ہے
 حق میں ہوا اگر آنکھ تو دیکھے وہ تماشہ
 بسمل کو محبت میں ہو کیا زیست کی امید
 اقرار کئے جاتا ہوں ہر ایک خطا کا
 کہتے ہیں معالج بھی کہ ہے وقت دعا کا
 جلوہ نظر آجائے ہر ایک بت میں خدا کا
 بسمل نہیں بچتا کوئی شمشیر ادا کا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

محمد جعفر حیات نقوی

محمد جعفر حیات ابن محمد احسن ساکن محلہ شفاعت پوتہ (از اولاد شاہ ولایت) ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ سید المدارس محلہ شفاعت پوتہ میں تعلیم حاصل کی۔ ابتداً بنگلہ اسکول امر وہ اور دارالعلوم منصبیہ میرٹھ میں مدرس رہے۔ امر وہ سے ایک ادبی پرچہ ”حیات“ نکالا تھا جو چند اشاعتوں کے بعد بند ہو گیا۔ بعد میں کمال امر وہی کے ساتھ بمبئی گئے جہاں بعض فلموں کے لئے اچھے گانے لکھے مثلاً فلم ”پکار“۔ حیات امر وہ کے اچھے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا کلام حال ہی میں پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں انتقال کیا۔

نمونہ کلام :-

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے
 ہائے خالی رہ گیا جام شراب
 بچ رہا ہے اور بے آواز ہے
 وہ مجھے اپنا سمجھتے ہیں حیات
 اور درِ توبہ ابھی تک باز ہے
 جھکائے سر کہیں سے آرہا ہوں
 مجھ کو اپنی زندگی پر ناز ہے
 میں ارمانوں کی میت لا رہا ہوں

☆

عاشق کی بھی ہستی ہے دنیا میں عجب ہستی زندہ ہے تو رسوا ہے مر جائے تو افسانہ
 ترے سوانہ رہے کوئی آرزو باقی یہ آرزو بھی دلِ خانماں خراب میں ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

شیخ حیدر بخش حیدر

شیخ حیدر بخش حیدر ابن رحیم بخش ساکن کثرہ غلام علی، ولادت تقریباً
 ۱۸۷۳ء، تحصیل علم کن اساتذہ سے کی یہ تو معلوم نہیں لیکن شعر گوئی میں مولوی جواد
 حسن شمیم امر وہوی سے تلمذ تھا۔ رواج زمانہ کے مطابق اردو فارسی میں اچھی
 استعداد رکھتے تھے۔ چہار بیت بھی کہتے تھے۔ غزل بھی اچھی کہتے تھے 'معراج
 الکلام' میں آپ کا خاصا کلام موجود ہے۔

ڈاکٹر عظیم امر وہوی لکھتے ہیں:

”غزل، قصیدہ، سلام، قطعہ، رباعی اور مرثیے میں طبع

آزمائی کی اردو فارسی کی اچھی استعداد رکھتے تھے۔

امر وہیہ کے ماحول کے سبب چہار بیت بھی کافی کہیں۔“

حیدر ایک اچھے خوشنویس بھی تھے۔ ۱۹۲۸ء میں وفات پائی کوئی اولاد

زینہ نہیں تھی۔ ایک لڑکی کی شادی ماسٹر عزیز احمد عزیز امر وہوی سے ہوئی تھی جو

آپ کے بھتیجے تھے۔

نمونہ کلام:-

تو عیادت کو جو آجاتا ہے اے رشک مسیح مرتے مرتے ترے تیار سنبھل جاتے ہیں

مرثیہ نگاران امر وہیہ صفحہ ۳۵۹ مولفہ عظیم حیدر عظیم نقوی

ارمان مرے دل کے نکلنے نہیں دیتے کوچہ سے وہ اغیار کو ٹلنے نہیں دیتے
 اس درجہ ہے نغرت جو گذرتے ہیں ادھر سے کاندھا وہ کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے
 صاف کہہ دیجئے کہ ملنا ہی نہیں مد نظر اک قیامت ہے یہ ہر روز کی تکرار مجھے
 ان کے قدموں سے نہ برپا ہو کہیں فتنہ حشر آج بے طور نظر آتی ہے رفتار مجھے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

منشی عبدالرب شکیب صدیقی

منشی عبدالرب شکیب صدیقی ابن شبیر علی ساکن شیش محل واقع محلہ چاہ
 غوری مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہہ میں مولوی ظفر یاب خاں نیز خلیفہ
 شمس الدین دانی صدیقی (گھیر مناف) سے فارسی درسیات کی تحصیل کی۔
 فارسی زبان و ادب پر اچھی دسترس تھی۔ بلا تکلف فارسی کی منہتی کتب پڑھاتے
 تھے۔ کچھ عرصہ سروہی راجستھان میں بحیثیت معلم ملازم رہے۔ صاحب 'خم خانہ
 باوید' لکھتے ہیں؛

”منشی عبدالرب شکیب امر وہوی علمی استعداد کامل
 ہے۔ فارسی کے اچھے عالم ہیں، اکثر طلباء امتحانات
 فارسی میں شامل ہونے کے لئے آپ سے رجوع کرتے
 ہیں۔ سید ابوالحسن ساکت امر وہوی کے شاگردوں میں
 ممتاز ہیں۔ کلام میں بھی استاد کے رنگ کا تتبع کرتے

ہیں۔ ۱۹۰۰ء سے قبل کے امر وہ کے مشاعروں میں شریک رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد راجپوتانہ کی کسی ریاست (سروہی) میں ملازم ہو گئے۔ اب عرصہ سے امر وہ میں ہیں تاریخ گوئی میں بھی ملکہ حاصل ہے۔
 امر وہ کے ذی علم لوگوں میں سے تھے۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ راقم نے آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بعض دستاویزات دیکھی ہیں۔ فن شعر گوئی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔
 ۲۶ مئی ۱۹۲۹ء میں انتقال کیا۔

نمونہ کلام :-

میں نے کب شکوہ کیا گھر غیر کے جانے لگے
 آئے تھے جس بزم سے کل ہو کے رسوا و ذلیل
 ہے غنیمت کون کہتا تھا یہ دن ہوں گے نصیب
 خوب کی مہماں نوازی گھر بلا کر آپ نے
 کہنے تو دیجئے مجھے کچھ سن تو لیجئے میرا حال
 کیوں نظر نیچی ہوئی کیوں آپ شرمانے لگے
 آج اسی محفل میں پھر ہم خود بخود جانے لگے
 ہم وہاں جانے لگے اور وہ یہاں آنے لگے
 جھکو باتیں ہر کس و ناکس کی سنوانے لگے
 کیا ضروری ہے کہ سکر رحم ہی آنے لگے

☆

بعد فنا بھی تختہ مشق ستم ہوں میں
 آغوش میں وہ گل نہیں سینے میں دل نہیں
 اے نامہ بروہ آئیں گے وعدہ پہ اپنے آج
 وہ چکیوں سے مل کے یہ کہتے ہیں وصل میں
 تربت پہ فاتحہ کو اٹھائے انھوں نے ہاتھ
 تودہ بنایا یار نے میرے مزار کا
 بدتر خزاں سے ہے مجھے موسم بہار کا
 کافی ہے ان کو ایک بہانہ سنگار کا
 ہے یہ علاج تیرے دل بے قرار کا
 یہ کہہ کے ہم پہ حق تھا کچھ اس خاکسار کا

ختم خانہ جاوید جلد پنجم صفحہ ۲۲، ۲۳

۱

کچھ شکیبِ یادِ خدا بھی کبھی کبھی کیا اعتبارِ زندگی مستعار کا

+++++

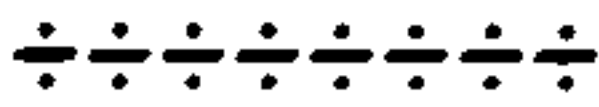
صوفی نور اللہ عیش صدیقی

صوفی نور اللہ عیش صدیقی ابن محمد شفیع ساکن محلہ قریشی (از اولاد تماشی نظام الدین قریشی صدیقی) ولادت ۱۸۷۸ء میں ہوئی۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہہ میں مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ تحصیل علوم کے بعد ریاست راہو گڑھ میں تقریباً ۲۳ سال ملازم رہے۔ وہاں آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔ دورانِ قیام ریاست راہو گڑھ 'جمال صابری' (مطبوعہ ۱۳۲۲ھ) نیز 'مناجاتِ عیش' (مطبوعہ ۱۳۲۴ھ) اپنے کلام کے مجموعے شائع کیے۔ شاعری میں غلام نبی خاں شاعر عباسی اور مولوی ابوالحسن ساکت امر وہوی سے تلمذ تھا۔ نعت و منقبت خوب کہتے تھے۔ غزل میں قدما کا رنگ پایا تھا۔ اصلاحی اور حب الوطنی کی نظمیں بھی کہتے تھے۔ حضرت شاہ قیام الدین جعفری کے مرید تھے۔ ان کے حالات و ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب "صیقل القلوب" کے نام سے لکھی۔ ۱۸۹۵ء میں ایک سالانہ مشاعرہ "بیادگار خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر" کی بنیاد ڈالی۔ جس میں امر وہہ سے باہر بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے نامور شعراء شریک ہوتے تھے۔ اس کا ایک سالانہ پرچہ بھی "انوار صدیق" کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ جو امر وہہ کے شعری سرمائے میں ایک خاصے کی چیز ہے۔ اس کے علاوہ ایک ادبی

گلدستہ ”گلشن سخن“ کے نام سے جاری کیا تھا۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

تو کبھی جھوٹی قسم کھاتا نہیں سچ ہے تو اغیار میں جاتا نہیں
تجھ سے تو بہتر تصور ہے ترا یہ شبِ غم پاس سے جاتا نہیں
پڑھتے پڑھتے خط کو حرفِ وصل پر بولے اب آگے پڑھا جاتا نہیں
کیوں میچائے زمانہ بن گئے جو علاج دردِ دل آتا نہیں
میں وفا کر کے پشیمان ہو گیا تو جفا کر کے بھی شرماتا نہیں
کہتے کہتے رک گئے کیا بات ہے کیا ہے دل میں لب پہ جو آ- نہیں
بندہ پرورِ رحم کے لائق ہے عیش رحم اس پر کیوں تمہیں آتا نہیں۔



لیسین احمد صبا صدیقی

لیسین احمد صبا ابن مہتاب احمد صدیقی ساکن محلہ قریشی (از اولاد حضرت قاضی نظام الدین صدیقی قریشی) ولادت ۱۹/۱۰/۱۹۱۰ء میں ۳/شوال ۱۳۲۸ھ میں ہوئی مولانا نعمت اللہ صاحب صدیقی اور مولانا حکمت اللہ صدیقی ساکنان محلہ قریشی سے فارسی ادبیات کی تحصیل کی نیز مولوی

پیام یار لکھنؤ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۵/۱۴

عبدالرحمن خاں سے خوش نویسی سیکھی اور اس فن میں کمال حاصل کیا۔ فن شعر گوئی میں صوفی نور اللہ عیش صدیقی سے تلمذ تھا۔ محلہ قریشی میں ایک ادبی انجمن ”انجمن راج الادب“ قائم کی جس کے صدر صوفی نور اللہ عیش اور سیکریٹری آپ خود تھے۔ اس کے زیر اہتمام محلہ قریشی میں دو سال تک بڑے کامیاب مشاعرے ہوئے اور ایک گلدستہ ”گلشن سخن“ جاری ہوا جس کے مدیر اعلیٰ صوفی نور اللہ عیش تھے۔

یسین احمد صبا کافی عرصہ پشاور بھی رہے جہاں ایک ہفت روزہ جریدے ”سرحد“ کے مدیر رہے۔ صبا قومی ووشی جذبہ رکھنے والے شخص تھے۔ اسی لئے انھوں نے غزل گوئی سے زیادہ توجہ نعت و منقبت اور قومی و اصلاحی نظموں پر مرکوز رکھی۔ خوش فکر، اصلاح پسند اور قادر الکلام شاعر تھے۔ مجموعہ کلام ”تنویر خیال“ کے نام سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا جس پر علامہ محمود احمد عباسی مورخ امر وہ نے تقریظ لکھی۔ ۱۹۵۰ء میں وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

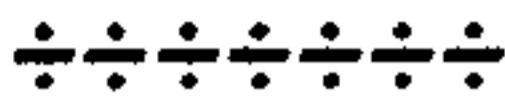
مدح سیدنا صدیق اکبرؐ

صداقت کا تمغہ جسے حق نے بخشا وہ دراصل صدیق اکبرؐ تمہیں ہو
 نبی تم نہیں ہو ہے تسلیم ہم کو مگر عکس خلقِ پیبرؐ تمہیں ہو
 شہادت یہ اتنی الذی دے رہی ہے کہ اشیاء میں سب ہی سے بڑھکر تمہیں ہو
 جہاں جگمگا اٹھا جس کی ضیاء سے وہ تاجِ نبوت کا گوہر تمہیں ہو
 صبا دھوم ہے جس کی ہندوستان میں وہ مداحِ صدیق اکبرؐ تمہیں ہو
 وفائیں مری رنگ لاکر رہیں گی ☆ ستم سے تمہیں باز آنا پڑے گا



شاه ممتاز الرحمن بدنام صدیقی

میں دعوے سے کہتا ہوں اک روز تمکو مرے حال پر رحم کھانا پڑے گا
 مرے شوق کی لاج رکھنا پڑے گی تمہیں آج جلوہ دکھانا پڑے گا
 وہ دورِ محبت بھی ہے آنے والا میں روٹھوں گا تم کو منانا پڑے گا
 ☆
 ایک پیانہ صبا کو بھی عنایت ہو جائے کہ دعا گو ہے یہ ساقی ترے میخانے کا



ممتاز الرحمن بدنام صدیقی

شاہ ممتاز الرحمن عرف عبید اللہ شاہ بدنام خلف شیخ محمد اسحاق ساکن محلہ
 قریشی (ازمیزگان حضرت شاہ عبدالہادیؒ) ولادت ۱۲۸۴ء میں ہوئی کلام
 پاک کے بعد اردو، فارسی نیز ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی اور بارہ سال تک
 مختلف مقامات مروہہ، مراد آباد، سنبھل نیز آگرہ وغیرہ میں ملازم رہے۔
 صوفیانہ مزاج کے سبب ملازمت سے دستکش ہو کر بزرگوں کے مزارات کی
 زیارت اور چلہ کشی شروع کی۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب، پٹیالہ وغیرہ اور

۱ حضرت شاہ الہادی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے سرآمد روزگار اتقیا و کاملین سے
 تھے۔ حضرت شاہ یتیم صحرائی سے اکتساب کمالات کئے اور ان ہی سے بیعت تھے۔ بعد میں
 حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفریؒ کے حلقہ مریدین میں داخل ہو کر خرقہ خلافت پایا۔ آپ
 کے مریدین و خلفاء کی تعداد بھی کثیر تھی۔ صاحب نخبۃ التوارخ کا بیان ہے کہ ”خلفا و مریدانش
 را حدے ونہایتے نیست“ (صفحہ ۸۵)

سرحد کے مختلف علاقوں کی سیاحت کی۔ شعر گوئی سے خاص لگاؤ تھا۔ بڑے زود گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ پہلا دیوان ”زرقِ بلغ“ کے تاریخی نام سے ہے جس کی یہ خصوصیت ہے کہ جو غزل جس حرف سے شروع ہوئی اسی پر ختم ہے۔ اسی کے آخر میں ۱۲۳ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ ہے جس کا ہر شعر لام سے شروع اور لام پر ختم ہے بطور نمونہ دو اشعار نقل کرتا ہوں :

لحہ بھر کو بھی نہ ہو دوری محمد سے مجھے صورت پاک نہ ہو آنکھوں سے میرے اہل
نکت آئے نہ زبوں میں میری یہ رب و مزن پورا کلمہ ہوزباں پر میری جب آئے اجل

دوسرا دیوان ”غلقِ برم“ (۱۳۳۹ھ) ہے اس میں غزلیات کے علاوہ مرقب و قصائد اور مثنویوں و رباعیات نیز چند توشیحات بھی شامل ہیں۔ ۹ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ ۱۸ جنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعرات وفات پائی۔ نمونہ کلام :-

ساتھ غیروں کے وونگار افسوس ایک افسوس کیا خار افسوس
سسیاں لیتے دیکھ کر جھکوا کیا خام نے پار پار افسوس
شرح دنیا کی استوار غنہ کوئی شے اس کی پائیدار غنہ
عور سب ان کے ہم کو ہیں معصوم جو کہے ان کو دوستدار غنہ
صر و زلف سے تیرے اے شون خار دل نہ ہو شکار غنہ
طرز اس شون کی نرانی ہے گر کیوں ہے وفا شہر غنہ
قصائیوں پوچھتے ہو مجھوں کا دیکھ لو جس اپنے مغتوں کا

اچک کر لیکے دل جس کسی سے لڑ گئیں آنکھیں سلیقہ سیکھے یہ کوئی طرزِ دلستانی ہے
 در موسمِ گل شراب جائز باشد معشوق و گزک کباب جائز باشد
 ہر گز نہ کنم شکوہ بہ پیش غفار گر در صلہ اش عذاب جائز باشد



منشی فیاض علی فیاض صدیقی

مولوی فیاض علی ابن فیض بخش صدیقی، ساکن محلہ کٹکوئی ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ مراد آباد سے درس نظامی کی تکمیل کی، بعد میں ریاست گوالیار کی فوج میں بھرتی ہوئے لیکن چند ہی ماہ میں فوج کی ملازمت ترک کر دی۔ امر وہ اور پچھرا یوں میں معافی کی زمین تھی اسی پر گذر اوقات رہی۔ متواضع منکر المزاج اور نیک سیرت تھے۔ شعر گوئی سے دلچسپی تھی لیکن مشاعروں وغیرہ میں شرکت بہت کم کرتے تھے۔ شرف الدین آلم پچھرا یونی کے شاگرد تھے۔ منشی محمد فاضل خاں بیدار امر وہوی اور احمد علی احمد سے بھی مشورہء سخن کرتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔ صاحبزادگان میں پانچ فرزند رضوان احمد لاغر، پروفیسر خورشید خاور، صغیر احمد، نواب احمد اور ظہیر عالم ہیں۔ یہ سب بھائی ہندوستان سے باہر آباد ہیں۔ اول الذکر دو پاکستان میں مقیم ہیں۔

نمونہ کلام:-

وہ جو رستہ میں آشنا سا ملا جب ملا کچھ خفا خفا سا ملا
 خوب ہے اس کا یہ بھی اک انداز انتہا پر بھی ابتدا سا ملا

زعم ہے اس کو حسنِ فانی پر آدمی ہے مگر خدا سا ملا
 اس میں کچھ شک نہیں ہے اے: صبح تو ہی بس درد آشنا سا ملا
 کتنا بہروپیہ ہے زاہد بھی میکدے میں بھی پارسا سا ملا
 وہ مجھے اپنا ہم خیال لگا عشق میں جو بھی بتلا سا ملا
 کو بکن، قیس اور وہ فیاض جو ملا مجھ کو سر پھرا سا ملا



حکیم محمد اسماعیل عیش

مولوی حکیم محمد اسماعیل عیش ابن مولوی محمد احسن۔ ساکن شاہ علی
 سرائے، ولادت ۱۸۸۷ء، ۱۳۰۴ھ کو بھوپال میں ہوئی۔ درس نظامی اور
 فن طب کی تحصیل امروہہ، رامپور اور بھوپال میں مختلف اساتذہ سے کی۔ محکمہ
 سروے آف انڈیا میں ملازمت اختیار کی۔ آپ بسلسلہ ملازمت برما میں مقیم

مولوی محمد احسن ابن مردان علی از اولاد سراج الدین قادری م ۴ محرم ۱۳۲۵ھ علوم
 متداولہ کے فاضل مولانا رافت علی حسینی مولانا محمد حسین جعفری نیز حکیم محمد حسن کے تلامذہ میں سے
 تھے۔ عرصہ تک ریاست بھوپال میں بحیثیت مدرس قیام رہا۔ جہاں نواب صدیق حسن خاں کی
 محبت سے بھی فیض پایا اور تقلید کا مسلک ترک کر کے اس سلسلے میں کئی رسائل تالیف کیے۔
 آخر عمر میں قادیانی مسلک اختیار کیا اس مسلک کی تبلیغ و اشاعت میں بھی کئی کتابیں تصنیف کیں۔
 علامہ محمود احمد عباسی نے لکھا ہے کہ:

”آپ کی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۸۰ بتائی جاتی ہے۔“ (تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۰۹)

رہے۔ ۱۹۲۵ء میں ملازمت سے استعفیٰ دیکر ”بڑا دواخانہ“ کے نام سے برما رنگون میں مطب کیا اور ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ دین دار، متقی اور ملک و قوم کا درد رکھنے والے شخص تھے۔ رنگون کے مسلمانوں میں آپ بڑے مقبول اور مرجع خلائق تھے۔

گلدستہ ساداتِ امروہہ کے مولفین لکھتے ہیں؛

”عیش مرحوم طبیب حاذق، فاضل محقق اور ماہر زبان تھے۔ شعر و سخن میں اساتذہ لکھنؤ میں ضامن علی بیال کھنوی، عبدالاحد شمشاد لکھنوی اور آرزو لکھنوی سے تلمذ رہا۔ علمی اور دینی خدمات کی بنا پر برما کے مسلمانوں میں نہایت مقبول اور مرجع خلائق تھے۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۵۱ء تک برما کے دورانِ قیام علم و ادب اور دین و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دیں، مرحوم جمیعة العلماء برما رنگون کے صدر، مجلس مرکزی ائمہ مساجد برما رنگون کے مربی، ہندوستانی مسلم انجمن رنگون کے صدر، اقبال اکیڈمی رنگون کے صدر، مجلس انتظامیہ مدوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن تھے۔“

عیش امروہوی نے رنگون سے تین جریدے بھی جاری کئے۔ آخر میں کراچی ہجرت کی اور وہیں ۱۳ اگست ۱۹۵۱ء م ۱۰/۱۰/۱۳۰۷ھ میں وفات پائی۔ ”معراجِ علم و فضل“ مادہ تاریخ وفات ہے۔

نمونہ کلام؛

کرتے نہیں ہیں سالک راہ طلب مقام دل ہے حضر میں بھی تو برابر سفر میں ہے

گلدستہ ساداتِ امروہہ صفحہ ۵۱، مولفین شجر علی امان و مستجاب احمد (پاکستان)

ویرانگی کہاں ہے بیاباں میں اے جنوں
 برسوں رہ نیاز سے گزرا ہے سر کے بل
 یہ کہہ کے قتل گاہ میں آگے تھے سب سے ہم
 دل کے سوانہ پاؤں گے اے کاوش و الم
 جو یار دل نواز کی صحبت میں ہو بسر
 کس طرف دیکھوں تابش حسن و جمال دوست
 اے عیش اور طول غزل کو نہ دیکھئے

دیکھے جو تو اسے تو مرے اجڑے گھر میں ہے
 پہنچا ہوا ہے وہ جو تری رنگدہر میں ہے
 الفت میں بہتری قدم پیشتر میں ہے
 وہ عاطفت جو دامن زخم جگر میں ہے
 حاصل وہی تو ایک گھڑی عمر بھر میں ہے
 اے چشم ابھی قصور بصیرت بصر میں ہے
 معلوم ہے کہ لطف جو ہے مختصر میں ہے

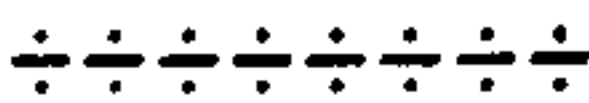


منشی آلِ نبی و فَا

منشی آلِ نبی و فَا بنِ علی نقوی ساکن محلہ کٹرہ غلام علی (از اولاد
 حضرت شاہ ولایت) ولادت ۱۹۰۱ء کو لاہور میں ہوئی۔ لاہور سے مولوی کا
 امتحان پاس تھے۔ مراد آباد، حسن پور، کندرکی وغیرہ میں ملازم رہے۔ ۱۹۵۱ء
 میں وفات پائی۔ اپنا کلام ”گلدستہٴ وفا“ کے نام سے مرتب کیا تھا جو ہنوز زیور
 طبع سے نا آشنا ہے۔ اخلاف میں تین فرزند جعفر رضا، باقر رضا، تقی رضا ہیں۔

نمونہ کلام:-

یہ دیکھو کیسی کیسی چال بازی یاد ہے ان کو
 جلائے کو میرے ایک شمع زیر آشیاں رعدی
 وفا اس کی زباں پر رات دن ہے نالہ و شیون
 دہن میں کس نے بلبل کے ہمارے یہ زباں رعدی



عین الحسن جری

عین الحسن جری ابن محسن حسین تہی ساکن محلہ گذری (از اولاد حضرت شاہ ولایت) امر وہ کے با کمال خوش نویس اور اچھے شاعر تھے۔ شاعری اور خوش نویسی میں اپنے والد محسن حسین تہی کے شاگرد تھے۔ افسوس کہ آپ کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ اولاد ذکور میں پانچ صاحبزادے تہذیب حسین، نشیب حسین، تصویب حسین، ترغیب حسین بلند، نجیب حسین وغیرہ پاکستان میں مقیم ہیں۔ نمونہ کلام:-

قتل کیسا زندگی بخشی ہمیشہ کے لئے وہ مسیحا تھا حقیقت میں، مرا قاتل نہ تھا

☆

بالیں پہ وہ جو آئے تو ناکام عشق نے دو ہچکیوں میں غم کا فسانہ سنا دیا

☆

ان بتان حق نما کی حق پسندی دیکھئے خانہ کعبہ سے نکلے، کعبہ دل میں رہے

☆

یوں تیرے کوچے سے اک بے سرو ساماں نکلا ساتھ جو نکلا وہ با دیدہ گریاں نکلا

مضطرب نکلا، نہ حیراں نہ پریشاں نکلا حشر ہمراہ لئے خلد سے انسان نکلا

جائے انصاف ہے اے جانِ کرم، روحِ کرم کوئی حسرت مری نکلی، کوئی ارمان نکلا؟

مجھ پہ جو گذری وہ گذری تجھے کیا اس کا ملال شکر کی جا ہے کہ قاتل ترا ارماں نکلا

اے جری میں نے اسے قلب و جگر نذر دیئے جس کماں سے مری تقدیر کا پریکاں نکلا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷



سید امین الدین احمد شہوی امر و تہوی
مہاراجہ امین الدین (علیگ)

انیس الدین انیس رضوی

خانوداہ حضرت شاہ ابن بدر چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے گل سرسبد جناب انیس الدین انیس رضوی ابن رئیس الدین احمد رضوی کی ولادت ۲۲ جولائی ۱۹۰۳ء کو علی جان منزل محلہ قریشی میں ہوئی۔ امر وہ اور میرٹھ سے ہائی اسکول و انٹر وغیرہ کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۲۶ء میں تاریخ میں ایم۔ اے اور ۱۹۳۰ء میں ایل۔ ایل۔ بی کیا۔ بریلی راپور اور مراد آباد میں وکالت کی شعری ذوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا۔ علی گڑھ کے دوران قیام اچھی نظمیں لکھیں جس کی بنا پر آپ ”انجمن حد لقیۃ الشعراء“ کے سکریٹری بنائے گئے اور ایک نظم ”پیام و داع“ پر آپ کو ’ملک الشعراء‘ کا خطاب ملا۔ شاعری میں محمد حسین و فارضوی کے شاگرد تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں کے قادر الکلام اور استاد شاعر تھے۔ ایک معرکتہ الآراء نظم موسوم بہ ”یاد ایام“ فارسی زبان میں ”تذکرۃ الکرام“ کے دیباچہ میں شامل ہے جس میں امر وہ کی تاریخ اور مشاہیر امر وہ (علماء، اطباء، شعراء) کے حالات بیان کئے ہیں کہ امر وہ میں کیسے کیسے نامور پیدا ہوئے اور انہوں نے کیسے کیسے وقیع علمی کارنامے انجام دیئے، اس نظم سے متاثر ہو کر مورخ امر وہ محمود احمد عباسی نے آپ کو ”فردوسی امر وہ“ لکھا۔

انیس الدین رضوی نے اگرچہ ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی لیکن زیادہ تر رجحان نعت و منقبت اور اصلاحی نظموں پر تھا۔ علی گڑھ کے زمانہ قیام میں آپ نے بہت سی اصلاحی نظمیں لکھیں جس سے آپ کے جذبہ قومی اور اصلاح معاشرہ

اور مسلم قوم کی ترقی و بقاء کے احساسات کا اندازہ ہوتا ہے۔ شعر گوئی کے علاوہ ادبی و تحقیقی مضامین بھی لکھے جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے ایک اچھے افسانہ نگار بھی تھے۔ آپ کے دو افسانوی مجموعے ”رزم و وطن کے فسانے“ اور ”منتخب روسی افسانے“ (یہ روسی افسانوں کے تراجم ہیں) شائع ہوئے۔

اپنا دیوان بھی ”نقد ہستی“ کے نام سے مرتب کیا تھا جس میں حمد و نعت کے علاوہ خلفاء راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ نیز حضرت شاہ ابن بدر چشتیؒ کے علاوہ بہت سے اولیاء کرام کی شان میں مناقب نیز غزلیات و نظمیں شامل ہیں۔ یہ دیوان قلمی صورت میں ان کے صاحبزادے محترم خورشید مصطفیٰ صاحب رضوی کے پاس محفوظ ہے۔

۶ جولائی ۱۹۵۲ء / ۱۳ شوال ۱۳۷۱ھ کو وفات پائی ڈاکٹر مقبول احمد خاں و فارا پوری نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

نوجوان ابن رئیس الدین صاحب نیک نام	عالم و فاضل ادیب و شاعر نیکو عمل
تیرہویں شوال یکشنبے کی شب غیر وطن	بخت میں لکھی ہوئی تھی یوں جوانی میں اجل
اے وفا لکھو یہی تم مصرعہ سال وفات	آہ اے سیدائیس الدین رضوی بے بدل
	۱۳۷۱ھ

اولاد ذکور میں دو صاحبزادے مشفق جناب خورشید مصطفیٰ رضوی اور جناب عامر مصطفیٰ ہیں، جناب خورشید مصطفیٰ رضوی صاحب کئی اہم تصانیف کے مصنف ہیں، جن میں ”بابر“ ”حیات ذاکر حسین“ ”شیر ہندوستان ٹیپو سلطان“ (۱۹۹۸ء) چند تاریخی حقائق“ ”تذکرہ بدر چشت (۱۹۷۵ء)“ ”جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون (۱۹۵۹) ۱۹۶۰ء میں یوپی گورنمنٹ نے ایوارڈ سے نوازا، تاریخ کی سچائیاں (۱۹۹۳ء) تاریخ جنگ آزادی ہند اٹھارہ سو

ستاوں (طبع ثانی معہ اضافہ ۱۹۰۰ء) یہ کتاب رضا لاہری رام پور سے شائع ہوئی ہے۔ قابل ذکر ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی عامر مصطفیٰ صاحب امر وہ کے معروف و کلاء میں سے ہیں اور ادبی ذوق بھی خوب رکھتے ہیں۔ نمونہ کلام؛

مناجات بہ درگاہ قاضی الحاجات

بہ نامِ پاکِ رحمانے رحیمے

جہاں دارے جہاں بانے کریمے

الہی ابتدا تیرے لیے ہے

الہی انتہا تیرے لیے ہے

کرم کر جلوۂ امید دکھلا

ترے لطف و کرم پر ہی نظر ہے

ترے در کے سوا بار الہا

طفیل اس ذات کے جس کی محبت

زمین و آسماں جن کے لیے ہیں

زہے فخر بنی آدم محمد

یہ سب کون و مکاں جن کے لیے ہیں

محمد رحمت عالم محمد

جو بعد انبیا ہیں سب سے برتر

بجق حضرت صدیق اکبر

بجق حضرت فاروق اعظم

بجق حضرت عثمان عفان

بجق حضرت کزار حیدر

امیر مومنین سلطان خیر

☆

☆

☆

اے کہ ذکرت جان پاک مومنین

الغیاث اے رحمت اللعالمین

اے کے نامت حرز جان عاشقان

المدد اے قبلۂ ایمان و دیں

تیری امت کی بری حالت ہوئی چشمِ رحمت باز کن مارا نہیں

غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

بیا ساقی کہ گلزارِ ارم در باغ جاں بینی
چہ می دانی بہ سیمائے فلک چوں بہکشاں بینی

جہیں رہنِ سجود و نیاز ہے لیکن
مقابلہ میں کسی کا تو سنگ در آئے

تم سے اچھی ہے بہر حال تمہاری تصویر
دل کے بہلانے کو ہر وقت مرے پاس تو ہے

آیا نہ لب پہ شکوہ بیداد آج تک
ٹوٹی ہوئی امیدیں شکستہ مسرتیں

میری فریاد کو تم چاہے سنو یا نہ سنو
اور دو چار جو پر باقی ہیں ان کو بھی انیس

بڑھائے ذوق جنوں اب کس کا ڈر ہے
ادھر یہ سر ادھر وہ سنگ در ہے

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

ضیاء احمد خاں ضیا

ضیاء احمد خاں ضیا ابن احمد رضا خاں ساکن محلہ کنگوئی ولادت
۱۸ نومبر ۱۸۹۱ء ابتدائی تعلیم کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول سے ہندی انگریزی
کی تعلیم حاصل کی۔ اردو، فارسی ادبیات پر اچھا ملکہ حاصل تھا۔ آپ ایک اچھے
زمیندار تھے اور یہی ذریعہ معاش تھا تقریباً چھ گاؤں ملی پور

کوئی، متھانہ، پاکبڑہ، باگڑ پور اور پلک سرائے آپ کی زمینداری میں تھے۔
شعراے کوئی کا بڑا صاف ستھرا مذاق رکھتے تھے، نعت و منقبت اور غزل کے اچھے
شاعر تھے۔

۲۰ اگست ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں چھ صاحبزادے پروفیسر
شجاع احمد خاں زیبا، عطاء احمد خاں عطا، ثناء احمد خاں وغیرہ ہیں۔ ثناء احمد
خاں صاحب کے اکلوتے فرزند جناب ضیاء الرب خاں طرب ضیائی ہیں۔
نمونہ کلام:-

فرقت میں اس صنم کی ہمارا یہ حال ہے	تنگ آئے اپنی جان سے جینا محال ہے
کیا ہو گئی ہے ایسی خطا مجھ سے جان من	کیوں رات دن ستانے کا میرے خیال ہے
اپنے نہ ملنے کا تو مجھے غم نہیں مگر	غیروں کے گھر وہ جاتا ہے اس کا ملال ہے
کام آئے گی نہ تیری عبادت یہ زاہدا	جب دل میں تیرے حور کا ہر دم خیال ہے
بالیں پہ میرے آ کے ضیا اس نے یہ کہا	مجھکو یہ کیا خبر تھی ترا ایسا حال ہے!

+++++

مولوی شفیق احمد شفیق

مولوی شفیق احمد شفیق صدیقی ابن محمد صدیق ساکن محلہ چاہ شور
امروہہ، عربی، فارسی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں حاصل
کی، بعض کتابیں دارالعلوم چلہ میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی سے
پڑھیں۔ میٹرک بھی پاس کیا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کا شغل

اختیار کیا ۱۹۴۰ء میں ریاست ٹھکانا کھتیزی کے مدرسہ ناصر الاسلام میں مدرس رہے۔ آخر میں جمعیت العلماء ہند کی شاخ اتر پردیش کے صدر رہے۔ شاعری کے علاوہ بچوں کے لیے نصیحت آمیز کہانیاں اور افسانے بھی لکھتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔

نمونہ کلام ÷

ہوش و حواس کھو دیے، جان بھی اب تار کر باقی ہے کیا نفس میں اب، اس کو بھی تار کر
دست کرم جب اٹھ گیا باقی رہے نہ کچھ کسر دامن و جیب سے گزر قلب کو بیکار کر
سوز و قلق برنگِ منت میں حیات ہے شوق باقی ہے جب تک رمق دل کو نہ تار کر

÷÷÷÷÷

مولوی ابن حسن حسن صدیقی

مولوی ابن حسن حسن صدیقی ابن خلیفہ نوروز علی ساکن محلہ قریشی (از اولاد قاضی نظام الدین صدیقی قریشی) آپ ایک ذی علم عالم تھے۔ مولوی چھدا کے نام سے مشہور تھے، ذریعہ معاش کاشت کاری تھا۔ شعری ذوق خداداد پایا تھا۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں میں با تکلف شعر کہتے تھے اور اس فن میں باقاعدہ کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ حسین احمد صبا صدیقی، صوفی نور اللہ عیش صدیقی اور جگر مراد آبادی سے دوستانہ تعلقات تھے۔ "صیقل القلوب" (مولفہ صوفی نور اللہ عیش امر وہوی) "انوار صدیقی" "در مقصود" "اعجاز امر وہ" میں آپ کا کلام موجود ہے۔ ۲۶ / رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ م جون ۱۹۵۳ء۔

ماخوذ از کشور اولیا، امر وہ، مولفہ احمد حسین صاحب صدیقی

وفات پائی۔ اولاد ذکور میں دو صاحبزادے حسین احمد اور احمد حسن تھے۔ احمد حسن صاحب کے دو فرزند افسر حسن (مرحوم) اور صفدر حسن ہیں۔ حسین احمد صاحب کے چار فرزند اقبال احمد، سرتاج احمد، ذیشان احمد اور سرفراز احمد ہیں (م ۳۱ دسمبر ۱۹۵۰ء)۔ ذیشان احمد امروہہ کے معروف وکلا میں ہیں۔ نمونہ کلام ÷

منقبت بشان حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ

یہ تھا صدق و صفا و اتقا صدیق اکبرؓ کا نبی صدیق اکبرؓ کے خدا صدیق اکبرؓ کا
قدم لیتی تھی تسلیم و رضا صدیق اکبرؓ کا نہ تھا کچھ مدعا اس کے سوا صدیق اکبرؓ کا

نبی صدیق اکبرؓ کے خدا صدیق اکبرؓ کا

شرف حاصل ہوا اسلام کا وہ آپ کے گھر کو میسر جو نہیں فاروقؓ کو عثمانؓ و حیدرؓ کو
ہوئی محبوبیت حاصل نبیؐ کی ان کی دخترؓ کو بس آخر اور اب کیا چاہیے صدیق اکبرؓ کو

نبی صدیق اکبرؓ کے خدا صدیق اکبرؓ کا

نہیں صدیقؓ کا ثانی کوئی فیض نبوت میں عجب سرکار کی حالت تھی دربار رسالت میں
کرامت میں، ہدایت میں، شرافت میں، بطریقت میں رفاقت میں، صداقت میں، محبت میں، حقیقت میں

ہوا ہے مرتبہ سب سے سوا صدیق اکبرؓ کا

ہوئے ممتاز سب سے آپ دربار نبوت میں کوئی ہمسر نہیں ان کا رفاقت میں صداقت میں
نبیؐ کے بعد وہ سب سے مقدم ہیں خلافت میں پس مردن بھی ہیں آرام سے آغوش رحمت میں

یہاں تک ہے رسا بخت رسا صدیق اکبرؓ کا

”انوار صدیق مرتبہ حیات احمد عشرت صدیقی، مطبوعہ ۱۳۵۴ھ نمبر ۴

کے نام سے لکھی تھی۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان ہجرت کی اور وہیں ۱۹۵۴ء میں وفات پائی۔ آپ کے اکلوتے فرزند مظہر الحق صدیقی فارسی ادبیات میں اچھی لیاقت رکھتے تھے اور اچھے افسانہ نگار تھے، ان کے تین فرزند ہمایوں مظہر، محمد خرم، محمد ظفر پاکستان میں آباد ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:-

منقبت بشان خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ

خود ہم سفر ہے راہ نما یار غار کا	کیا پر اثر ہے نقش و قاریار غار کا
مقبول رب ہے صدق و صفایار غار کا	یہ ہے مقام سب سے سوا یار غار کا
ظاہر ہوا یہ ثانی الثنین سے ہمیں	ثانی کوئی نہیں بخدا یار غار کا
خلعت انھیں نبیؐ نے خلافت خدا نے دی	اصحاب نے خطاب دیا یار غار کا
اس پیکر جمیل کا دل ہے حریم ناز	دنیا کو دے رہا ہوں پتایار غار کا
امامت اور خلافت بے طلب اللہ نے بخش	پسند آیا دل بے مدعا صدیق اکبر کا
معیت میں کیا شامل رسول اللہ نے کس کو	ولا تخرن شرف کس کا ہوا؟ صدیق اکبر کا
وہ دل ہی کیا جو محبت سے فیضیاب نہیں	وہ آنکھ کیا جو غم و درد سے پر آب نہیں
حیات و اعظ نافعہم کامیاب نہیں	ہلاک ناز نہیں کشتہ عتاب نہیں
نگاہ شوق کا مرہون ہے یہ حسن و جمال	کسی کا ذوق نظر ہے تراشباب نہیں
چلے بھی آؤ محبت کی لاج ہی رکھ لو	تمہارے درد جدائی کی اب تو تاب نہیں
حصول عشق و محبت ہے عین ناکامی	ہے کامیاب وہی جو کامیاب نہیں
بس اب تو شورش و فریاد کی اجازت دو	سوائے اس کے کوئی حسرت جواب نہیں
دل حقیر کو اس پر یقین کامل ہے	تری جناب سے بہتر کوئی جناب نہیں

”انوار صدیق“ مطبوعہ ۱۳۵۲ھ نمبر ۴ مرتبہ حیات احمد عشرت صدیقی

شبیر احمد خاں شبیر

محمد شبیر احمد خاں شبیر ابن احمد خاں ابن عبد اللہ خاں ابن بھیکن خاں ساکن کالا کنواں۔ قوم کے کارزئی پھان تھے۔ ولادت ۱۸۶۸ء میں کرنیل گنج کانپور میں ہوئی جہاں آپ کے والد عہدہ سب انسپکٹری پولس پر مامور تھے۔ ابتداً اپنے برادران بزرگ حکیم محمد عثمان خاں اور اسماعیل خاں سے تعلیم حاصل کی پھر امر وہ آ کر عربی و فارسی درسیات کی تحصیل کی۔ ۱۸۸۶ء میں حکیم محمد عثمان خاں کے ساتھ ضلع رنگوں برما گئے اور محکمہ بندوبست میں ملازم ہوئے۔ دو سال بعد امین ہوئے اور بارہ سال تک اسی عہدہ پر رہے۔ ۱۸۹۸ء میں ضلع چانگام و ضلع ارکان میں انسپکٹر بندوبست رہے۔ ایک سال کلکتہ دو سال بنارس نیز دو سال گیا میں اسی عہدہ پر متمکن رہے۔ والد کے انتقال کے بعد ملازمت ترک کی اور زمینداری پر اکتفا کیا۔

قدرت نے شعر گوئی کا اچھا ملکہ دیا تھا بڑے پرگو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ محمود احمد صاحب عباسی آپ کے خاندان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”۔۔۔۔۔ منشی محمد شبیر خاں متخلص بہ شبیر امر وہ کے کہنے

مشق اور ہر دلی عزت شاعران میں ہیں۔“

سیح اللہ خاں عطا، (مرتب نظم شبیر حصہ دوم) لکھتے ہیں۔

”اس طرح آپ شاعری کے دریائے بے کنار میں پورے

پورے غواص ہو گئے اور وہ وہ گوہر سخن صدف دماغ سے

نکالے کہ ہم عمر وہم عصر آپ کے حیران رہ گئے“

شاعری میں مولانا ابوالحسن ساکت اور مومن حسین صفی امر وہی کے شاگرد تھے۔ بزم شبیر، نظم شبیر، جنگ نامہ برہما، مثنوی قتل معشوق، قصہ جاڑا بخار و ہیضہ وغیرہ، گلدستہ شبیر، مثنوی آشوب ریل، سوانگ قتل معشوق وغیرہ آپ کے مطبوعہ مجموعہائے شعر ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر تھی، امر وہی سے باہر بھی خاصی تعداد میں شاگرد کئے، ہر صنف سخن میں ملکہ رکھتے تھے مزاج اور ہزلیات میں بھی خوب شعر کہے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں انتقال کیا آپ کے فرزند سہراب احمد خاں سہراب بھی شاعر تھے۔

نمونہ کلام:-

ابرو کا گیا بل تو وہ مٹر گاں ہوئی سیدھی
اس بت کو نہ کچھ خوف ہوا پیش خدا بھی
شبیر سے کم گو کے سنے شعر جو اس نے
☆

چھین کر دل دکھا گئے آنکھیں
ہوتے غیروں کے، انے مہ خوباں
☆

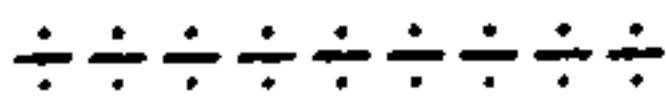
ایسا چالاک تو، نہ جانا تھا
کیا مجھی کو تمہیں ستانا تھا
☆

ابرو چڑھائی تیغ کھینچی نیچا لیا
بولا وہ بت خدا سے مرا کیا کرا لیا
☆

کسی پہ بات گئی اور کسی نے کام کیا
پڑھی نماز تو سجدہ میں رام رام کیا
☆

نظم شبیر حصہ دوم مرتبہ مسیح اللہ خاں عطا

رہتے ہو کیوں خفا خفا صاحب ہم سے کیا ہو گئی خطا صاحب
 زبا کچھ بھی اختیار افسوس دل مرے ہاتھ سے چلا صاحب
 ایک بوسہ کے ہم تو بھوکے تھے اس پہ تم ہو گئے خفا صاحب
 کیوں تڑپتے ہو میرے پہلو میں عشق سمجھے تھے کھیل کیا صاحب
 جس کو چاہا وہ ہو گیا دشمن عشق کا نام ہے برا صاحب
 دل کو قابو میں رکھیو اے شہیر پاس بیٹھے ہیں دل ربا صاحب
 ☆
 مرے مرنے پہ بھی ان کو یہاں تک بدگمانی ہے عدو سے پوچھتے ہیں موت کی کیا کیا نشانی ہے
 ☆
 کیا اعجاز مسیحا کیا سحر سامری تیری آنکھوں میں نظر آتا ہے ہر جادو مجھے
 ☆
 مجھ سے کہتے ہیں نہ تڑپے گا اگر تیغ گردن سے ہٹا لی جائے گی
 اب وہاں بھی ہے کچھ انگریزی چلن کل کو مقتل میں دوٹالی جائے گی
 ☆
 پھر بدل دی وصل کی تاریخ نمبرائی ہوئی پہلے سواہ جون تھی اب سات جو الائی ہوئی



فضل حسین بہتکل صدیقی

مولوی فضل حسین بہتکل ابن بادی حسن بن محمد حسین ساکن محلہ نیو مناف
 (از اولاد شیخ محمد ابراہیم برادر خرد شیخ ابوالمناف صدیقی منصب دار دربار
 اکبری) مولوی فضل حسین بہتکل کے دادا محمد حسین صاحب نے جنگ آزادی میں
 حصہ لیکر نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ ڈاکٹر اختر حسن صدیقی مرحوم سے

بیان کے مطابق آپ کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی لیکن افسوس آپ کا کوئی ریکارڈ راقم الحروف کو نہیں مل سکا۔

مولوی فضل حسین بھٹل نے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد طب کی تعلیم بھی حاصل کی اور امر وہہ کی سکونت ترک کر کے مراد آباد میں جا بسے تھے جہاں ایک پریس ”افضل المطابع“ کے نام سے جاری کیا تھا اور اسی پریس سے ایک اخبار ”المشیر“ نکالا جس کے بعض شمارے جناب خورشید مصطفیٰ رضوی کی وساطت سے راقم السطور کی نظر سے گزرے ہیں۔ مراد آباد سے آپ نے ایک ماہ نامہ ”ضیاء الاسلام“ بھی جاری کیا تھا جو تقریباً پانچ سال تک جاری رہا۔ مراد آباد سے ترک سکونت کر کے کانپور جا رہے وہاں سے بھی ایک اخبار ”البرید“ جاری کیا۔ کانپور سے حیدرآباد اور پھر پاکستان جا کر آباد ہوئے۔ جناب مولانا افتخار احمد فریدیؒ کا بیان ہے کہ۔

”آپ قوم و ملت کے بڑے سچے ہمدرد تھے، آپ نے ترکی کی جنگ میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے، آپ ”انجمن اشاعت اسلام“ مراد آباد کے صدر بھی رہے۔“

نظم و نثر دونوں میں اچھا ملکہ رکھتے تھے شاعری میں جناب شریف و جادو مراد آبادی کے شاگرد تھے، اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ تاریخ و فہم تحقیق نہیں ہو سکی اولاد ذکور میں اکمل حسین اور افضال حسین تھے جن کی اولاد اب پاکستان میں آباد ہے۔

نمونہ کلام ÷

بہی مجھ سے دل مضطرب کہتا ہے چپکے سے
کسی کافر پہ اب مائل طبیعت ہونے والی ہے
مریض عشق کو فہمائش پر ہیزاے ناصح
موثر اس کو کب تیری نصیحت ہونے والی ہے
خدا کے واسطے جلدی عیادت کے لیے آجا
کوئی دم میں ترے بتا کی رحلت ہونے والی ہے

☆

بھینی بھینی ہے عجب مشک کی خوشبودل میں
بس گئی یار کی کیا نکبت گیسودل میں
آپ تاریخ گوئی میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے مختلف کتب پر آپ کے
قطعات تاریخ ملتے ہیں، ایک قطعہ تاریخ مولوی فرید احمد و فامراد آبادی کے
دیوان ’دیوان نیرنگ نظم‘ پر اس عنوان کے ساتھ درج ہے۔

از خاکسار محمد فضل حسین بسمل مالک افضل المطابع پریس مراد آباد۔

چوں مرتب گشت دیوان وفا ہست آں روشن بہ نظم مستنیر

برق تاباں کرو با من اس خطاب دل کش اے بسمل نظم دل پذیر

۱۹۰۲ء

÷÷÷÷÷÷÷÷

حکیم انوار الحق انور

مولوی حکیم انوار الحق ابن فضل الحق ساکن مذہبیہ من ف (از اولاد)

حضرت شاہ عبد الحکیم (مختلف اساتذہ امروہہ سے عربی و فارسی و ریاضت کی

تحصیل کی اور افسر الاطباء حکیم حامد حسن رضوی سے فن طب کا عمل کیا۔ عرصہ تک

لاہور میں فن طب سے مخلوق خدا کی خدمت کی۔ شاعری سے طبعی مناسبت رکھتے

پیام یار صفحہ ۵ ماہ فروری ۱۸۹۶ء جلد ۱۳

۱

تھے، انور تخلص تھا کلام میں صوفیانہ رنگ غالب تھا، شیدا علی ساکن محلہ گھیر مناف اپنی تالیف ”قطب الاقطاب“ کے صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں،

’ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے تخلص انور تھا آپ کا
کلام صوفیانہ افکار و عالمانہ رجحانات کا حامل
ہے۔ دیوان طبع نہ ہو سکا‘

لاہور میں ہی وفات پائی اولاد ذکور میں دو صاحبزادے معراج الحق
مرحوم لاہور ریلوے میں ملازم تھے اور وہاب الحق میونسپل بورڈ امروہہ میں ٹیچر
تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو؛

منقبت در شان حضرت شاہ ابن بدر چشتیؒ

شراب چشتیہ کی ہے صراہی ہاتھ میں تیرے	ادھر سب مست ہاتھوں میں لیے پیمانے آتے ہیں
سلامت ہو ابد تک آپ کا میخانہ چشتیؒ	مئے وحدت جہاں کو آپ خود پلوانے آتے ہیں
غبار چہروں پر دلوں میں خاکساری ہے	تمنائے نظارہ میں ترے دیوانے آتے ہیں
فریدی، صابری، چشتی ہیں سب بزم محبت میں	کسی کو تم نہ یہ سمجھو کہ یہ بیگانے آتے ہیں
نہ چھونے گی محبت مجھ سے انور بدر چشتی کی	فرشتے عالم بالا سے کیا سمجھانے آتے ہیں

◆◆◆◆◆

غلام نبی اوج

غلام نبی اوج ابن آل نبی طالب (نبیرہ میر خواجم خاں دہلوی)
ساکن دربار کلاں ولادت ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ مڈل تک تعلیم حاصل کی بعد میں
شیخ مہدی حسن ریاض سنبھلی سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اور فن شعر گوئی

میں بھی انھیں سے تلمذ رہا، ڈسٹرکٹ بورڈ کے پرائمری اسکول میں استاد رہے۔ ۱۹۲۶ء میں کراچی (پاکستان) چلے گئے وہاں محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے اسی دوران آپ نے مختلف موضوعات پر آسان زبان میں چند نصابی کتابیں لکھیں، ۱۹۲۸ء سے ملازمت ترک کر کے صوبہ سندھ سے ”نقیب“ نام سے ایک اخبار جاری کیا جو بعد میں ۱۹۵۸ء تک روزنامہ ”نظام“ نام سے جاری رہا۔ سیاست میں بھی دخل رکھتے تھے انجمن ترقی اردو کراچی کے بانیوں میں سے تھے کراچی مسلم لیگ کے بھی سکریٹری رہے۔ شعر گوئی میں مہدی حسن ریاض کے بعد منظور احمد افسر امر وہی سے تلمذ حاصل کیا۔

نمونہ کلام ÷

دیکھنے میں تو اکیلا نظر آتا ہوں میں	ورنہ مجموعہ گل رونق دنیا ہوں میں
صبر میں بھی ہے میسر مجھے پوری قدرت	خود ہی بیمار ہوں اور خود ہی مسیحا ہوں میں
میں ہوں وہ راز جو مخلوق پہ ظاہر نہ ہوا	جو کبھی منہ سے نہ نکلی وہ تمنا ہوں میں
اہل دانش کے لیے بس ہے یہی شرح وجود	اونے اللہ کی قدرت کا تماشا ہوں میں
یوں تو گناہ گار محبت تھے سیکڑوں	آیا ہمارا نام ہی پہلے شمار میں

معراج الکلام ۱۹۲۵ء

۱۔ مہدی حسن ریاض و مضطر سنجہل کے ساکن تھے۔ سنجہل سے ترک سکونت کر کے امر وہ آئے۔ بڑے بازار میں مقیم ہوئے۔ اردو، فارسی اور عربی کے اچھے اور صاحب استعداد عالم نیز قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ ایک اچھے خوش نویس اور آرٹسٹ بھی تھے۔ عمر ۸۰ سال ۱۹۱۸ء میں انتقال کیا اور درگاہ ثمن شاہ غازی میں مدفون ہوئے۔ امر وہ کے بہت سے لوگوں کو آپ سے تلمذ تھا۔ جن میں ڈاکٹر بشیر احمد سیف، غلام نبی اونے، منظور احمد افسر، وحید الدین تان لائق حسین قوی قابل ذکر ہیں۔ افسوس کہ آپ کا تمام کلام برباد ہو گیا۔

محمد فاضل خاں بیدار

غنتشی محمد فاضل خاں بیدار ساکن محلہ افغانان متصل محلہ کٹکوتی۔ امر وہ کے معروف استاد شعراء میں سے تھے۔ ڈل پاس تھے کانبجی ہاؤس میں ملازم رہے۔ آخر عمر میں محلہ نوبت خانہ میں ایک دوکان کر لی تھی، عرصہ تک بچھرا یوں میں مقیم رہے وہیں آتم بچھرا یونی (شاگرد حکیم مومن خاں مومن دہلوی) سے اصلاح لی، مشکل زمینوں میں شعر کہنے میں مہارت رکھتے تھے۔ جناب تعظیم علی شایاں بریلوی لکھتے ہیں۔

”مشاعروں میں مشکل طرحیں اس لیے دی جاتی تھیں کہ

وہ غزل نہ کہہ سکیں لیکن وہ ہرگز مین میں کامیاب غزل کہتے

تھے“

غزل کے علاوہ دوسری اصناف سخن میں بھی شعر کہتے تھے، نعت و مناقب بھی لکھے ایک مختصر شعری مجموعہ ”در یتیم“ کے نام سے شائع ہوا تھا جو سراپائے رسول اور حلیمہ دائی کے بارے میں تھا۔ آپ کا اکثر کلام ضائع ہو گیا۔ آخر عمر میں خاصے تنگ دست رہے ایک روایت مشہور ہے کہ آپ نے کسی صاحب سے دس روپیہ ادھار لیے تھے وہ ادا نہیں کر سکے تو وہ صاحب آپ کی قلمی بیاض لے گئے کہ جب دس روپیہ دو گے تو بیاض ملے گی۔ (واللہ اعلم) اولاد میں صرف صاحبزادیاں تھیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

جنارے پہ میرے نہ آیا وہ شوخ کھڑی بیکسی ہاتھ ملتی رہی

تاریخ تذکرہ شعراے روہیلکھنڈ، مولفہ تعظیم علی شایاں بریلوی

روضہ خیرالوری کا رعب اللہ غنی سرد ہو جاتا ہے مغرب کے سفر میں آفتاب
 کس قیامت کی شب غم ہے کنتی ہی نہیں سو گیا کیا آج دامنِ سحر میں آفتاب
 تجھے صالح نے جس دم حسن کے سانچے میں ڈھالا تھا مجھے بھی لکھ دیا تھا اس گھڑی شوریدہ سر ہونا
 ہوں ہوں کے بھی تصدق قربان تیری ہاں کے اک بار پھر تو کہدے صدقے تری زباں کے

◆◆◆◆◆

مسعود حسن فنا رضوی

مسعود حسن فنا رضوی ابن مولوی محامد حسین و فاساکن محلہ پیرزادہ
 (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت تقریباً ۱۳۰۸ھ م ۱۸۹۰ء میں
 ہوئی۔ اپنے والد اور مختلف اساتذہ سے اخذ علم کیا و رنگل میں بحیثیت اور سیر
 ملازم رہے۔ شاعری کا ذوق و رشتہ میں پایا تھا اور اس فن میں اپنے والد کے ہی
 شاگرد تھے، ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ م ۱۹۵۵ء میں حیدرآباد میں وفات پائی
 عبدالوحید رضوی مرحوم نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی

مسعود حسن فنا برفتہ از دار فنا بسوئے یزداں

شدارض دکن مزار و مدفن امروہہ قدیم مسکن آن

تاریخ وفات گفت رضوی مسعود حسن بخلد رقصاں !

۱۳۷۵ھ

اولاد ذکور میں پانچ فرزند مقبول حسن، مسرور حسن، منصور حسن، مشور حسن اور
 مخدوم حسن ہوئے۔ حضرت شاہ ابن بدر چشت کی رسم چادر سے متعلق چند شعر ملاحظہ ہوں:

! اسرار بدر چشت صفحہ ۹۹ مجموعہ کلام عبدالوحید رضوی مرحوم

عاشقِ کبریا کی چادر ہے دلیرِ مصطفیٰ کی چادر ہے
ابنِ شیرِ خدا کی چادر ہے شمعِ بزمِ ضیا کی چادر ہے
رہنما پیشوا کی چادر ہے کانِ جو دو سخا کی چادر ہے
نورِ چشمِ جنابِ زہراؑ کی جانِ مشکل کشا کی چادر ہے
چل رہے ہیں ملائکہ ہمراہ کون سے اولیاء کی چادر ہے
چاند آفاقِ چشت کا جو ہے یہ اسی مہ لقا کی چادر ہے
آؤ لے لو مراد منھ مانگی شاہِ جو دو عطا کی چادر ہے
سر پہ آنکھوں پہ کیوں نہ رکھوں فنا بدرِ چشتیؑ پیا کی چادر ہے

÷÷÷÷÷

محمد عارف حسرت

محمد عارف حسرت ابن ماجد حسین ابن مولوی عبداللہ ابن مولانا حافظ رافت علی (از اولاد حضرت شاہ ولایت) ساکن محلہ دربارکلاں، مولانا رافت علی امر وہ کے معروف علماء کرام میں سے تھے نیز کئی اہم کتابوں کے مصنف تھے ان کے صاحبزادے مولوی عبداللہ بھی عالم تھے۔

محمد عارف حسرت کے والد ماجد حسین انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے جس کے لیے آپ کو کئی مرتبہ جیل کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں نیز ایک بار کال کوٹھری کی سخت سزا دی گئی۔ محمد عارف حسرت اپنے دادا کی طرح علمی ذوق کے شخص تھے شاعری کا بڑا صاف سہرا مذاق رکھتے تھے۔ کوئی مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا اولاد انتقال کیا۔

نمونہ کلام :-

ہوگا وہی جو کچھ کہ ہے ازل سے مستور تقدیر ہے احکام خدا کا بھی ظہور
ارے تدبیر تو نہ کر کچھ فکر مال ہے سامنے قسمت کے خدا بھی مجبور
عجب کشمکش میں پڑا ہوں میں حسرت فقط مر ہی جانے کو دل چاہتا ہے

÷÷÷÷÷

قاری علی تجل خاں تجل

قاری علی تجل خاں تجل ورزئی ابن علی مقتدی خاں ساکن گھڑیال
منزل بساون گنج (از اولاد حضرت شاہ ولایت) اردو، فارسی کے قادر الکلام
شاعر اور ادیب تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی کی شان میں ۶۲
اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ فارسی زبان میں لکھا جو اخبار انجم لکھنؤ کے خلافت نمبر
میں شائع ہوا، اس کا مقطع ہے

وصف پاکش ریخت از کلک تجل زانکہ او ☆ قاطع رگ ہائے جان رافضیاں آمدہ
قاری علی تجل خاں کو یہ فخر حاصل ہے کہ اعلان پاکستان کے بعد ریڈیو
اسٹیشن پیشاور سے سب سے پہلی جو قرات کلام پاک نشر ہوئی وہ قاری علی تجل
خاں نے کی۔

نمونہ کلام :-

راوی ہوں چاہے آج کے خضر آج کے مسیح ہو وہ بیان غیر کسی بھی مقام سے
مانیں نہ کوئی بات بھی تحقیق کے بغیر رزئی کی التجا ہے یہ ہر خاص و عام سے

.....

مولوی شفیق حسن شفیق

مولوی شفیق حسن ایلیا ابن نصیر حسن نصیر ساکن محلہ لکڑا (از اولاد حضرت شاہ ولایت) ۱۲ جولائی ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے اپنے دادا مولوی امیر حسن امیر اور والد نصیر حسن نصیر نیز مولوی اولاد حسن سلیم سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ عربی فارسی سنسکرت اور عبرانی زبانوں پر اچھا عبور تھا۔ مختلف ریاستوں کے محکمہ بندوبست میں ملازم رہے، مطالعہ کا ذوق تھا، قرآن کے علاوہ توریث و انجیل کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا تھا، تصنیف و تالیف سے بھی لگاؤ رکھتے تھے۔ ایک کتاب ”تاریخ امر وہ“ سے متعلق بھی لکھی تھی جو طبع نہ ہو سکی ”حقیقتہً لیسح“ آپ کی معروف تصنیف ہے، شاعری میں مولوی اولاد حسن سلیم کے شاگرد تھے۔ نعت و منقبت مرثیہ و قصیدہ اور غزل وغیرہ خوب کہتے تھے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۵۶ء کو انتقال کیا۔ اولاد میں محمد مہدی رئیس امر وہوی، محمد تقی (چیف ایڈیٹر روزنامہ جنگ کراچی) محمد عباس اور ہندوپاک کے معروف شاعر جون ایلیا ہیں۔ نمونہ کلام:-

ہاں اسے شفیق! بات کوئی نئی سناؤ یہ بزم رشک طور بنے رنگ وہ جماؤ
لو انتہائے عرش سے آگے قدم بڑھاؤ محفل کو حولہ کی ہوا باندھ کر دکھاؤ

اسرئی سے ہے عروج رسول کبیر کا

لاہوت میں ہو نور سمیع و بصیر کا

غیر تو غیر ہیں کب اپنے ہیں کوئی اپنا نہیں سب اپنے ہیں
آپ حریم ناز میں شوق سے آئیں بے حجاب اب وہ جنوں جنوں نہیں اب وہ نظر نظر نہیں

حکیم نبی بخش سائل

حکیم نبی بخش سائل ابن حاجی رحیم بخش ساکن محلہ سرائے کہنہ ولادت تقریباً ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ حکیم علی احمد رضوی سے فن طب کی تحصیل کی تھی ابتداً انھیں کے مطب میں ملازم رہے بعد میں اپنا ذاتی مطب کیا۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ صاحب 'خم خانہ جاوید لالہ سری رام نے لکھا ہے۔

''نوشق شاعر ہیں، مگر کلام اچھا ہے''

شاعری میں لائق حسین قوسی کے شاگرد تھے دیوان 'گلشن چہار بیت' کے نام سے ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ چہار بیت خوب کہتے تھے۔ اگست ۱۹۵۶ء م ۱۳۶۵ھ میں وفات پائی۔ اولاد میں اکلوتے فرزند حکیم محمد یوسف تھے جن کا ذکر تذکرہ ہذا میں علاحدہ شامل ہے۔

نمونہ کلام :-

مزا کیا خاک ہم کو نالہ بلبل سے آئے گا
ترے دامن کے دھونے سے ہمیر کا خون کب قائل
جلرے پارہ پارہ اور دل ہے پاش پاش اپنا
کسی کو ذبح کر ڈالا کسی کو زندگی بخشی
بہت کچھ ہیں مری شکول میں بقی ابھی سائل

نہ جس میں سوز کے ٹکڑے نہ جس میں سارے ٹکڑے
کہ خود بولیں گے محشر میں شہید ناز کے ٹکڑے
جو ہیں یہ ناز کے ٹکڑے تو وہ انداز کے ٹکڑے
اثر رکھتے ہیں کیا کیا آپ کی آواز کے ٹکڑے
نرالی وضع کے ٹکڑے نئے انداز کے ٹکڑے

بہاریں خاک میں مل جاتی ہیں سب زندگانی کی
پروانہ جل تو چکا ہے اب جل رہی ہے

خم خانہ جاوید صفحہ ۶۸ جلد چہارم

ہجر میں تیرے صنم دل مرا گھبرائے ہے مائنی بے آب کی صورت مجھے تڑپائے ہے

+++++

شاہد احمد زیب رضوی

شاہد احمد زیب رضوی ابن محمد احمد (م ۲۲ / مارچ ۱۹۵۷ء) ساکن محلہ قریشی علی جان منزل (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ ہائی اسکول کے بعد اردو فارسی کے دیگر امتحانات پاس کیئے اور ایکسٹرنل انٹرویو کے عہدہ کے لئے منتخب ہوئے مگر طبیعت اس طرف مائل نہیں تھی تو اس کو قبول نہیں کیا ۱۹۴۳ء میں پبلک سروس کمیشن یو پی سے سرکاری ملازمت میں انتخاب ہوا اور ملٹری اکاؤنٹ آفس دہرہ دون میں بحیثیت آڈیٹر متعین رہے لیکن چند ماہ بعد محکمہ تعلیم کی ملازمت کا پروانہ آ گیا اور اس عہدہ کو چھوڑ کر معلّیٰ کا پیشہ اختیار کیا، ساتھ ہی دوران ملازمت اردو، فارسی اور انگریزی میں ایم۔ اے پاس کیا۔ ادبی ذوق بہت تھا شاعری کے علاوہ نثر میں بھی مضامین لکھے جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے آخر میں فیض آباد انٹر کالج میں لیکچرار تھے کہ اسی دوران ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء کو بہتر ۳۸ سال وفات پائی۔

عبدالوحید رضوی مرحوم نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی۔

رفت از دنیا سوئے دارالبقا	شاہد رضوی جواں نیکو صفات
فکر شد مارا ز سال ہجر لیش	گفت ہاتف ہاں بگو سال وفات
گشت چوں مہماں درخلد بریں	جام عشرت "شاہد احمد" بیافت

۱۳۷۷ھ

اولاد ذکور میں دو فرزند سہیل رضا اور منصور احمد (بی. ایس. سی) ہیں۔

نمونہ کلام :-

’منقبت در شانِ حضرت شاہ ابن بدر چشت‘

سلطان عرفاں بدرِ زماں ہیں جنکی سخا کے چشمے رواں ہیں
صوت سے جنکی دنیا ہے لرزاں صورت پہ جنکی شیدا ہر انساں
آنکھوں میں بجلی دانتوں میں تارے

الفت سے جنکی امروہہ شاداں حکمت سے جنکی ہر مشکل آساں
نکبت سے جنکی گلِ عطرافشاں ہیبت سے جنکی باطل گر یزاں
بت سرنگوں ہیں دہشت کے مارے

ماہِ منور کرتا ہے آکر تجھ پہ نچھاو رنقرئی گوہر
ہادیٰ برحق وہ شہِ کرماں زلفِ طریقت جس نے سنوارے

مولوی احمد امین رضوی

مولوی احمد امین ابن شاہ روح الامین ابن شاہ محمد امین غازی ساکن
محلہ پیر زادگان (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت ۱۳۰۰ھ
۱۸۸۳ء میں ہوئی حصول تعلیم کے لئے اوائل عمری میں ہی امروہہ سے باہر
گلاؤنھی، سکندرہ، مراد آباد وغیرہ میں مقیم رہے اکثر ملّا، مشابیر سے تحصیل علم
کی۔ دارالعلوم دیوبند سے درس نظامی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد
مدرسہ مراد یہ مظفرنگر، مدرسہ ریاست دان پور، مدرسہ عالیہ میرٹھ، مدرسہ نعمانیہ
لاہور، دارالعلوم دیوبند، مدرسہ مظفر الاسلام ہاپوز، فرنگی محل لکھنؤ وغیرہ میں

تدریسی خدمات انجام دیں۔ شعر گوئی کا صاف ستھرا مذاق رکھتے تھے۔ اردو فارسی میں بلا تکلف شعر کہتے تھے۔

۱۲۲ اپریل ۱۹۵۸ء، م ۱۰ شوال ۱۳۷۷ھ، ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مولوی عبدالوحید رضوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا:

مرد بزرگ عالم و فاضل کوصفات از دہردوں رفت سوئے ملک قد یہ
رضوی بگفت ہاتف غیبی سن وفات احمد امین رفت بفر دوس صوفیہ
۱۳۷۷ ہجری

اخلاف میں دو صاحبزادے مولوی محمد صالح اور محمد اختر تھے۔ مولوی محمد صالح فارغ التحصیل عالم تھے جن کے دو صاحبزادے محمد یحییٰ و محمد زکریا ہیں، محمد اختر صاحب کے محمد خالد اور محمد طلحہ ہیں یہ سب پاکستان میں آباد ہیں۔
نمونہ کلام :-

دیئے دیتا ہوں انھیں دل سی شے ذرا نیک و بد پہ نظر نہیں
ابھی ابتداء تو مزے کی ہے ہو نتیجہ کیا یہ خبر نہیں

مراسر ہے زانوئے یار پر غم اضطراب جگر نہیں
کوئی کہدے موت سے لوٹا بھی مرنا مد نظر نہیں

یہ اندھیری رات، یہ طول غم، مجھے تاب درد جگر نہیں
بجھا جا رہا ہے چراغ دل، اور ابھی امید سحر نہیں

ارے باغباں ذرا رحم کھا مرے آشیاں کو نہ تو جلا
میں غریب ہوں نہ ستا مجھے، تجھے کچھ خدا کا بھی ڈر نہیں

کئی تیر اوروں کے مارے ہیں مری باری آئی تو چپکے ہیں
یوں نگاہ پھیر کے بیٹھے ہیں مرے پاس جیسے جگر نہیں

یہ کرشمے سب ہیں نصیب کے کریں نیکیاں اور بدی ملے
انہیں دل بھی دیدیا ہے بے کہے مگر اب بھی سیدھی نظر نہیں

یہ رہائی قید سے ہے سوا وہی بے بسی کا ہے سامنا
ہے چمن میں بلبل خوش نوا مگر آشیاں میں گذر نہیں

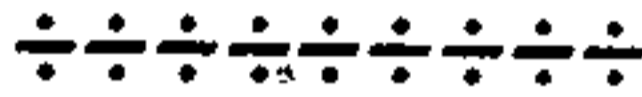
گئے قبر پر جو پکارنے تو نہ بولنے کے ہیں کیوں گے
یہ تو قاعدہ ہی وہاں کا ہے کہ کسی کو کسی کی خبر نہیں

غم زلف یار کا بتلا غم درد جب نہ اٹھا سکا
تو یہ کہہ کے ہجر میں اٹھ گیا مری دل کے ساتھ گذر نہیں

نہ ہے دوستی نہ ہے دشمنی یہ تو ہے حسینوں کی دل لگی
جو ہیں خوش تو باتیں ہیں پیار کی ہیں خفا تو سیدھی نظر نہیں!

منقبت حضرت شاہ ابن بدر چشتؒ

ہوا ظاہر گلستاں میں یہ فریادِ عنادِ دل سے
 پھنسا ہوں بحرِ عشقِ بدر میں اب دیکھیے کیا ہو
 خدا کے واسطے اپنا رخِ زیبا دکھا دیجیے
 جلائے خرمینِ دل وہ ضیائے رخ تو کیا پروا
 کہ یہ بھی عشقِ بدر چشت میں مجبور ہیں دل سے
 یہی ڈر ہے مری کشتی نہ ٹکرا جائے ساحل سے
 نہ جب تک دیکھ لیں گے ہم انھیں گدے مشکل سے
 جو بربادِ تجلی ہیں انھیں کیا بحث حاصل سے
 امین اتنا کہاں تھا وقت جو کچھ فکر کرتے تم
 یہ شعر اس عرس کے ہنگامہ میں لکھے ہیں مشکل سے



برجِ باسی لال عاجز

منشی برجِ باسی لال عاجز ولد منشی جو الہ آباد ساکن محلہ چوک
 امر وہ۔ شری نند کشور ساکن محلہ چوک ریٹائرڈ امین تحصیل امر وہ کی فراہم
 کردہ معلومات کے مطابق، آپ اردو، فارسی میں خلیفہ شمس الدین وائی
 صدیقی کے شاگرد تھے ممکن ہے شاعری میں بھی انھیں سے اصلاح لی ہو، لیکن تعظیم
 علی شایاں بریلوی نے انھیں حکیم اسرار الحق شوق صدیقی کا شاگرد لکھا ہے۔
 عاجز تحصیل امر وہ میں جمنا پرشاد مختار کے منشی تھے، ۱۹۶۰ء میں انتقال

کیا۔ ان کے ایک صاحبزادے امر وہ سے باہر کسی بینک میں ملازم ہیں۔
نمونہ کلام :-

ہر سو چمن میں دامن گل بھی ہے تارتار کیسا جنوں کا جوش ہے فصل بہار میں
خواجہ عشرت علی لکھنوی نے اپنے تذکرہ 'ہندو شعرا' میں لکھا ہے،
"عاجز برج باسی لال امر وہوی ضلع مراد آباد"۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

عبدالحکیم خاں حکیم

منشی عبدالحکیم خاں حکیم ابن عبدالوحید خاں ساکن محلہ کٹکوی (از اولاد
محمد عمر خاں سوری) ولادت ۱۸۹۵ء میں ریاست گوالیار میں ہوئی۔ ناظرہ
قرآن کے بعد اردو، فارسی کی تعلیم حاصل کی اور اردو فارسی کی منتہی کتابیں
خلیفہ شمس الدین وائی سے پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محکمہ پولس میں ملازم
رہے۔ شاعری میں مفتی عنایت بخش رسا بلند شہری اور داغ دہلوی کے شاگرد
تھے۔ زبان و بیان پر قدرت تھی۔ پرگو اور قادر الکلام شاعر تھے، تمام اصناف
نخن میں اپنی طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔

دو دیوان "آفتابِ سخن" "انتخابِ سخن" اور ایک مثنوی "فریادِ حکیم"
کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ "آفتابِ سخن" کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔
۱۹۶۰ء کو امر وہ میں وفات پائی۔

"ہندو شعرا" صفحہ ۹۵، مطبوعہ ۱۹۳۱ء، مولفہ خواجہ عشرت علی لکھنوی

نمونہ کلام :-

تیغ قاتل جو چل گئی ہوتی میری حسرت نکل گئی ہوتی
تیرے وعدہ کی طرح اے ظالم شب فرقت بھی ٹل گئی ہوتی
خیر گزری وگرنہ محشر میں تم پہ خلقت پھل گئی ہوتی
رازِ الفت حکیم کھل جاتا اُف جوں لب سے نکل گئی ہوتی

کون فرقت کا ساتھ دیتا ہے درد میں بھی تو اب کی ہے حکیم
صاف انکار بھی نہیں کرتے اُن کے لب پر ابھی ابھی ہے حکیم
سن کے میرا کلام فرمایا لکھنوی ہے کہ دہلوی ہے حکیم

دیکھئے غیر سے نہ کہہ دیجئے بندہ پرور یہ راز کی باتیں

÷ ÷

پنڈت رام سرن آتما نند

پنڈت رام سرن آتما نند ساکن محلہ بڑا بازار، پیدائش ۱۸۸۲ء میں ہوئی۔ آپ ایک اچھے شگیت کار اور موسیقار تھے۔ ساتھ ہی ایک اچھے ٹانک کار بھی، ہندی گائیکی، لیلیٰ مجنوں، گنیش جنم، سیتا بنواس وغیرہ آپ کے ڈرامے ہیں۔ یہ ڈرامے ہندوستان کی مشہور ڈرامہ کمپنی ”الفریڈ کمپنی“ میں کھیلے گئے۔ آپ ایک ڈرامہ ”پارلیمنٹ کا ممبر“ کے عنوان سے پر تھوی راج کپور کے لئے لکھ رہے تھے اس دوران آپ کا انتقال ہو گیا اور یہ ڈرامہ مکمل نہ ہو سکا۔ اردو، ہندی میں اچھی مہارت رکھتے تھے، ڈراموں میں حسب موقع شعروں کا خوب استعمال کیا ہے۔ ۱۹۶۰ء میں انتقال کیا۔

نمونہ کلام ÷

کیوں نہیں دیتے میرے خط کا جواب مجھ سے کیا ایسی برائی ہو گئی
ان کے پہلو میں جگہ جو مل گئی میرے حق میں بس خدائی ہو گئی

÷÷÷÷÷÷÷÷÷

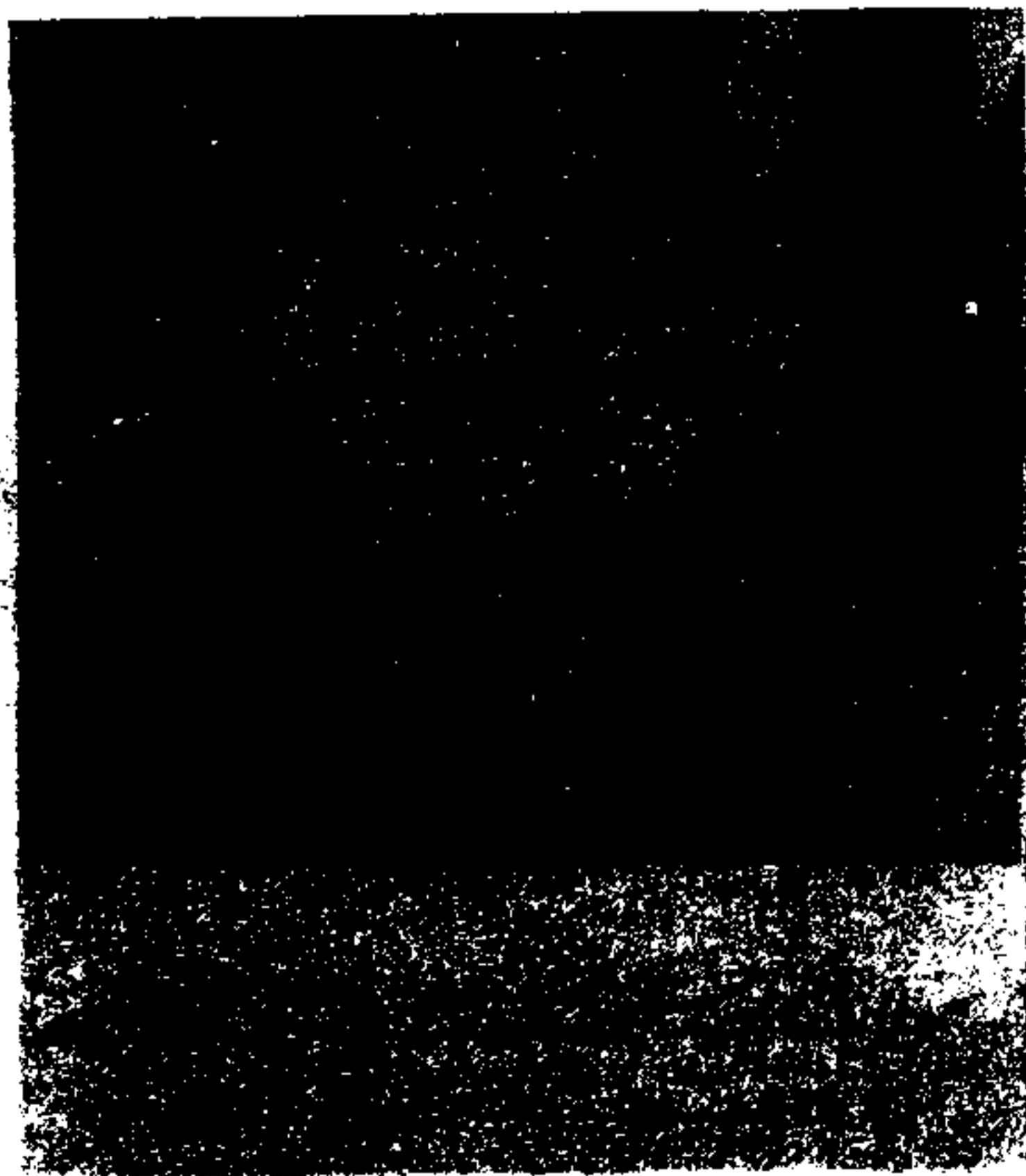
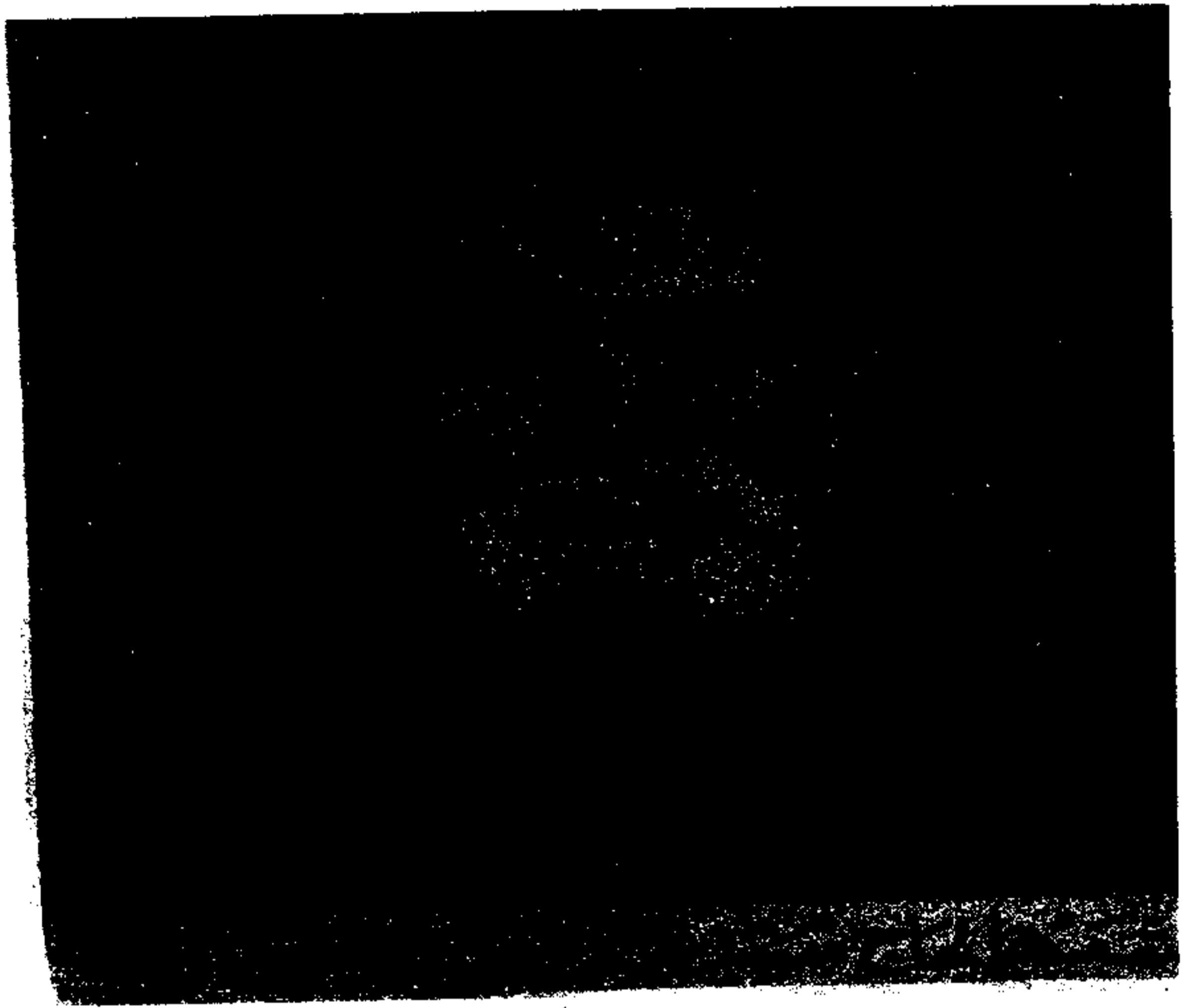
مختار احمد ان پڑھ صدیقی

حاجی مختار احمد ان پڑھ صدیقی ابن مہدی حسن ساکن محلہ بٹوال
پیدائش ۱۸۹۸ء۔ آپ نے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی بالکل ان پڑھ تھے لیکن علم
مجلسی میں طاق تھے، دہلی میں ڈبل روٹی کی بیکری تھی بڑے رکھ رکھاؤ سے رہتے
تھے، شعر گوئی کا بڑا اچھا مذاق رکھتے تھے، مفتی نسیم احمد فریدی کے شاگرد
تھے، شعر اچھا کہتے تھے، نعت و منقبت کے علاوہ غزلیں بھی خوب کہیں۔ ان پڑھ
ہونے کے باوجود ایک شعری گلدستہ ”شعرستان“ کے مرتب ہیں۔ آپ کا کچھ
کلام ۱۹۳۶ء میں ”نسیم چمن“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ آپ کا کلام غیر مطبوعہ
شکل میں آپ کے چھوٹے صاحب زادے وقار احمد کے پاس محفوظ ہے۔

۳ جون ۱۹۶۱ء / ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ میں وفات پائی اور روضہ
شاہ ابن بدر چشت میں مدفون ہوئے۔ عبدالوحید رضوی نے قطعہ تاریخ وفات
لکھا۔

حاجی مختار احمد رفت آہ باجنان قدسیاں کشتہ جلیس
سال رحلت گفت ہاتف باوحید شاعران پڑھ بفر دوس نفیس لے ۱۳۸۱ھ

اسرار بدر چشت، مولفہ عبدالوحید رضوی



اولاد ذکور میں دو صاحبزادے محمد احمد اور وقار احمد ہیں۔

نمونہ کلام :-

مرے دشمن یہ پیہم دے رہے ہیں بددعا دل سے
تری الفت نے خالی ہاتھ کب جانے دیا جھکو
تمہیں جو علم ہے ان پڑھ کتابوں سے زالا ہے
خواب میں آنے کا ان سے ہے یقین کامل مجھے
نہ آئے لوٹ کر مختار یا رب کوئے قاتل سے
ہزاروں حسرتیں لیکر اٹھا ہوں تیری محفل سے
مخاطب کون کر سکتا ہے تم کو لفظ جاہل سے
☆
نیند کیوں آتی نہیں اے اضطراب دل مجھے
چین سے رہنے بھی دے گا تو کہیں اے دل مجھے
جلوہ کب دکھلائے گی وہ زینت محمل مجھے
میری جانب سے عدو نے کر دیا برہم اسے
بھولے پن سے پوچھتے ہیں کیا ہوا ان پڑھ تجھے
اپنے کوچہ میں جو دیکھا صورت سائل مجھے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی حکیم حسن ثنی احسن رضوی

مولوی حکیم حسن ثنی احسن رضوی ابن حکیم عزیز الرحمن ابن مولوی حکیم
علی حسن ساکن محلہ پیرزادہ گان (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشتی)
ولادت ۳ صفر ۱۳۱۱ھ ۱ اگست ۱۸۹۳ء مولانا احمد حسن محدث امرودہ کی
ارشاد تلامذہ میں سے تھے۔ کئی سال مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امرودہ میں
تعلیم حاصل کی بعد میں دارالعلوم ندوہ تشریف لے گئے جہاں علامہ سلیمان ندوی
سے تحصیل علم کی۔ بڑے ذی استعداد کامل قابلیت کے عالم تھے۔ نظم

انساب، اسماء الرجال، علم لغت، جغرافیہ، علم طب یعنی علوم عقلیہ و نقلیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ کتبِ نبی کا شوق عشق کی حد تک تھا بلا ناغہ صبح کو دو تین گھنٹے مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطالعہ میں رہتی تھیں۔

سیاست میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے قلب و جگر میں حب الوطنی اور حریت پسندی کا دریا موجزن تھا۔ امروہہ میں کانگریس پارٹی کے سب سے پہلے صدر رہے۔ دسمبر ۱۹۳۱ء میں امروہہ میونسپل بورڈ کے چیرمین بنے گئے اور ۱۹۳۵ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

صحابہ کرامؓ اور حضور ﷺ کی ذات گرامی سے وابہانہ عشق رکھتے تھے مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی (م ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء / ۲۲ رمضان ۱۴۲۰ھ) کی وساطت سے غائبانہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت تھی۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء م ۲۸ رجب ۱۳۸۲ھ میں رحلت کی۔ علامہ انور صابری نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا۔

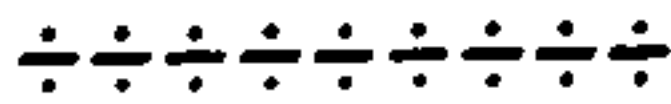
رفت چوں سوئے جنان آں حکیم حاذقِ دہر زبانِ خلق مالِ حیات دنیا گفت
برائے سال و صالح پئے نگاہِ حزیں حدیثِ گریہ و فات حسنِ ثنیٰ گفت
۱۹۶۲ء

اولادِ ذکور میں چار فرزند عمر مجتبیٰ، حسن مرتضیٰ (لا ولد) حسین مجتبیٰ اور عباس ثنیٰ تھے۔
نمونہ کلام :-

منقبتِ بشانِ حضرت شاہ ابنِ بدرِ چشتؒ

شاہ ابنِ بدرِ چشتیٰ کز فیوضِ مقدمش خاکِ امروہہ شدہ ہم پایہٴ عرشِ بریں
آں شہِ والانسبِ آں خواجہ عالی جناب آں کہ دانش پر تو انوارِ ختمِ المرسلینؐ

سرمہ خاک مزارش کحل مازاغ البصر
 سالکان راہ حق را باب ابواب السلام
 حلقہ باب حریمش بوسہ گاہ عارفین
 خانقاہش مصدر عرفان و ایمان و یقین
 منبع جود و سخا یا شاہ ابن بدر چشت
 نیز برج سیادت گوہر دریائے نور
 معدن علم و حیا یا شاہ ابن بدر چشت
 قرۃ العین رضا یا شاہ ابن بدر چشت
 بادۂ عرفان بدہ از ساغر خم غدیر
 ساقی جام ولایا شاہ ابن بدر چشت
 مخزن اسرار عرفان مطلع انوار حق
 مصدر فیض و عطا یا شاہ ابن بدر چشت
 کاشف سر حقیقت وارث علم نبی
 نور چشم مرتضیٰ یا شاہ ابن بدر چشت
 حامی دین محمد ماحی کفر و ضلال
 پر تو نور خدا یا شاہ ابن بدر چشت
 یک نگاہ لطف کن بہر خدا سوائے حسن
 بردرت آمد گدایا شاہ ابن بدر چشت



ڈاکٹر بانکے لال بانکے

ڈاکٹر بانکے لال بانکے خلف لالہ رام چند راگروال ساکن محلہ کترہ
 غلام علی، پیدائش ۱۸۷۲ء۔ حکیم کلب علی شاہد مرحوم کی روایت کے مطابق آپ
 نے خلیفہ شمس الدین واہی صدیقی ساکن محلہ گھیر مناف سے فارسی درسیات کی
 تحصیل کی تھی۔ فن شعر گوئی میں جو ادسن نسیم کے شاگرد تھے ان کے انتقال کے
 بعد نوح ناروی سے تلمذ حاصل کیا، شری بدھ پرکاش کیتا جو ہر دیوبندی لکھتے
 ہیں

’ آپ ضلع گورکھپور اور الہ آباد کے سرکاری اسپتالوں

میں ڈاکٹر رہے رٹائرڈ ہونے کے بعد دہرہ دون میں اپنا
مطب کھول لیا تھا ۱

تعمیم علی نقوی شایاں بریلوی لکھتے ہیں :

'بانگے امر وہ ہوی۔ ڈاکٹر بانگے لال ولد لالہ رام چندر
اگر وال ساکن امر وہہ آپ کو سولہ سال کی عمر سے
شاعری کا شوق ہوا۔ حضرت شمیم امر وہی کے انتقال کے
بعد جناب نوح ناروی سے استفادہ کیا تھا۔ مدت تک ضلع
گورکھپور میں افسر شفا خانہ رہے۔ ۱۹۳۲ء میں پینشن لے
کر دہرہ دون میں اپنا ذاتی شفا خانہ قائم کیا تھا ۲

نمونہ کلام ÷

ہوگی جو پوچھ گچھ تو فقط بادہ خوار کی پوچھے گا کون حشر میں پر ہیز گار کو
☆
اس قدر اب بڑھ گیا جوش جنوں اپنے سائے سے بھی وحشت ہوگئی
☆
جگر کو چھید دے گی اور کلیجے کو ہلا دے گی جو دل پتھر کا رکھتا ہوئے وہ داستاں میری
☆
بیخود میں ہو گیا جو وہ آیا نظر مجھے دل کی خبر رہی نہ جگر کی خبر مجھے
☆
شب وعدہ چلے آتے تمنا کچھ تو بر آتی شرف ان کے قدموں سے مرے دل کی زمیں ہوتی

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

۱ "موج گنگ" تذکرہ شعراء، ہنود صفحہ ۶۸، مولفہ بدھ پرکاش گیتا جوہر دیوبندی
۲ تاریخ و تذکرہ شعراے روہیلکھنڈ صفحہ ۸۶/۲۸۸۵، مولفہ تعظیم علی شایاں بریلوی، ثم کراچی

عبدالوحید وحید رضوی

عبدالوحید وحید رضوی ابن عبدالحمید ساکن محلہ پیرزادہ گان (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت ۱۸۸۹ء میں ہوئی تھی علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد ۱۹۰۵ء میں رانچی اور ہزاری باغ میں ملازم رہے، بعد میں ریاست سروہی (راجستھان) میں منصرم مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں رٹائرڈ ہوئے، ۱۹۱۹ء میں ایک سالانہ پرچہ ”در مقصود“ کے نام سے حضرت شاہ ابن بدر چشت کے عرس کے موقع پر جاری کیا جو آج تک جاری ہے۔ ایک کتاب اپنے خاندانی حالات پر ”صحیفہ رضویہ“ کے نام سے کراچی سے شائع کی۔ موزوں طبع تھے صرف نعت و منقبت کہتے تھے۔ تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ مجموعہ کلام ”اسرار بدر چشتی“ کے نام سے ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۲ء میں کراچی سے شائع ہوا اس کے علاوہ ”مثنوی سید محمود مالامال کرمانی“ مرتب کر کے ۱۹۶۲ء میں شائع کی۔ ۱۳ جنوری ۱۹۶۳ء میں وفات پائی، محمد مہدی رئیس امر وہوی نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی

جہان خلق و ایثار و شرافت کائنات اسکی
سراپا ائنت و اخلاص و دینداری حیات اسکی
غم عبدالوحید اک عالم صد داغ و حرماں ہے
تو داغ صد ہزار عالم ہے تاریخ وفات اسکی
۱۳۸۳ھ

نمونہ کلام ÷

خدائے قادر مطلق جو ہو مدح سرا تیرا
تو بندہ وصف کیا کلمتے شہر دوسرا تیرا
عروج مرتب کی شان کا قرآن و اصف ہے
کہ سبحان الذی اسرا لکھا ہے مرتبا تیرا
گنہگار انست کی تو کیا آفتی ہے محشر میں
تمامی انبیاء بھی تکتے ہوں گے راستا تیرا

یہی ہے حسرت و ارماں یہی ہے آرزو دل کی کہ ان آنکھوں سے دیکھوں وہ دیار پر ضیا تیرا
 وحید زار کیوں ہے خوف تجھ کو روز محشر کا محمد مصطفیٰ صلی علیٰ ہیں آسرا تیرا
 عبدالوحید صاحب رضوی مرحوم نے حضور اکرم ﷺ اور خلفاء اربعہ کی
 تاریخ ہائے وفات بھی نظم کیں ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

قطعہ وفات سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ وفات ۱۱ھ۔

آں محمد مصطفیٰ صلی علیٰ آں امام انبیاء و مرسلان
 آں شفیع المذنبین محبوب حق رفت از دنیا بملک جادواں
 خواستم از غیب رضوی سال وصل گفت ہاتف ”دہ و یک“ ہجری بخواں
 ۱۱ھ

﴿ حضرت ابو بکر صدیق ﴾

ابو بکر صدیق میر جہاں بدے یار غار رسول جہاں
 بصدق و صفا بود ممتاز قوم پس مصطفیٰ شد خلیفہ عیاں
 بداں ”دہ و سہ“ سال ہجری وحید بہ لفظ ”احمد“ سال رحلت بخواں
 ۱۳ھ ۱۳ھ

﴿ حضرت عمر فاروق ﴾

آں عمر فاروق اعظم شد ز دھر عادل و کامل بصد لطف و عطا
 خواستم از غیب چوں سال رحیل آہ زاہد شد ندا ہم ”زیب جا“
 ۲۳ھ ۲۳ھ

﴿ حضرت عثمان غنی ﴾

آں خلیفہ سویم از دنیا برفت حضرت عثمان ذوالنورین بود
 رفت از دنیا پئے یاد و دود گفت ہاتف سال رحلت ”پاک بود“
 ۳۵ھ ۳۵ھ

حضرت علیؑ

رفت چوں قرب خدا بہر بقا از دنیا آں علی شیر خدا ہاشمی و مطلبی
عامل دین ہمیں حامل احکام نبیؐ رہبر راہ طریقت کہ بدے پیک و صی
فکر کر دم پئے تاریخ بگفتا ہاتف ”زاہد پاک“ بگو سال رطیش رضوی
۵۲۰

÷÷÷÷÷÷÷÷÷

مولوی آفتاب الدین آفتاب فریدی

مولوی آفتاب الدین آفتاب فریدی ابن حافظ مظہر الدین مظہر
فریدی ساکن محلہ چلہ۔ بڑے ذہین و زیرک، متع شریعت و سنت، عبادت گزار
ذی وجاہت اور ذی استعداد و عمائدین شہر میں سے تھے۔ فن ریاضی میں اچھا
درک اور مہارت رکھتے تھے۔ انیس احمد صاحب فاروقی کا بیان ہے کہ
”انھیں فن ریاضی میں بڑا تہجرتھا اور ضلع مراد آباد بلکہ
دور دور تک اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مشکل
سے مشکل مسائل ہمہ وقت ان کی نوک زبان پر رہتے تھے
امروہہ میں آپ کی حیثیت جگت استاد کی سی تھی، بے شمار
لوگوں نے ان سے پڑھا۔“

ابتدا شعر گوئی سے بھی دل چسپی تھی۔ آفتاب اور فریدی تخلص کرتے
تھے۔ لیکن جب مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی سے بیعت ہوئے تو ان کے

تحفۃ الانساب صفحہ ۲۲۲ مولفہ راقم الحروف

حسب ارشاد شعر گوئی ترک کر دی، مولانا عبدالشکور صاحب نے فرمایا کہ ”جو وقت آپ فکر شعر میں صرف کریں اسے یاد الہی میں لگائیں“

بہت سے نعت و مناقب اور سلام آپ سے یادگار ہیں، شعروں میں استادانہ رنگ پوری طرح موجود ہے۔ ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء میں حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پائی ”وہو الغفور الودود“ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے، اولاد ذکور کا ذکر حافظ مظہر الدین فریدی کے ذکر میں گزرا۔ بطور نمونہ کلام ایک نعتیہ سلام ملاحظہ ہو :-

سلام صاحب لولاک صد ہزار سلام	سلام قبلہ کونین بے شمار سلام
ظہور آپ کا وجہ ظہور عالم ہے	سلام سر دو عالم کے راز دار سلام
کمال احسن تقویم آپ کی خلقت	سلام صانع عالم کے شاہ کار سلام
حریم ناز کے مہمان و شاہد یزدان	سلام آپ پہ محبوب کردگار سلام
امام جملہ ام صدر انبیاء و زسل	سلام ملک رسالت کے تاجدار سلام
کرم نواز دو عالم سراپا رحمت حق	سلام آپ پہ اے فخر روزگار سلام
سرور بادۂ رحمت نشاط تشنہ لبی	سلام ساتی کوثر کو بار بار سلام
گناہ لاکھ سہی پر نہیں ہیں دوش پہ بار	سلام شافع محشر کو ہزار بار سلام
سلام سرور کونین کے وسیلے سے	سلام جملہ رفیقان شہر یار سلام
صدیق محفل و میداں رفیق غار و مزار	سلام حضرت صدیق باوقار سلام
جلیل و غازی و خطاب و صائب و عادل	سلام حضرت فاروق روزگار سلام
غنی جواد و حلیم و غیور و ذوالنورین	سلام حضرت عثمان حیا شعار سلام
خدا کے شیر نبی کے ولی شجاع و دلیر	سلام حیدر جاں بازو جاں نثار سلام
جماعت صلحاء سے ہے آبرو دیں کی	جماعت صلحاء پر ہزار بار سلام

حضور شافع محشر قبول کیجئے گا سلام بھیجتا ہے آفتاب زار سلام

+++++

حامد حسن راجی صدیقی

حامد حسن راجی ابن خلیفہ شمس الدین وائی (از اولاد شیخ ابوالمناف صدیقی) ساکن محلہ گھیر مناف - ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی منتہی درسیات اپنے والد سے پڑھیں انگریزی زبان پر بھی اچھا عبور رکھتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ۱۹۴۴ء میں قالین بانی کے کارخانہ میں ملازمت کی۔ اچھے اور خوش فکر شاعر تھے، کلام مدینہ اخبار بجنور وغیرہ میں شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۶۹ء میں دہلی میں انتقال کیا۔ اولاد میں ایک فرزند زاہد حسن ہیں جن کے صاحبزادے ڈاکٹر خالد حسن و ڈاکٹر ساجد حسن ہیں۔

نمونہ کلام:-

مال و زرب کچھ گیا عزت گنی اب تو باقی جان جانی اور ہے
پھول جیسا حسن ہے مت کر غرور مختصر سی یہ جوانی اور ہے
گردش ایام آتی ہے ضرور کوئی دن کی حکمرانی اور ہے
کٹ گئی یہ عمر ساری فکر میں اب تو تھوڑی جا نفشانی اور ہے
ان کی باتوں پر نہ رکھ راجی نظر دل میں کچھ ہے اور زبانی اور ہے

+++++

عبدالصمد ساز رضوی

عبدالصمد ساز رضوی ابن عبدالحکیم ساکن محلہ پیرزادہ (مقیم حیدرآباد) پیدائش ۱۹۱۲ء (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۳۳ء میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے ایل. ایل. بی. کیا۔ ۱۹۳۹ء سے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ورنگل میں وکالت شروع کی اور خاصی شہرت و ناموری پائی۔ حیدرآباد میں پولیس ایکشن، ۱۹۴۸ء کے بعد پوشیدہ طور پر بمبئی ہوتے ہوئے لاڑکانہ (سندھ) پہنچے وہاں بھی وکالت کی اور کافی نام کمایا۔ شاعری کا ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ پہلے غمگین اور بعد میں ساز تخلص اختیار کیا۔ سندھ کے دوران قیام ۱۹۶۰ء میں آپ کا مجموعہ کلام ”سحرانمہ“ کے نام سے شائع ہوا۔ ۲۲ مارچ ۱۹۷۰ء ۱۲ محرم ۱۳۹۰ھ میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں دو صاحبزادے ہیں اقبال مصطفیٰ جو آجکل امریکہ میں بحیثیت انجینئر مقیم ہیں۔ اقبال مرتضیٰ یہ بھی انجینئر ہیں اور آجکل جاپان میں مقیم ہیں۔

نمونہ کلام:-

کتنے فرعون خدا دوست نظر آتے ہیں کتنے شداد غریبوں پہ ترس کھاتے ہیں

کتنے ابلیس فرشتوں کی جگہ پاتے ہیں کتنے کافر ہیں جو ایمان کے گن گاتے ہیں

زندگی نغمہ خیام نہیں ہے اے دوست

یہ جہاں شاید گلنام نہیں اے دوست

کتنے مہتاب اندھیروں نے چھپا رکھے ہیں کتنے طوفان، غریبوں نے دبار کھے ہیں

کتنے جادو ہیں جو عسرت نے جگا رکھے ہیں کتنے فتنے ہیں، جو دولت نے اٹھا رکھے ہیں

زندگی نغمہ خیام نہیں ہے اے دوست

یہ جہاں شاید گلنام نہیں اے دوست

۶۶

ہے سکوں طلب غم زندگی غم زندگی کو مٹائے جا یہ جو نظر پہ ہوش و خرد کے پردے پڑے ہوئے ہیں اٹھائے

تو فضا کی وسعت بیکراں میں شراب نغمہ بہائے جا یہ شباب و حسن کی داستاں جو ساری ہی ہے سٹائے جا

ابھی اے حسین مغنیہ یونہی گائے جا یونہی گائے جا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی مقبول حسن قابل حسنی

مولوی مقبول حسن ابن محبت حسن حسنی ساکن دربار کلاں (از اولاد حضرت شاہ شکر اللہ قادری) مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ کے تعلیم یافتہ اور فارسی زبان کے قابل اساتذہ میں سے تھے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول امر وہ میں فارسی کے استاد رہے۔ تحریک خلافت کے موقع پر ملازمت ترک کی اور پرائیویٹ طور پر تدریس کا شغل جاری رکھا۔ کچھ عرصہ مسلم اسکول واقع محلہ قریشی امر وہ میں ہیڈ مولوی رہے۔ بعد میں تقریباً دس سال تک مدرسہ میہ کلمہ محلہ گذری میں فارسی ادبیات کا درس دیا۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۶ء میں وفات پائی۔ اخلاف میں مولانا مفتی مشہود حسن حسنی، شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی امر وہ کے معروف علماء میں ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی محمود حسن قیصر ہیں۔

خمسہ بر غزل جامی

نمونہ کلام :-

اے رحمت العالمین تجھ سانہیں دیکھا کہیں کیا نکو سکے تیری ثنایہ مشیت خاک ادنیٰ ترین
تیری ثنا و وصف میں کافی ہے قرآنِ مبین تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے ناز میں
واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے ناز میں

تو بہتروں میں بہترین تو خوش رووں میں خوش ترین تو سب سے ہے زیبا ترین جیسے ہو خاتم پر نگلیں
تو جوہر جانِ جہاں تو شمع بزمِ آخریں تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے ناز میں
واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے ناز میں

سالارِ جملہ انبیاء سرتاجِ جملہ مرسلین سردفترِ پیغمبراں مہرِ نبوت کا نگلیں
سر نیکتے ہیں سامنے آ کر ترے سب مہ جہیں تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے ناز میں
واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے ناز میں

ہونے کو تو یوں اور بھی دنیا میں ہیں لاکھوں محسوس لیکن نہ اس انداز کا دیکھا گیا کوئی محسوس
ملتے ہیں تلوؤں سے تیرے سب مہ جہیں اپنی جہیں تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے ناز میں
واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے ناز میں

ہے عند لیب زار کو گلشن میں گل کی جستجو اور قمریٰ ناشاد کو سروِ رواں کی آرزو
اس طوطی غم خوار کی ہر روز و شب یہ گفتگو جامی کہ دارد با تو خود ہرگز نہ تابداز تو زو
گر خود نہی بر فرق او تیغِ ہلاک اے ناز میں

آئی نسیم تازہ رولے کر ترے گیسو زگس کی آنکھیں کھل گئیں سوسن کی نکلی آرزو
مقبول بھی پروانہ و ش ہے منتظر اے شمعِ رو جامی کے دارد با تو خود ہرگز نہ تابداز تو زو
گر خود نہی بر فرق او تیغِ ہلاک اے ناز میں

◆◆◆◆◆

مولوی محمد خلیل کاظمی خاکی

مولانا محمد خلیل خاکی ابن مولوی مختار احمد ساکن محلہ کٹکھوئی امر وہ۔ آپ کے مورث حضرت شاہ ضیف اللہ نقشبندی امر وہ کے نامور عالم اور مرتاض بزرگ تھے۔ مولانا محمد خلیل صاحب کی ولادت یکم شوال ۱۳۱۳ھ میں ہوئی اپنے والد سے ابتدائے درسیات پڑھنے کے بعد مدرسہ عالیہ راجپور سے سند فراغت حاصل کی۔ بہترین قاری نیز جید حافظ قرآن تھے۔ تحصیل علوم کے بعد بریلی، شاہ جہان پور، چونڈیرا، امر وہ وغیرہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اپنے والد کے مرید و مجاز تھے۔ طبیعت موزوں پائی تھی۔ صرف نعت رسول اکرم ﷺ اور منقبت صحابہ کرامؓ میں شعر کہتے تھے۔ نعتوں کا ایک مجموعہ ”نور و نکبت“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مریدین کی تعداد کثیر ہے۔ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ ۲۸ نومبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ وفات پائی۔

نمونہ کلام:-

احد کے نور ہو شمس انضی تم وجود دو جہاں کی ابتداء تم

فضائے قدس کی آب و ہوا تم مہ و خورشید انور کی جلا تم

صلوٰۃ اللہ یا طہ علیکم سلام اللہ یا بشریٰ علیکم

صلوٰۃ عروۃ الوثقی علیکم سلام اللہ یا مولیٰ علیکم

برپا جہاں میں کھل و جد و سرور ہے ہر اہل ذوق مست شراب طور ہے

آپ کے مریدین میں جناب توفیق احمد قادری چشتی ساکن محلہ چدر و امر وہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے ہیں۔ بڑے ظلم دوست ہیں آپ نے ایک اچھا کتب خانہ قائم کیا ہے۔ جس میں زیادہ تر حوالہ جاتی کتب جمع کی ہیں۔ دو کتابوں ”شاہد ولایت کا مذہب حنفی سنی“ و ”قاضی نور اللہ شوستر کی کا تجا بل عارفانہ“ کے مولف ہیں۔

عالم تمام اک چمنستان طور ہے مدہوش جس کے جلووں سے ہر ذی شعور ہے

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے

ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

غزلیات سے چند منتخب اشعار

ہماری جاں پہ شب و روز جو گذرتی ہے بھلا تمہیں کو مسیحِ زماں نہیں معلوم

حریمِ دل میں ہیں وہ یا کہ دل ہے ان کے پاس یہ لطف ہے کہ مکیں و مکاں نہیں معلوم

حرام کر دیا واعظ نے بادہ نوشی کو کہ پاس کو حرمتِ پیرِ مغان نہیں معلوم

☆

کوئے جاناں میں نہ ہو جب زندگی اپنی بسر دیتے ہیں ترجیح اس جینے پہ مر جانے کو ہم

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

برج موہن سرن موہن

برج موہن بون موہن ولد لالہ بنواری بون ساکن محلہ کوٹ پیدائش ۱۹۰۵ء
 عربی، فارسی، سنسکرت، اردو انگریزی میں مہارت رکھتے تھے۔ عربی فارسی
 ادب کا اچھا مطالعہ کیا تھا۔ اپنے مذہب (سناتن دھرم) کے علاوہ دو بوسے
 مذاہب بالخصوص اسلام کا خاص مطالعہ تھا۔ انگلو میں قرآن کی آیات بر محل
 پڑھتے تھے۔ محلہ کوٹ میں ایک مندر اپنے مکان کے سامنے ”سیتا رام مندر“
 کے نام سے قائم کیا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۰ء میں وفات پائی۔ اولاد میں دو
 صاحبزادے شری ہری موہن اور شری مدن موہن بون ہیں۔ شری ہری موہن
 کے چار لڑکے شری آدتیہ گوئل (انجینئر) ڈاکٹر آشوتوش گوئل (بی. ایس. سی،
 بی. ڈی. ایس) امت گوئل اور ڈاکٹر انوراگ گوئل (ایم. بی. بی. ایس لکھنؤ)

مہارت رکھتے تھے۔ مولانا مفتی نسیم احمد فریدی نے اعلیٰ قابل کے امتحان میں آپ سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۹۴۰ء تک امر وہ بہ نڈل اسکول میں مدرس رہے۔ ۱۹۴۱ء میں قبضہ پچھرا یوں میں ہیڈ مدرس ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ بعد میں موضع شیونالی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ شعر گوئی میں ابتدا دوست محمد خاں عتیق حسن پوری سے اصلاح لی۔ ۱۹۲۱ء میں افتخار حسین مظفر خیر آبادی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

منشی عزیز احمد عزیز امر وہ کے قابل اور اچھے شعراء میں سے تھے۔ شاگرد بھی کثیر تعداد میں تھے۔ ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔ ”لطفِ سخن“ حسن پور میں آپ کا خاصہ کلام موجود ہے۔

نمونہ کلام :-

حیراں ہوں کہ رنگ زمانہ کا کیا ہوا	اس بے وفا کے ساتھ جہاں بے وفا ہوا
زنجیر پہنی پاؤں میں کیا کیا کڑی سہی	زلفوں سے تیری جب سے مرا سلسلہ ہوا
☆	☆
حاجت دوا کی ہے نہ ضرورت دعا کی ہے	دیدار یار ہی سے توقع شفا کی ہے
کہتے ہیں جس کو حشر قیامت ہے جس کا نام	رفقارِ فتنہ خیز کسی فتنہ زا کی ہے
کیسے نباہ عشق میں اس بُت سے ہو عزیز	عادت ہمیں وفا کی اسے خو جفا کی ہے
☆	☆
کسی کے چاند سے رخسار کے تصور نے	تمام رات مرے دل کو بے قرار کیا
☆	☆
بن ٹھنکے بے حجاب وہ جب بام پر گیا	غیرت سے آفتاب کا چہرہ اتر گیا
خوشیاں مناؤ بیٹھ کے پہلوئے غیر میں	کیوں رنج ہو تمہیں جسے مرنا تھا مر گیا
معتوق کا بگاڑ بناوٹ سے کم نہیں	بگڑا وہ شوخ غیظ میں جتنا، سنور گیا

جانِ حزیں نکلنے کو تیار ہو گئی ہو کر خفا جو مجھ سے وہ بیداد گر گیا
 دن رات وصلِ ساقی دل جو نصیب تھا وہ دن کہاں گئے، وہ زمانہ کدھر گیا
 آنکھوں سے اے عزیز ہوئے بتلائے درد اس راستہ سے دل میں وہ ظالم اتر گیا۔

+++++

بشمبھر ناتھ شرما

بشمبھر ناتھ شرما ابن رام پرشا ساکن محلہ شاہ علی سرائے۔ پیدائش
 ۱۹۱۰ء۔ اردو فارسی میں خوب دخل رکھتے تھے۔ تحصیل امر وہ میں کاتب
 (وثیقہ نویس) تھے۔ مذہبی ذہن کے شخص تھے۔ تیراکی کا بڑا شوق تھا۔ روزے
 (ورت) بہت رکھتے تھے۔ سورج کی پوجا کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں انتقال کیا۔
 اولاد میں ایک لڑکے وریندر ناتھ شرما عرف لٹو ساکن بازار جٹ ریلوے میں
 ملازم تھے۔ راقم الحروف کو یہ معلومات آپ کی پوتی شریستی مینو گوتم (ممبرنگر
 پالیکا امر وہ) سے حاصل ہوئیں۔
 نمونہ کلام :-

تصور میں بھی سوچا ہے کبھی سرکار یہ دل سے بھلا لے کر مگر جاؤں کسی کا دل کس دل سے
 مراد لے کے کیوں تم غیر کے پہلو میں جا بیٹھے کیا ہے کیوں جدا ظالم دل بھل کو نکل سے
 بلانے پر بھی ترار وٹھ کر اس جا چلے جانا غضب کی مار کرتا ہے سہا جاتا نہیں دل سے

+++++

۱ یہ تمام اشعار گلدستہ "لطف سخن" حسن پور سے ماخوذ ہیں

معراج محمد فاروق، سید انوار الحق، پرنسپل آفتاب حسن، پروفیسر حبیب اللہ خان، مفتی امروہوی، سید عبد الباقی

پروفیسر حبیب اللہ خاں غنفر

پروفیسر حبیب اللہ خاں غنفر ابن احمد سعید خاں ابن عبد الرحمن خاں ابن مولوی نصر اللہ خاں، ساکن محلہ کٹکوئی افغانان، ولادت ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں انٹر کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے ۱۹۲۷ء میں بی. اے. اور ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی میں ایم. اے کیا۔ ناگ پور کی ملازمت کے دوران ناگ پور یونیورسٹی سے ۱۹۳۶ء میں فارسی میں ایم. اے کیا۔ درس نظامی کے فارغ التحصیل عالم بھی تھے۔ محمد ایوب قادری لکھتے ہیں کہ

”پرائیویٹ طور سے عربی و فارسی کی تحصیل کرتے رہے اور بے ترتیبی سے درس نظامی تک انھوں نے عربی کی تکمیل کی۔“

۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۸ء تک ناگ پور ہائی اسکول اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۳ء تک حبیب ہائی اسکول بہمنی میں مدرس رہے۔ ۱۹۴۵ء میں کراچی گئے ایس. ایم کالج کراچی میں استاد رہے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک اسلامیہ کالج کراچی میں اور ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۱ء تک اردو کالج پاکستان میں استاد رہے۔ کچھ عرصہ کراچی یونیورسٹی میں اعزازی پروفیسر رہے۔

عربی فارسی اور دیگر علوم و فنون میں اچھی مہارت اور درک رکھتے تھے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

”غنفر صاحب علم کے شیدائی تھے۔ ہندی اور سنسکرت

زبانیں ہندو پنڈتوں سے پڑھیں، ہندی ادب کا خاصہ مطالعہ تھا۔ انگریزی کا یہ حال تھا کہ براہ راست عربی زبان سے انگریزی میں ضخیم مجلدات ترجمہ کیں، ادب عروض معانی، بیان، صرف و نحو، تاریخ لسانیات، حدیث، فقہ، تفسیر، اصول فقہ، اصول تاریخ اسلام، تاریخ ہند سب پر گہری نظر تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم کو سبقاً سبقاً پڑھا ہے۔ پھر رمل نجوم، جفر، توحیت اور طب کے بھی ماہر تھے۔ معمہ، چستان، جمع، زانچہ کسی چیز میں بند نہیں تھے۔ اپنا جمع کہا؛

”عالم ہمہ رو باہ حبیب اللہ غضنفر“

شعر گوئی میں حافظ جلیل مانک پوری اور عبدالقیوم شفق امر وہی کے شاگرد تھے۔ نثر میں بھی کئی تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ شاعری میں پہلے ”غیرت“ تخلص کرتے تھے۔

غضنفر صاحب نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ”طبقات ابن سعد“ کی کئی جلدوں کو عربی سے انگریزی میں اور ”ابن اثیر“ کی جلد دوم کے ایک حصہ کا اردو میں ترجمہ کیا۔ نیز البیرونی کی عربی سوانح حیات کا ترجمہ کیا۔ آپ عرصہ تک ”پاکستان ہٹاریکل سوسائٹی“ سے وابستہ رہے اور اس کے زیر نگرانی بہت سے علمی کام انجام دیئے۔ ۵ فروری ۱۹۷۳ء، ۱۱ محرم ۱۳۹۲ھ کو کراچی میں وفات پائی۔ آپ کے دو صاحبزادے الحاج شمس الضحیٰ خاں صاحب اور تصدق حسین کے علاوہ تمام اولاد امر وہ سے باہر آباد ہے۔

نمونہ کلام :-

فریب آگئیں امیدوں کی یہ طرزِ دل نشی تو بہ
 بجوم آرزو نے کس قدر گھیرا ہے عالم کو
 زخم آمادہ نفس کو موج بحرِ زندگی جانا
 نہ سمجھے موجِ رقصاں کثرتِ غفلت سے ہم دم کو
 سنبھلنا کیا سنبھالے بھی مریضِ غم نہیں لیتا
 وہ دیکھو آگیا دانتوں پسینہ ابنِ مریم کو
 غنفر سو گئے راہِ طلب میں پانوں نیا اٹھیں
 سنائی نا امیدئی نے کچھ ایسی داستاں ہم کو
 شاعر آگرہ ۱۹۳۳ء نومبر

حورِ جنت پہ جان دیتا ہے زاہدِ آخرِ بشر ہے کیا کہئے

☆

موت شاید اک سکونِ دائمی کا نام ہے کہہ رہا ہے اضطرابِ زیت ان کے تیر سے

☆

شبِ تاریکِ مرقد میں غنفر یہ اندھیرا ہے کہ مجھ کو اپنی شمعِ زندگانی یاد آتی ہے

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

آل احمد جمالی رضوی

آل احمد جمالی ابن مولوی سید محمد عرف بنے میاں رضوی ابن حضرت
 مولانا احمد حسن محدثِ امر وہی (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ساکن
 محلہ پیرزادہ، ولادت ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ اپنے والد اور مختلف اساتذہ سے تعلیم
 حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل، ادیب فاضل کی اسناد حاصل کیں۔
 عرصہ تک حیدرآباد میں بحیثیت مددگار مہتمم اوقاف کے عہدہ پر ملازم رہے۔ بعد
 میں کراچی ہجرت کی۔ ۱۹۷۳ مارچ ۱۹ء بمقام حیدرآباد (سندھ) وفات
 پائی۔ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب بھی تالیف کی تھی۔ شعری مجموعہ بھی مرتب
 کیا تھا۔ اولاد ذکور میں احمد سعید، محمد اکبر، محمد طارق اور سکندر ہیں۔

نمونہ کلام میں "دور مقصود" مطبوعہ ۱۹۳۱ء نمبر ۱۲۱ سے چند شعر منقبت
حضرت شاہ ابن بدر چشت سے ملاحظہ ہوں :

مے یلاتے ہی جو شیشہ میں اتارا جھکو
بدر چشتی وہی اک جام دو بارا جھکو
بدر کامل ہو تم ہی، مہر درخشاں ہو تم ہی
ہے سوا آپ کے کون آنکھوں کا تارا جھکو
روز اول کے کنایہ ہیں مجھے یاد اب تک
کیجئے پھر اسی طرح کا اشارا جھکو
ہچکیاں آتی ہیں کچھ دیر ٹھہر جا اے موت
دیکھ شاید شہ کرمان نے پکارا جھکو
ٹھان لی ہے کہ محبت میں فنا ہو جاؤں
اب نظر آتا نہیں کوئی گزارا جھکو
کس سے بہلائیے دل کس کی تمنا کیجئے
کوئی بھی تم سے زیادہ نہیں پیارا جھکو
لے کسی غیر کا احسان جمالی کی بلا
تم ہی زندہ کرو جب تم نے ہی مارا جھکو

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

مولوی حمید اللہ فہیم

مولوی حمید اللہ ابن مسیح اللہ صدیقی ساکن محلہ چلہ، ولادت ۱۸۹۳ء
میں حسن پور میں ہوئی۔ آپ حسن پور سے ۱۹۲۰ء میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر امروہہ
ٹاؤن اسکول میں تبادلہ ہو کر آئے اور محلہ چلہ میں ایک مکان خرید کر مستقل
سکونت اختیار کی۔ ابتداً حسن پور میں دینی مدرسہ میں عربی فارسی کی درسیات
پڑھیں بعد میں ٹڈل پاس کیا اور مختلف امتحانات بھی فرسٹ پوزیشن سے پاس
کیئے۔ اعلیٰ قابل کا امتحان یو. پی. میں فرسٹ پوزیشن سے پاس کیا۔ ہائی اسکول
کے بعد ایک ٹڈل اسکول میں ۱۹۳۸ء سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ذی استعداد
شخصیت کے مالک تھے۔ شاعری کا ذوق خداداد تھا۔ حسن پور کے معروف
شعراء میں سے تھے۔ فہیم تخلص تھا۔ کلام میں معرفت کا رنگ غالب ہے۔ نثر میں

بھی چند کتابیں لکھیں جس میں ہائی اسکول کے طلباء کے لئے ”معیار الانشا“ (حصہ اول، دوم، سوم) کے علاوہ اردو فارسی قواعد پر بھی ایک کتاب لکھی ایک کتاب مکالمہ کی صورت میں بچوں کے لئے بھی لکھی جو کافی مقبول ہوئی تھی۔ آپ کے صاحبزادے جناب انیس احمد صدیقی کی روایت کے مطابق ایک کتاب رموز تصوف پر ”آئینہ تصوف“ کے نام سے بھی لکھی تھی جس کا مسودہ ایک عالم صاحب کو بغرض اصلاح و مطالعہ دیا تھا۔ وہ ان صاحب نے غائب کر دیا اور بعد میں گجرات سے اپنے نام سے شائع کیا۔ اشاعت تعلیم سے خاص دل چسپی تھی۔ لال باغ مراد آباد میں ”حفظ الرحمن ادارہ تعلیم و تربیت قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔ ۱۹۵۳ء میں ریٹائر ہوئے اور ۱۹۷۲ء میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں چار فرزند مطیع احمد صدیقی (مرحوم)، رئیس احمد صدیقی (ریٹائرڈ پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج مظفر نگر) انیس احمد صاحب صدیقی (ریٹائرڈ پرنسپل مسلم ہیوٹ کالج مراد آباد) جناب نفیس احمد صاحب (ریٹائرڈ پرنسپل شری بھگت سنگھ کالج دہلی) ہیں۔ ان میں جناب ڈاکٹر نفیس احمد صاحب جو ایک اچھے ذی علم شخص ہیں آپ کے تین لڑکے ندیم احمد، نسیم احمد، نمیر احمد ہیں۔ جناب انیس احمد صدیقی صدر مہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ چلہ امروہہ ذی علم اور مدبر شخص ہیں۔ آجکل مدرسہ ہذا کی اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے چار فرزند جناب ڈاکٹر افتخار انیس، اقتدار انیس، انتصار انیس، ابصار انیس ہیں رئیس احمد صاحب کے صاحبزادے، ڈاکٹر وقار احمد صدیقی اور ڈاکٹر اقبال احمد صدیقی ہیں۔ نیز مطیع احمد صاحب کے ایک صاحبزادے منقاد احمد انجینئر تھے۔

نمونہ کلام :-

ہم یہ کیف غمزہٴ حُسن بھر دیکھا کئے آ کے جلوے دیدہٴ فطرت نگر دیکھا کئے

اک فریب جلوہ تنہا چشم بصیرت کے لئے
 اس حقیقت آشنا کی ہیں تبسم ریزیاں
 راز دارِ نورِ عرفاں کی جبین شوق میں
 واقفانِ رازِ الفت سے جو پوچھا ماجرا
 اک تماثائے نظر ہے یہ جہانِ رنگ و بو
 اُن رے بیتاب تماشا، کچھ تجھے بھی ہوش تھا
 اپنی شرم عصیاں کاری سے ہوئے وہ کامگار
 سب حقیقت فاش تھی اس عالمِ نیرنگ کی
 اے کلیم اللہ تم کیا طور پر دیکھا کئے
 جن کو ہم افلاک پر شمس و قمر دیکھا کئے
 مضطرب ہو ہو کے مجدے اپنا گھر دیکھا کئے
 ہنس کے میرا حوصلہ میرا جگر دیکھا کئے
 اس لئے تحقیر سے اہل نظر دیکھا کئے
 آ کے جب جلوے ترا ذوقِ نظر دیکھا کئے
 جوشِپ تارِ یک میں لطفِ سحر دیکھا کئے
 جب طلسمِ جلوہ اس کا باخبر دیکھا کئے

اس جہانِ معرفت میں جب کہ جا پونچا فہیم

دیدۂ حیرت نگر سے ہم سفر دیکھا کئے

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

کنور بہادر شعلہ

کنور بہادر سکینہ متخلص بہ شعلہ ولد رائے بہادر منشی عوض رائے ساکن
 محلہ منڈی چوب امروہہ۔ ڈاکٹر مہیندر بہادر ساجد امروہوی کی روایت کے
 مطابق آپ ہندوستان اردو اکیڈمی الہ آباد میں چیف ریڈر کے عہدہ پر فائز
 رہے تھے۔ شاعری میں منشی گیا پر شاد تا باں گوٹھ وی سے تلمذ تھا۔ رگھوپتی سہائے
 فراق گورکھپوری کے ہم زلف تھے۔ منشی منوہر صادق ابریلوی آپ کے خسر

۱۔ صادق اردو فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی منشی مرلی شام منوہر کا
 اسلام پراچھا مطالعہ تھا اور ”حافظ“ مشہور تھے۔

تھے۔ ۶ اگست ۱۹۷۴ء میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے؛
 دیارِ میکدہ سے ہم چلے تو جائیں گے لیکن ترے خم خانہ و شیشہ بڑی کی خیر ہو ساقی
 حد منزل سے پہلے دھند لکوں میں چھوڑ دینا ہی اگر ہے رہبری تو رہبری کی خیر ہو ساقی
 جنھیں آتا نہیں کرنا علاجِ زخمِ پہنانی دعا ہے ان بتانِ آزری کی خیر ہو ساقی



ماسٹر للتا پرشاد سیوک

ماسٹر للتا پرشاد سیوک خلف کنہیا لال ساکن محلہ چوک، ولادت ۱۹۰۷ء
 اردو، ہندی، انگریزی سنسکرت اور فارسی پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ نگر پالیکا
 کے پرائمری اسکول محلہ کالی پگڑی امر وہ میں استاد تھے۔ بعد میں جونیر ہائی
 اسکول محلہ چوک میں استاد رہے۔

سیوک ایک کثیر المطالعہ شخص تھے۔ اکثر مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کیا
 تھا۔ گیتا اور قرآن بطور خاص مطالعہ میں رکھتے تھے۔ آپسی بھید بھاؤ سے دور
 اور سماجی بھائی چارہ کے عملاً حامی تھے۔ ۱۹۷۴ء میں انتقال کیا۔ اولاد ذکور
 میں دو صاحبزادے شری مہادیر پرشاد اور رگھویر سرن ہیں۔ رگھویر سرن
 امر وہ ہندوانترکالج میں لکچرر تھے ریٹائرمنٹ کے بعد دہلی میں مقیم ہیں۔ ان
 کے ایک لڑکے اجیت گیتا ایک اچھے سائنسداں ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی بیت
 گیتا ہیں۔ مہادیر پرشاد جی کے چھ لڑکے شری دینیش گیتا (ڈائریکٹر منسٹری آف
 ڈیفینس) شری ستیش چندر گونل (ایڈوکیٹ تحصیل امر وہ وکالت کرتے ہیں)
 اور سہاش چندر گونل، ہریش چندر گونل، اودھیش چندر گونل اور راجو گونل



مولانا حبیب احمد افق کاظمی

ہیں۔ نمونہ کلام :-

ابتدائے عالم ہستی سے میں نے نوش تھا
 کر دیا باغِ جہاں سیراب اشکوں نے مرے
 لب پہ آیا ہے نہ سیوک کے کبھی نامِ خدا
 ہوش جب آیا تو دل میں غفلتوں کا جوش تھا
 ہجر کی شب گریہ پیہم کا اتنا جوش تھا
 ہوش تھا یادِ بتاں کا ورنہ وہ بے ہوش تھا

☆

خدا کے واسطے اتنا تو کہہ دو میرے قاتل سے
 کسی کا وعدہ دیدار ہی جھگڑے میں ڈالے گا
 مصیبت میں کسی کا کوئی بھی ساتھی نہیں ہوتا
 نبیاں قطرے میں دریا ہے خدا کی شان تو دیکھو
 قیامت ہے ترا آنکھیں چرانا اپنے بسمل سے
 مریض ہجر کا دم بھی جو نکلے گا تو مشکل سے
 شبِ فرقت میں غلامِ صبر بھی جاتا رہا دل سے
 نظر آتا ہے وہ خلاقِ عالم آنکھ کے تل سے
 کہ بیعت بادشاہ ہوتا ہے خود رویشِ کامل سے
 نہیں پایشِ فقیری، سلطنت کچھ چیزاے سیوک

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

حبیب احمد اقی کاظمی

مولوی حبیب احمد اقی کاظمی ابن حافظ یوسف علی، ساکن محلہ کنگوئی
 (از اولاد حضرت شاہ ضیف اللہ نقشبندی نمبر دئی) ولادت ۲۳ رمضان
 ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ مختلف اساتذہ کرام سے عربی و فارسی درسیات کی تحصیل کی
 اور منشی عبدالرحمن معجز رقم امروہوی سے خوشنویسی سیکھی۔ عربی فارسی ادبیات کا
 مطالعہ اچھا تھا اور ان زبانوں کے تکلم پر قدرت رکھتے تھے۔

شعر گوئی کے علاوہ نثر میں بھی کافی کلما۔ امروہہ سے تین ماہ نائے
 ”قائد“ ”مدرس“ اور ”شاعر“ نکالے۔ شاعر ادبی اور تاریخی اعتبار سے

بہت اہم پرچہ تھا۔ محمود احمد عباسی نے آپ کے پانچ دو اوین کے علاوہ ۱۲ تصانیف کا ذکر کیا ہے، جن میں بعض دوسری کتابوں کے تراجم اور تلخیصات ہیں۔

شاعری میں غریب سہارن پوری سے تلمذ تھا۔ کلام ہندوستان و پاکستان کے مختلف ادبی رسائل میں شائع ہوا ہے۔ غزل اور تاریخ گوئی میں اچھا ملکہ رکھتے تھے۔ اصلاحی نظمیوں بھی خوب لکھی ہیں تلامذہ کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا۔ ۱۸ اگست ۱۹۷۶ء میں ملتان میں وفات پائی۔ ایک فارسی غزل اور اردو کے چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں۔

بچشم از دروں آمد دل امید وار من کجائی ہاں کجائی اے فدایت جان زار من
کہ گاہے پائمال تو شود مشت غبار من بخاک کوئے تو زیں رہ فنام اے نگار من
کہ تسکین یابد از دیدار جان بے قرار من نیای چوں بہ بیداری بخوابم جلوہ دینما
خیال روئے تو در ہجر باشد غم گسار من مرا مونس نمی شاید مرا ہدم نمی باید
پریشاں شداتق از دور دروں روزگار من خدا معدوم سازد کشمکش ہائے زمانہ را

☆ بے دھڑک اغیار کی محفل میں تم جانے لگے
☆ کیا تم کرنے لگے کیا غضب ڈھانے لگے
بے خود کئے ہوئے تری الفت کا جوش تھا کچھ دین کی خبر تھی نہ دنیا کا ہوش تھا
اتا کہاں مجھے دم نظارہ ہوش تھا۔ سنتا شکستِ شیشہ دل کی صدا کو میں

☆ یہی مطلب ہے جو بھیجا ہے لفافہ خالی
☆ دل ہوا مری محبت سے تمہارا خالی
اچھے لوگوں سے نظر آتی ہے دنیا خالی اٹھ گئے ہائے زمانے سے اتق اہل کمال

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

معشوق علی ساحر عباسی

معشوق علی ساحر ابن صابر علی عباسی ساکن محلہ ملانہ (از اولاد مولانا رکن الدین عباسی) ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے میٹرک پاس کرنے کے بعد اینگلو عربک اسکول دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ دورانِ تعلیم ہی صحافت سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں روزنامہ ”انصاری“ دہلی کے مدیر رہے۔ ۱۹۴۸ء میں ترک وطن کر کے پاکستان چلے گئے۔ جہاں ”انجام“ کراچی سے وابستہ رہے۔ ایک ذاتی ماہنامہ ”ساہون“ نکالا۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ”بربط“ اور ہفتہ وار انگریزی اخبار ”پائیز“ (Pioneer) کے بھی مدیر رہے۔ نیز ”اربن اینڈ ایگریکلچر بنک“ کے ڈائریکٹر اور ”پاک عربین کوآپریٹو بنک“ کے میجنگ ڈائریکٹر رہے۔

پاکستان کے مقبول شاعر تھے۔ شعر گوئی میں منفرد انداز پایا تھا۔ محمد مہدی رئیس امروہوی کے شاگرد تھے۔ کلام ”ابر صحرا“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مارچ ۱۹۷۸ء میں وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

انہی جان و دل کے قریب تھے، انہی جان و دل سے گزر گئے	نکٹہ طلب پہ نہ کھل سکا وہ کدھر سے آئے کدھر گئے
نہ جنوں شوق بہل سکا جو شریکِ اہل جنوں ہوئے	نہ ملا فروغِ نظر کبھی جو قریبِ اہل نظر گئے
تری آرزو کی یہ برکتیں تری الجھن کی یہ رونقیں	جو اٹھے وہ آہ بلب اٹھے جو گئے بہ دیدہ تر گئے
یہ نیم صبح کی شوخیاں کہ بہار کی ہیں شرارتیں	جو پنے تھے تم نے مرے لئے وہ تمام پھول بکھر گئے
☆	
اے مرے ذوقِ وفا اتنا تو ہو	خود وہ قاتل کہہ اٹھے بسکے مجھے

حکیم صدیق احمد اختر صدیقی

دل کی خاطر اور میں ہوں بے قرار اُن سے کب پیارا ہے اپنا دل مجھے
میں تو ساحر بے نیاز بزم ہوں اوگ سمجھیں در خور محفل مجھے
جس کو سو سو طرح کہا ان سے اب بھی وہ بات اُن کہی ہی ہے
ہے مرا آپ سے تعلق یہ خبر عام ہو گئی ہے

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

حکیم صدیق احمد اختر صدیقی

مولانا حکیم صدیق احمد اختر ابن مولانا حکیم مختار احمد صدیقی ساکن محلہ
گھیر مناف (از اولاد شیخ محمد صالح برادر خرد شیخ ابوالمناف صدیقی) ولادت
۱۹۰۷ء ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ خلیفہ شمس الدین دانی سے درسیات فارسی کی
تحصیل کے بعد مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہہ میں مختلف اساتذہ سے
علوم متداولہ کی تحصیل کی اور کچھ عرصہ دارالعلوم چلہ میں بھی زیر تعلیم رہے۔
طب کی درسیات اپنے والد سے پڑھیں اور خداداد صلاحیتوں سے اس فن میں
کمال پیدا کیا۔ فن طب کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں بھی مہارت حاصل تھی۔
مثلاً! منطق، فلسفہ، علم ہیئت، ریاضی، علم کیمیا، ادب و معانی، حدیث و تفسیر،
اسماء الرجال اور شعر گوئی وغیرہ میں ایک خاص ملکہ اور امتیاز حاصل تھا۔ حکیم
صیانت اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ:

”آپ منطق و فلسفہ و ہیئت میں ایک امام کی حیثیت رکھتے
تھے۔ اور علم طب تو آپ کا روزمرہ تھا، آپ کی کھٹی میں

طب کے رموز و غوامض گھلے ہوئے تھے۔ طب کے مشکل
اور اہم مسائل اس انداز میں سمجھا دیا کرتے تھے جیسے یہ
کوئی مسئلہ ہی نہیں تھے۔“ ۱

اکثر اکا بر علماء آپ کے تجربہ علمی، ژرف نگاہی کے معترف تھے۔ فن طب
میں آپ کے تلامذہ کثیر تعداد میں ہیں۔ بریلی کے معروف طبیب تھے۔ مطب
میں بڑا مرجوعہ رہتا تھا۔ شعر گوئی میں بھی خوب دخل رکھتے تھے۔ مولانا شاہ
عبدالقادر رائے پوری سے شرف بیعت و خلافت حاصل تھا۔ ۶/۱۹۷۸ء کو
بریلی میں وفات پائی۔ وہیں تدفین ہوئی۔ اولاد ذکور میں چار صاحبزادے
یوسف اختر (ایم۔ اے فلسفہ نزیل پاکستان) اچھا ادبی ذوق رکھتے ہیں۔
دوسرے حکیم خورشید مراد بریلی کے نامور طبیب ہیں، تیسرے حکیم شاہد اصغر جمیل
بھی کامیاب طبیب ہیں چوتھے نصیر احمد صدیقی ایک سماجی کارکن اور میونسپل بورڈ
بریلی کے ممبر ہیں۔

نمونہ کلام :-

آج الجھ کر تیری زلفوں سے مراد دل آیا	کوچہ حُسن میں پا بند سلاسل آیا
بام پر شب کو جو وہ حور شمائل آیا	میں یہ سمجھا کہ فلک پر مہِ کامل آیا
ہم غریبوں کے لئے ہاتھ اٹھائے وہ بھلا	دو قدم تک نہ جنازے کے جو شامل آیا
ہاں مرے زخم جگر نے نہ کسی ہو پھبتی	آج مقتل سے جو جھینپا ہوا قاتل آیا
چشمِ ساقی کی نگاہوں کا اشارہ دیکھو	مختب کو بھی نشہ اب سرِ محفل آیا
رحم آئے نہ پس مرگ بھی جس کو اختر	کیسے بے درد کی زلفوں میں مراد دل آیا

۱ ”طبی آئینہ“ پندرہ روزہ ایڈیٹر الحاج حکیم صیانت اللہ صدیقی

مٹالال قیس و مٹا امر وہوی

ماسٹر مٹالال قیس و مٹا خلف بابورام ساکن محلہ منڈی چوب، پیدائش ۱۷ اپریل ۱۹۲۶ء میں ہوئی۔ آپ کے والد شری بابورام تحصیل امر وہ بہ میں پٹواری تھے۔ مٹالال قیس نے اردو نڈل پاس کرنے کے بعد پرائمری اسکول کٹرہ غلام علی میں مدرسہ اختیار کی۔ اور دوران ملازمت ہی ۲۶ اگست ۱۹۷۸ء کو انتقال کیا۔ امر وہ بہ کی اکثر ادبی نشستوں میں شریک ہوتے تھے۔ شاعری میں شبیر احمد خاں شبیر امر وہوی سے اصلاح لی۔ انھیں کے اثر سے مزاح میں بھی شعر کہتے تھے۔ اولاد ذکور میں تین بیٹے ماسٹر انل کمار، اشوک کمار سکینہ (منڈی دھنورہ میں پٹواری ہیں) اور مکیش کمار ہیں۔

نمونہ کلام :-

تیری ذات پاک پر جو آسرا رکھتا ہوں میں اپنی کشتی بے نیاز ناخدا رکھتا ہوں میں
 حال دل سکر میرا دشمن اڑاتے ہیں مذاق ایسی کیا حالت دل درد آسنا رکھتا ہوں میں
 اب تو دل دیکر تجھے چکر میں مٹا پڑ گیا جو کبھی کہتا تھا ہر ایک حوصلہ رکھتا ہوں میں!

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

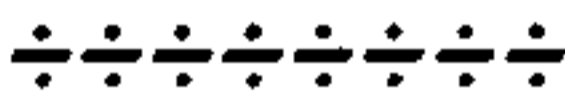
غشی اختر حسن اختر صدیقی

غشی اختر حسن اختر ابن وارث علی صدیقی ساکن گھیر مناف (از اولاد شیخ محمد ابراہیم برادر خرد شیخ ابوالمناف صدیقی) اردو فارسی اور انگریزی

انتخاب مشاعرہ عظیم اپریل ۱۹۳۹ء، از پبلک سرونٹ امر وہ بہ جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۶

زبانوں میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ دہلی اور ڈاسنہ میں کھاتہ نویس رہے۔
 غشی عبدالرب شکیب صدیقی کے برادر نسبتی تھے۔ شاعری میں عبدالرب شکیب
 اور فارسی ادبیات میں خلیفہ شمس الدین وائی سے تلمذ تھا، ملازمت سے سبکدوشی
 کے بعد محلہ شیخ زادگان (جھنڈا شہید) پر ایک مکان خرید کر سکونت اختیار کی۔
 ۱۲/۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء بروز جمعہ وفات پائی۔ اولاد میں چار صاحبزادیاں تھیں۔
 غزل کے چند شعر بطور نمونہ کلام یہ ہیں؛
 نمونہ کلام :-

یادِ بتاں نے محو کیا اس قدر مجھے دل کی خبر مجھے نہ جگر کی خبر مجھے
 اشکوں سے پوچھ لیتے ہیں وہ ماجرے دل کرتی ہے شرمسار مری چشم تر مجھے
 جلاذ کی نگاہِ عنایت سے شاد ہوں اچھا ملا ہے مرہم زخمِ جگر مجھے
 وحدت کے رنگ نے مجھے شرمسار کر دیا یکساں دکھائی دینے لگے خیر و شر مجھے



جگد لیش سرن پنت

جگد لیش سرن پنت ابن ساہونند کشور ساکن محلہ کڑہ غلام علی۔ ذی علم
 لوگوں میں سے تھے۔ نعت و منقبت اور غزل خوب کہتے تھے۔ بھجن بھی اچھے لکھتے
 تھے اور انھیں گاتے بھی خوب تھے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بھجن گاتے وقت
 ان پر بروجہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ماسٹر عبدالرؤف صاحب کے مکان
 پر ہر جمعہ کو نعتیہ محفل میں پابندی سے شرکت کرتے تھے۔ ڈاکٹر احمد حسین سیفی نے

راقم الحروف کو ان کی ایک نعت کے حسب ذیل دو شعر سنائے۔

بھنور میں ہے کشتی کنارہ ہے کوسوں میں ڈوبا میں ڈوبا بچا لے سنوریا
پتت کو بھی دیدار کی بھیک دے دو ہے پھیلائے غینوں کے پیالے سنوریا

غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کوئی لیلیٰ ادا کیونکر بچیرگا جذبہ دل سے
بڑھی ہے ناتوانی اس قدر یہ حال ہے اپنا
ہوئی رات آنے کو کسی صحرائے غربت میں
بھریگا گوہر مقصود سے دامن پتت تیرا

نگاہ شوق اٹھتے ہی اٹھیگا پردہ محمل سے
کہ نازک جسم والے بھی نظر آتے ہیں قاتل سے
کہ ہے نا آشنائے راہ کوسوں دور منزل سے
نظارہ کرشن کا ہوگا نہ مل جمنائے ساحل سے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

اظہار الحق سہیل عباسی

مولوی اظہار الحق عباسی ابن مولوی عبدالحق عباسی ساکن محلہ ملانا،
پیدائش ۱۳۱۳ھ ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے زیر نگرانی
امروہہ میں حاصل کی بعد میں دارالعلوم دیوبند اور مراد آباد وغیرہ سے درس
نظامی کی تکمیل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی سند حاصل کی۔ تعلیم سے
فراغت کے بعد اسلامیہ ہائی اسکول گجرانوالہ میں عربی اور دینیات کے استاد
رہے۔ اسی زمانہ میں وہاں کے ایک رسالہ ”معلم“ کے مدیر بھی رہے۔ اس
کے علاوہ بھی کئی عربی مدارس میں عربی و فارسی کے استاد کی حیثیت سے کام کیا۔
ترک ملازمت کے بعد گجرات میں ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا۔

ماخوذ از شعرستان صفحہ ۱۰ مرتبہ مختار احمد انپڑھ صدیقی

شاعری کا ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ شاعری میں مولوی عبدالقیوم شفق صدیقی سے تلمذ تھا۔ آپ نے اعجاز و سہیل دو تخلص اختیار کئے تھے۔ محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

”شعر سے طبعی مناسبت ہے عربی و فارسی و اردو میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ فارسی میں قدما کا رنگ اختیار کیا ہے۔ اردو میں اکثر کسی کی پیروی نہیں کرتے، بے ردیف و قافیہ بھی نظمیں لکھتے ہیں۔“

اولاد میں دو صاحب زادے سلمان احمد اور عبدالرحمن تھے۔ سلمان احمد کے پانچ لڑکے طلحہ عباسی، طہ عباسی، ذیشان عباسی، نعمان عباسی و عرفان عباسی ہیں۔ نمونہ کلام :-

نسیم نرم و نرمک می وزد از جانب دریا	عبیر آمیز و عنبر بیز و مشک انگیز و صندل سا
بہار آمد ہزار آمد بروق شا خسار آمد	ہوائے عطر بار آمد ز سمت غنچہ و گلہا
مشام جاں ز بوے آں شمیم روضہ رضواں	شریک حصہ غلماں سہیم قسمت حورا
زنکھتہائے ریحانی ز طلعتہائے کنعانی	زر حمت ہائے یزدانی چمن چوں جنت الماویٰ
گل داؤد و عباسی برنگ چشم شتاسی	مثال نور پیرا سی بہر جانب چمن آرا
برنگ روئے دل جوئے و خوش خوئے کج ابروے	بہ بوئے موئے گیسوے چمن چوں شاہد رعنا
بہر سو در بہار گل بگوش جاں فتد غلغل	چہ غلغل قلقل قلقل چہ قلقل قلقل مینا
عجائب نغمہا ہر سو بگوید فاختہ ”حق ہو“	گہے قمری کند ”کوکو“ گہے بلبل کشد نالہ
طیور اندر طرب آمد ترنم ہا بلب آمد	بہ مردم با عجب آمد زرنگ لالہ حمرہ
صدائے نغمہ پر جوش است و بلبل سخت مدہوش است	بجز سوسن کہ خاموش است بایں صد ہا زبانیہا
دگر یک سنبلیہ بینم کہ سری افگند پیہم	سوم حیرت ہی نگرم بچشم ز گس شہلا

تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۶۰، مولفہ محمود احمد عباسی

سکوت و غیرت و حیرت ازیں باعث کہ گم کردہ
 مجال وصف و دید و پائے بوسنی شہ بطحا ☆
 اے ہر دم ترقی ہے اے ہر دم تنزل ہے
 تمہارے حسن کو تشبیہ کیا دوں ماہِ کامل سے
 برنگ شمع میں روتا ہی آیا تیری محفل میں
 برنگ شمع میں روتا ہی اٹھا تیری محفل سے ☆
 ہمارے ہونٹ کیوں سیتے ہو اظہارِ تمنا پر
 سزا دو قلب مضطر کو خطا ہے قلب مضطر کی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

رفیق احمد درخشاں عباسی

رفیق احمد درخشاں عباسی ابن عبدالحکیم ساکن محلہ ملانا۔ پیدائش
 ۱۷ اگست ۱۸۷۳ء بسلسلہ ملازمت بہرام گھاٹ، چریاکوٹ اور لکھنؤ وغیرہ میں
 قیام رہا۔ دہلی آل انڈیا ریڈیو میں ۱۹۴۶ء تک بحیثیت اناؤنسر ملازم رہے۔
 یہیں سے آپ کا خاصہ نعتیہ کلام نشر ہوا۔ دو نعتیہ مجموعہ کلام ”حدیث ادب“
 (۱۹۵۶ء) اور ”عکس طور“ (۱۹۶۰ء) شائع ہوئے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء
 میں پیر کے دن وفات پائی۔ آپ نے اپنی ایک نعت کے مقطع میں کہا تھا۔
 ہے درخشاں کہ یہ حسرت کہے دنیا ساری ☆ تھا غلام ان کا جنازہ ہے اٹھا پیر کے دن
 نمونہ کلام:-

کریں گر کرم شہر یارِ مدینہ
 کرم کے تصدق عنایت کے قرباں
 تو پلکوں سے جھاڑوں غبارِ مدینہ
 یہاں بارشِ نور ہوتی ہے ہر دم
 رہوں رات دن میں نثارِ مدینہ
 ہے جنت سے بڑھ کر دیارِ مدینہ
 درخشاں بھی دیکھے بہارِ مدینہ
 نکل جائے حسرت الہی کبھی تو
 ☆

سارے عالم میں اجالا ہوا ہے پیر کے دن ملک میں پیدا ہوئے نور خدا پیر کے دن
مشق صادق تھا کسے کون تھا فدوی جان باز عقدہ یہ غار حرا میں ہے لکھا پیر کے دن

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

مولوی محمد عبادت کلیم نقوی

مولوی محمد عبادت متخلص بہ کلیم ابن مولوی اولاد حسن سلیم ساکن محلہ شفاعت پوتہ، ولادت ۷ فروری ۱۹۱۱ء م ۶ صفر ۱۳۲۹ھ میں ہوئی۔ امروہہ میں مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کے بعد لکھنؤ گئے جہاں مولانا مظاہر حسین اور مولوی احمد علی وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ عربی فارسی علوم پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ شیخانِ امروہہ کے امام الجمعہ والجماعت تھے۔ خاموش طبع اور حلیم مزاج، اپنے دور میں امروہہ میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ بعض عربی کتابوں کا اردو ترجمہ کیا مثلاً ”محقق صدرہ“ ”سراج الفقہ“ ”الاستفسار فی نجاست المشرکین و الکفار“ اس کے علاوہ بعض موضوعات پر مضامین بھی لکھے۔ فن شعر گوئی کا ذوق ورشہ میں پایا تھا۔ اس فن میں اپنے والد مولوی اولاد حسن سلیم کے شاگرد تھے۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو وفات پائی۔ آپ کے تین صاحبزادے ڈاکٹر محمد سیادت نقوی (صدر شعبہ اردو ہندو ڈگری کالج امروہہ، امام الجمعہ والجماعت) ڈاکٹر محمد شفاعت فہیم اور ڈاکٹر حسین اختر نقوی (لکچرار شعبہ عربی الہ آباد یونیورسٹی) ہیں۔

نمونہ کلام:-

پوچھتے ہیں وہ بار بار مزاج کیا ٹھکانا ہے اب غمِ دل کا
 آدمی وہ بھی آدمی ہے کوئی غم میں جو بتلا نہیں ہوتا
 بتلائے دردِ الفت کے لئے ہر الم ہر غم کی شدت ہے لذیذ
 عمر کم اور ذکرِ جاناں ہے طویل وقت تھوڑا اور حکایت ہے لذیذ
 کیونکہ ہے آپ کی وہ جلوہ گاہ اس لئے ذکرِ قیامت ہے لذیذ
 اے بارشِ رحمت میرے عصیاں کو گھٹاؤ ہاں ایک گھٹا ایک گھٹا اور
 انسان ہے وہی قول و عمل ایک ہوں جسکے انسان وہ کیا جس نے کہا اور کیا اور
 ہے طورِ دل سلامت وہ بجلیاں رانیں ہاں اور مسکرائیں ہاں اور مسکرائیں
 چلنے لگیں ہوائیں چھانے لگیں گھٹائیں رندو! ذرا سنبھل کر ساغر چھلک نہ جائیں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

وحید احمد عالی

الحاج مولوی منشی وحید احمد عالی ابن احمد بخش ساکن محلہ کترہ غلام علی
 پیدائش ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ گلبرگہ اور مراد آباد میں مدرس رہے۔ شعر گوئی میں
 منظور احمد افسر امروہوی کے شاگرد تھے۔ آپ کا خاصہ کلام ”لطف سخن“ حسن
 پور میں محفوظ ہے۔ ۱۹۸۰ء میں انتقال کیا۔

حکیم خورشید احمد آپ کے صاحبزادے محلہ نوبت خانہ میں ہومیو پیتھک کی

پر یکٹس کرتے ہیں۔

نمونہ کلام:-

اغیار کو وہ بزم سے ٹلنے نہیں دیتے ہے میری تمنا کہ نکلنے نہیں دیتے
وہ حال بھی سنتے نہیں عشاق کے دل کا حسرت بھی کوئی دل کی نکلنے نہیں دیتے
بچتا ہے جوان کے خم گیسو سے کوئی دل تو چاہ زخماں سے نکلنے نہیں دیتے

مصروفِ گریہ جب یہ دل مبتلا ہوا اے شورِ آہ و فغاں سے پاپا ہوا
آئی بہار جوشِ محبت سوا ہوا لو آج پھر جنوں سے مرا سلسلہ ہوا
جب تو ہی مجھ سے اے بتِ کافر خفا ہوا سارا جہان میرے لئے بے وفا ہوا
شہرت تمہارے حسن کی ہر سو اگر ہوئی چرچا مری وفاؤں کا بھی جا بجا
تابِ جمال یار نہ لائی مری نظر ہوش و حواس اڑ گئے جب سامنا ہوا

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

محمد یعقوب محشر

محمد یعقوب محشر ابن اللہ بخش ساکن محلہ احمد نگر، پیدائش جون ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ عربی فارسی اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں بمبئی چلے گئے جہاں آپ کے والد گوراپلٹن میں ٹھیکیدار تھے۔ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ ٹھیکیداری کرتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں والد کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح پورے کنبہ کی کفالت کی ذمہ داری محشر صاحب کے اوپر پڑی۔ محشر امر وہوی نے اپنے والد کے سایہ شفقت سے محروم ہونے کے بعد شاعری شروع کی۔ ابتدا میں محمد احمد ظریف سے اصلاح لی اس کے بعد نواب

سراج الدین سائل دہلوی (شاگرد داغ دہلوی) کے سامنے زانوے ادب طے کیا۔ محشر کی غزل گوئی کے بارے میں جناب عرفان عباسی لکھتے ہیں؛

”غزل ان کی محبوب صنف تھی شاداب و شگفتہ غزلیں کہتے تھے۔ ان کے کلام میں زبان و بیان کی دل کشی روانی، برجستگی، محاورات و الفاظ کی صحت، سادگی و دل آویزی کی خوبی کے ساتھ تغزل کی شان پوری توانائی کے ساتھ موجود ہے۔“

مجموعہ کلام ”عرفان حیات“ کے نام سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا اور ۱۹۸۲ء میں آپ نے وفات پائی۔

نمونہ کلام:-

نعت

وہ ناکام تمنا کس قدر رنجور ہوتا ہے
یہ حسرت ہے یہ عالم میں بھی دیکھوں اپنی آنکھوں سے
حوادث میں یہ عالم تھا محمدؐ کے غلاموں کا
چراغِ آرزو کی لو اگر مدہم نہ ہو محشر
غزل

اجل نزیک ہوتی ہے مدینہ دور ہوتا ہے
مدینے کے اندھیرے میں سنا ہے نور ہوتا ہے
کہ کشتی پار ہو جاتی ہے ساحل دور ہوتا ہے
نبیؐ کا نام لینے سے بھی گھر میں نور ہوتا ہے

کوئی مراد نہ پوری ہوئی غریبوں کی
ہر رشتہ حیات ترے حق میں توڑ دوں
تہمارے در کو بھی کعبہ بنا کے دیکھ لیا
یہ تو نہ ہوگا میں ترے دامن کو چھوڑ دوں
دل کے معاملات کروں عقل کے سپرد
اپنے معاملات مقدر پہ چھوڑ دوں

زاہد تجھے شرابِ محبت نہیں ملی لا میں ترے پیالے میں دامنِ نچوڑ دوں
اتنا ہے اب مجھے تری مرضی کا احترام اب تو کہے تو تیری محبت بھی چھوڑ دوں
محشر جنوں کے واسطے چھوڑا تھا عقل کو اب یہ خیال ہے کہ جنوں کو بھی چھوڑ دوں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

منشی رفیق احمد آسی

منشی رفیق احمد آسی ابن چھڈا ساکن بازار شفاعت پوتہ، اردو فارسی کے اچھے عالم تھے۔ منشی کا امتحان پاس کیا تھا۔ اپنے مکان میں ہی چھپائی کا کام کرتے تھے۔ نیک سیرت، پابند وضع اور قومی درد رکھنے والے شخص تھے۔ خواجہ معین الدین جعفری عرف بابو میاں لکھتے ہیں؛

”عالم جوانی میں احرار کے قائد کی حیثیت سے انقلاب کا خواب دیکھا تھا۔ اگرچہ آزادی کے ساتھ ساتھ احرار کا وجود بھی ختم ہو گیا۔ مگر مصرت آسی اپنے آخری دموں تک احراری جوان بنے رہے۔“

نعت و مناقب کے قادر الکلام شاعر اور بڑے زود گو تھے۔ شعر بہت سمجھکر کہتے تھے۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ، ۲۲ اپریل ۱۹۸۲ء میں وفات پائی اولاد ذکور میں تین فرزند خلیق احمد، نسیم احمد، جلال الدین ہیں۔

نمونہ کلام

کس ذاتِ گرامی کالب پر مرے نام آیا رحمت کی گھٹا چھائی قدرت کا سلام آیا

۱۔ ’غم آسی‘ مرتبہ رئیس احمد رئیس امر وہی

لاکھوں ہی سلام اس پر جس ذات کے صدقے میں قرآن کریم آیا، بخشش کا پیام آیا
اے کاش وہ فرمائیں آئی ہے کہاں آئے اور میں یہ کہوں آقا حاضر ہے غام آیا
منقبت بشان حضرت سیدنا صدیق اکبر

اللہ اللہ رفعت بے انتہا صدیق کی عشق محبوب خدا کا ہے ولا صدیق کی
ثانی الثمین اذ ہما فی الغار ذات قدسیہ والذین آمنو شانِ علا صدیق کی
کیونکہ ختم الانبیاء کے پیرو اعظم ہیں وہ اقتدا کرتے ہیں یوں سب رہنما صدیق کی
کبریا نے دیکھ کر اتقی الذی فرمادیا شان یہ ہے مومنوں کے پیشوا صدیق کی
تھے فرشتے فرش سے تاعرش کبل پوش سب دیکھ کر طرز سخا و اتقا صدیق کی
ذکر معراج نبی سنتے ہی صدقنا کہا عارفانہ شان دیکھو با صفا صدیق کی
بعد ختم الانبیاء سلطان دیں فخر ام فرد ہے عالم میں ذات عالیہ صدیق کی
بعد رحلت بھی در آغوش شہ کونین ہیں دیکھئے تو با وفائی با وفا صدیق کی

کوئی طاقت روک سکتی ہی نہیں آئی مجھے

مذہبی حق ہے مرادح و ثنا صدیق کی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

سید محمد میاں انظار رضوی

سید محمد میاں انظار رضوی ابن سردار علی ساکن محلہ چیر زادہ (از اولاد
حضرت شاہ ابن بدرچشت) ولادت ۱۸ جون ۱۹۱۱ء - تعلیم سے فراغت کے
بعد جے پور، سیتا پور، بمبئی اور احمد آباد وغیرہ میں محکمہ بندوبست میں ملازم
رہے۔ بمبئی کے دوران قیام مولانا نذیر احمد بخندی میرٹھی کی صحبت میں شعر و

شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ ابتدا انھیں سے کلام پر اصلاح لی۔ ان کے علاوہ بدر جاتی مراد آبادی اور نشی عزیز احمد عزیز امر وہی سے بھی اصلاح لی آپ ایک اچھے سیاسی رہنما تھے۔ امر وہہ کانگریس کمیٹی کے صدر اور جمعیتہ العلماء کے سرگرم کارکن رہے تھے اور ان دونوں جماعتوں کے اہم رکن بھی رہے۔ سیاسی بصیرت میں مشہور اور عمائدین شہر میں معروف تھے۔ ۱۹۵۷ء میں امر وہہ میونسپل بورڈ کے چیئرمین رہے۔ ہر آڑے وقت میں اہل امر وہہ کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ بلاشبہ آپ ایک بیدار مغز اور مخلص سیاسی رہنما تھے۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ، ۱۴ جولائی ۱۹۸۲ء میں وفات پائی۔ مختلف شعراء نے قطعات تاریخ وفات لکھے جس میں ڈاکٹر مغیث الدین فریدی (ساکن کانپور) اور علامہ شہباز امر وہی کے قطعات تاریخ حسب ذیل ہیں۔

ان کی ذات پاک تھی خلق نکو کا آئینہ	نیک سیرت، پاک باطن، پیکر صدق و صفا
عازم جنت ہوئے سب کو تڑپتا چھوڑ کر	ساری امر وہہ کی بستی بن گئی ماتم کا گھر
ان کے دم سے تھا نظام خانقاہ بدر چشت	سال رحلت ہے "سراج بارگاہ بدر چشت"

۱۴۰۲ھ

شہباز آہ آہ کہ چشم و چراغ شہر	یکتا ز عیم قوم و وطن ناگہاں ببرد
سال وفات درس ہجری نگاشتم	عاقل، خلیق، حاجی محمد میاں ببرد

۱۴۰۲ھ

اولاد ذکور میں ایک فرزند اسامہ رضوی ہیں۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "تذکرہ بدر چشت" اور در مقصود نمبر ۶۶ مطبوعہ ۱۹۸۲ء مؤلفہ و مرتبہ

جناب خورشید مصطفیٰ رضوی - نمونہ کلام

نعت

تم پہ قربان میری جان رسولِ عربیؐ
ہے تمنا دل بسکل میں بڑی مدت سے
رتبہ ایسا کہ گئے عرشِ معلیٰ پہ حضورؐ
آستانے پہ محمدؐ کے مری جاں نکلے
ہادیٰ دین اور ایمان رسولِ عربیؐ
دیکھوں یثرب کا گلستان رسولِ عربیؐ
تم پہ نازل ہوا قرآن رسولِ عربیؐ
ہے یہ انظار کا ارمان رسولِ عربیؐ

☆

قصہ دردم ان کو بنا بھی نہ سکوں
داغِ دل مہر کی صورت ہیں نمایاں ایسے
تیرے کوچہ کا پتہ خاکِ ملے کا جھکو
کیوں نہ جل جائیں دل و جاں و جہراے انظار
دانہائے دل رنجور دکھا بھی نہ سکوں
جو دکھا بھی نہ سکوں اور چھپا بھی نہ سکوں
نام لے بھی نہ سکوں نام بتا بھی نہ سکوں
طیش رنج و الم ہے کہ بجھا بھی نہ سکوں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

رام چرن لال احمق

رام چرن لال احمق ساکن محلہ کوٹ، ایک قومی درد رکھنے والے محب وطن تھے کانگریس کمیٹی سے تعلق تھا۔ جنگِ آزادی کے سلسلہ میں سرگرم تھے۔ قید و بند کی تکالیف بھی اٹھائیں۔ ۱۹۲۹ء اور ۳۰ء میں دو بار جیل بھی گئے۔ انگریزی اور اردو زبان میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ بڑے با اصول اور صحیح معنی میں محب وطن تھے آخر عمر میں آپ کے عزیز اور دوستوں نے کہا کہ اپنے کا غذات دکھا کر اپنی پینشن مقرر کرالو۔ آپ نے جواب دیا ” میں نے

تحریک آزادی میں اس لئے حصہ نہیں لیا تھا یا جیل اس لئے نہیں گیا تھا کہ سرکار سے پینشن لوں“ طبعاً ظرافت پسند تھے۔ اولاد میں چار لڑکے ڈاکٹر رگھونندن پرشاد (ہاپوڑ میں وید تھے) ماسٹر ہر سو روپ (میرٹھ میں ٹیچر تھے) شانتی سو روپ سنگھل اور منا تھے۔ اس گھرانے کا کوئی فرد اب امر وہہ میں نہیں ہے۔ احمق بھی اپنے بیٹے کے پاس ہاپوڑ چلے گئے تھے۔ وہیں انتقال کیا۔ ”در مقصود“ (مطبوعہ ۱۹۷۰ء) میں آپ کے یہ تین شعر درج ہیں۔

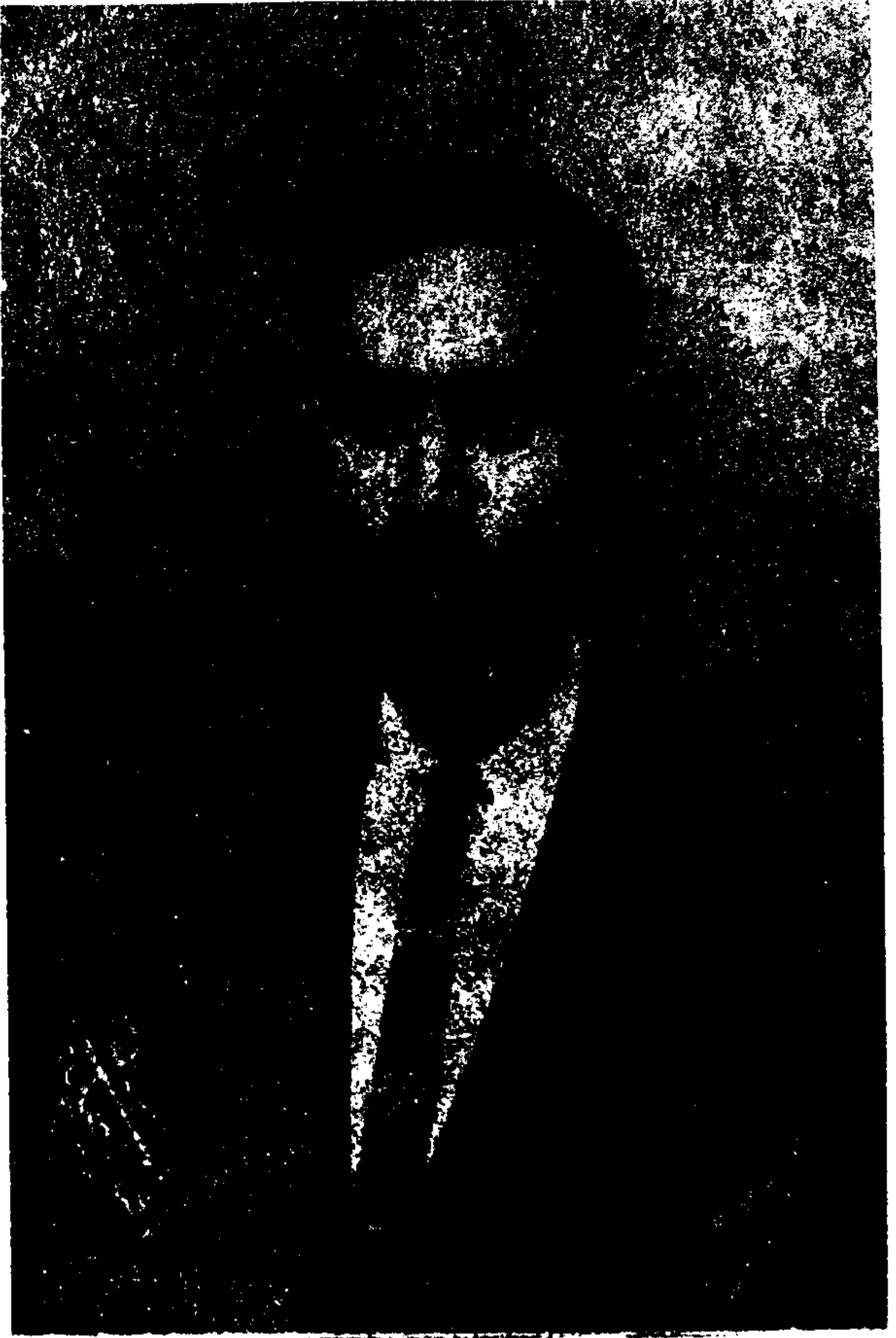
نمونہ کلام

بوقت امتحان بیٹھے رہے دیکے ہوئے گھر میں
 ہلا دیں ساری دنیا کو نیا سودا ہوا سر میں
 گرفتاری ہمارے دوستوں کی اک تماشا ہے
 پولس پنچی جو اس گھر میں تو جا دیکے وہ اس گھر میں
 مجھے افسوس ہے بنتی ہے پلک کس لئے احمق
 جو کالے ذبک ماریں پالے جاتے ہیں وہی گھر میں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

سراج الحق گلچیں

سراج الحق گلچیں ابن فضل الحق ساکن محلہ گھیر مناف (از اولاد حضرت شاہ عبدالحکیم) امر وہہ سے ٹڈل پاس کر کے لاہور چلے گئے تھے جہاں مولانا دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری سے عربی فارسی درسیات کی تحصیل کی نیز پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک اور غشی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ ذی علم اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ مولانا دیدار علی سے سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ شاعری کا اچھا مذاق رکھتے تھے۔ ابتداً خلیفہ شمس الدین وائی سے اصلاح لی بعد میں ابوالعجاز سیونی سیوہاروی سے تلمذ حاصل کیا۔ حاجی شیدا علی اپنے رسالہ



منظور احمد افسر امر وہی

”قطب الاقطاب“ صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں کہ:

”خوش فکر اور خوش اوقات عالم دین ہیں، شاعری میں

بھی ذوق ہے گلچیں تخلص فرماتے ہیں۔“

لاہور میں پوسٹ مین تھے۔ بعد میں لاہور پوسٹ آفس میں کلرک اور

آل پاکستان پوسٹل یونین کے جنرل سکرٹری رہے۔ لاہور میں ہی وفات

پائی۔ اولاد ذکور میں ایک صاحب زادے ضمیر الحق تھے۔ ایک مختصر مجموعہ کلام

موسوم بہ ”دیوان گلچیں“ شائع کیا تھا جس میں کل ۳۶ غزلیں ایک دعائیہ

اور ایک چار بیت نیز چار نظمیں شامل ہیں

نمونہ کلام

ساگئے وہ شب انتظار آنکھوں میں انھیں کی شکل پھری بار بار آنکھوں میں

دم آخر مجھے کیوں آئی ہچکے ابھی تک کیا کسی کو یاد ہوں میں

گلچیں سنبھال دل کوا لٹتے ہیں وہ نقاب کہہ تو گیا کہ جلوہ جاناں پسند ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

منظور احمد افسر امر وہوی

منظور احمد افسر صدیقی ابن شمس الدین ساکن محلہ چلہ ولادت

۹ ستمبر ۱۸۹۶ء م ۱۳۱۴ھ مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کی اور تدریس کا پیشہ

اختیار کیا ادبی ذوق خداداد پایا تھا۔ اردو فارسی ادبیات پر اچھی نظر تھی۔ شعر

گوئی کا ذوق عہد طفولیت ہی سے تھا۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے

تھے اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ابتداً فضل حسین سعید امر وہوی (تلمیذ مہدی

حسن ذکی مراد آبادی) اور بعد میں مضطر خیر آبادی سے اصلاح لی۔ ۱۹۲۳ء سے

۱۹۲۷ء تک شوق قدوائی سے بھی مشورہ سخن کیا۔ ۱۹۲۷ء میں کراچی گئے جہاں ایف نڈل اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے اور ۱۹۵۲ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۹۶۰ء سے انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے تاحیات وابستہ رہے۔ شاعری کے علاوہ آپ نے نثر میں بھی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ ہندو پاک کے مختلف ادبی و علمی رسائل میں آپ کے تحقیقی و علمی مضامین شائع ہوئے۔ آپ کا پہلا مجموعہ کلام ”برقی تخیل“ دوسرا ”رباعیات افسر“ ہے یہ دونوں امر وہ کے دوران قیام شائع ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں لغت ”ہادی الجمع“ ”تابش خیال“ (شعری مجموعہ) ”شباب تخیل“ (شعری مجموعہ) آٹھ جلدوں میں انجمن ترقی اردو کراچی کے مخطوطات کی فہرست۔ ایک تذکرہ ”تذکرہ عروس الافکار“ ”بیاض مرآئی“ ”مصحفی حیات: کلام“ ”تلامذہ مصحفی“ ”رنگ تغزل“ (غزلیات) نوشتہ بے مثال“ وغیرہ ہیں۔

۸ فروری ۱۹۸۳ء، ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ کو کراچی میں وفات پائی۔ اولاد نرینہ نہیں تھی۔ تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔
موتہ کلام:-

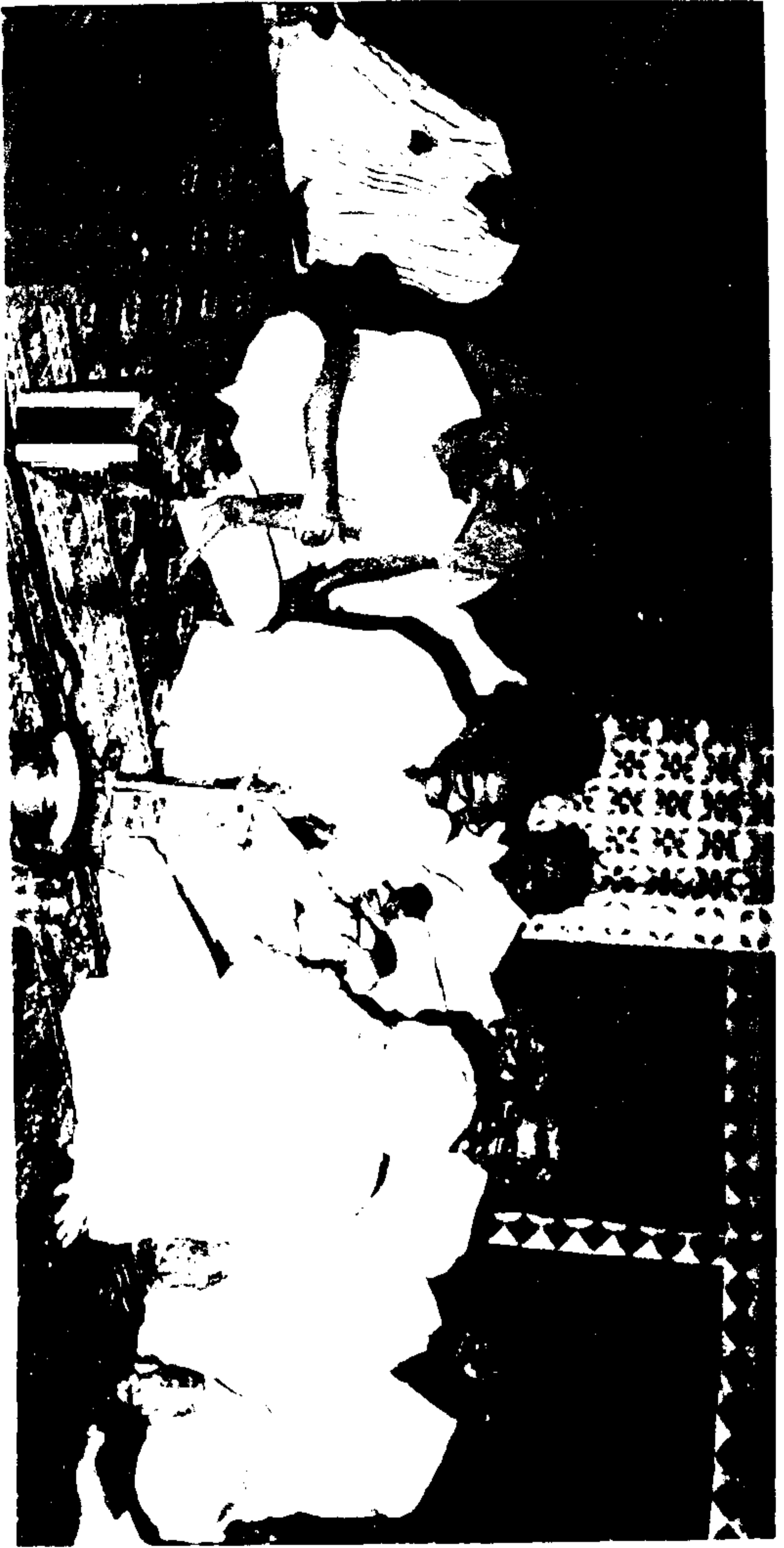
ہر عروسِ راحت افزائے چمن گل پوش بہت	بادۂ نلگوں بیار این وقت نوشا نوش بہت
تا بید اہل دل مشکل مال آرزو	تربت محروم الفت آئینہ بردوش بہت
اللہ اللہ احترام قربت کوئے وصال	کارواں آہستہ می آید جس خاموش بہت
نیست ارباب طلب رادولت فرخندگی	وائے بر حالیدہ در عالم تمنا کوش بہت
افس از سعی وفا حاصل شود خار الم	نوبہار زندگی گویا خزاں بردوش بہت
مردبا اضطراب شوق وصال	☆ کہ شلستند قید ہائے وجوہ

شاد باش اے دل وفا پرور یافتی زندگی غم آلود
 چیت ترکیب امتزاج افسر عشق محدود و حسن نام محدود
 ظالم نے یہ کہہ کر دل افسر کو بٹایا وہ شے نہ رہے جس سے ہوا مکانِ تمنا
 شکایت پر خفا کیوں ہو؟ محبت کا تقاضا ہے نہیں ہوتی شکایت تو محبت بھی نہیں ہوتی
 ہے بیاں رنج و درد کا افسر اب غزل کیا ہے نوحہ خوانی ہے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

ڈاکٹر عبدالاحد کوثر القادری

ڈاکٹر عبدالاحد کوثر القادری ابن ڈاکٹر آل احمد ساکن شاہ علی
 سرائے ولادت ۱۷ شوال ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء بروز اتوار بمقام میرٹھ
 ہوئی۔ ہو میو پیٹھی کے اچھے ڈاکٹر تھے، امر وہ میں عرصہ تک اس فن کے ذریعہ
 مخلوق خدا کی خدمت کی طبعاً ابا بالی قسم کے انسان تھے۔ سیاست میں مصروف
 رہتے تھے۔ اچھے وجیہہ و تشکیل تھے۔ آواز بہت اچھی تھی، آخر میں پاکستان
 ہجرت کی، زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ ۱۱/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ
 ۲۸/ اگست ۱۹۸۲ء کو منگل کے دن وفات پائی شعراے امر وہ میں
 استادانہ حیثیت کے حامل تھے۔ غزلیات کے علاوہ نعت و مناقب بھی خوب کہتے
 تھے۔ آپ کا کوئی مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا۔ اولاد پاکستان میں آباد ہے۔



سلطان احمد ملامہ شہباز مرحوم صاحب کی محفل میں کلام سناتے ہوئے

نمونہ کلام :-

نعت

جو قسمت سے پہنچوں گا باب حرم تک پڑ کر کہوں گا میں روضہ کی جاں
 الہی پھر آ جائے لال آمنہ کا پھر اک بار گونجے اذانِ بلالی
 تری اس گدائی کے قربان شاہی امیروں کے سلطانِ غریبوں کے والی
 وہاں کیا ز میں رشکِ خلدِ بریں ہے جہاں خاصِ خاصِ خلوتِ نشیں ہے
 کہ اے جگہ کے داتا زمانے کے والی مجھے بھیک دو میری جھولی ہے خالی
 پھر اک بار ہو دور فاروقِ اعظم پھر اک بار لہرائے پرچمِ ہلالی
 کہ مختار کونین اور گھر میں فاتحہ شہنشاہِ عالم نگر پیٹ خالی
 وہاں اے صابیر کی جانب سے لے جا سنا مومن کے تھے درودوں کی ذالی
 چکتی ہیں صلی علی کہہ کے کلیں بھتی ہے مستی میں ہر ذالی ذالی
 یہ کون آج تو پیغامِ بہاراں لئے ساتھ آتا ہے سوئے گلستاں

☆

اب اس کا ہے فیصلہ تمہیں پر کہو تم اسکو نظر کا دھوکہ
 یہ رنگ دیو کا نگار خانہ نگاہِ حسرتِ نگر کا دھوکہ
 نہ پوچھ اے امِ نشیں یہ مجھ سے طلسمِ ہستی کا راز کیا ہے
 ابھی تو تاروں میں روشنی ہے ابھی سے کیوں جو تیرگی ہے
 تمہاری جلوہ نمائی پر ہے طلوعِ شمس و قمر کا دھوکہ
 ہر اک رنگِ مجاز میں ہے حقیقتِ منتظر کا دھوکہ
 فروغِ خورشیدِ ماہِ دانجم یہ سب کا سب ہے نظر کا دھوکہ
 ابھی تو آغازِ شب ہے کوڑا ابھی سے بچھلے پیر کا دھوکہ

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

سلطان احمد شہباز صدیقی

سلطان احمد شہباز و مسلم صدیقی ابن ظریف احمد ساکن محلہ چاہ غوری
 ولادت ۲۳ جنوری ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔ عربی، فارسی علوم کی تحصیل کے بعد
 انگریزی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں میٹرک پاس کیا، ۱۶ سال تک جگدیش
 سرن ہندو انٹر کالج امر وہہ میں بحیثیت استاد تعلیمی خدمات انجام
 دیں۔ ۱۹۳۵ء میں بصارت ظاہری سے محروم ہو جانے کی وجہ سے ہندو کالج کی
 ملازمت سے دستکش ہو گئے اور آخر عمر تک دارالعلوم چلہ امر وہہ میں فارسی

ادبیات کے استاد رہے۔ فارسی کے مسلم الثبوت استاد تھے بصارت سے معذوری ماوجود فارسی کتب با تکلف پڑھتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی فارسی ادبیات میں آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا ہے۔ یکم جون ۱۹۸۵ء ۱۲م رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بروز ہفتہ آپ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

شہباز صاحب ایک قادر الکلام شاعر تھے شاعری کی ہر صنف میں آپ نے طبع آزمائی کی اولاً سنجیدہ کلام کہتے تھے بعد میں مزاح کی طرف میان ہوا۔ سید علی سید امروہوی ثم کراچوی سے ایک گفتگو میں خود فرماتے ہیں

”دس سال کی عمر میں شعر گوئی کا آغاز کیا، میں ابتداء میں سنجیدہ کلام کہتا تھا لیکن ۱۹۵۵ء میں قیام بمبئی کے دوران سلطان احمد مسلم کی جگہ تخلص شہباز اختیار کیا اور اپنا مخصوص رنگ طنز و مزاح قرار دیا“۔

شہباز صاحب نعت و منقبت، غزل و نظم نیز طنز و مزاح میں ایک ممتاز و منفرد مقام رکھتے تھے زبان و بیان پر قدرت کے ساتھ فن شاعری پر اچھی نظر رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت اور فن سے متعلق تین کتابیں ”آئینہ شہباز“ (امروہہ)، ”آئینہ شہباز (پاکستان)“، ”شہباز فن اور شخصیت“ مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الرحمن صدیقی شائع ہو چکی ہیں۔

نمونہ کلام :-

نعت احمد کے رقم کا مجھے مقدور نہیں شاہِ لولاک ہیں وہ قیصر و فنفور نہیں
خویش و درویش میں تفریق رکھی جائے روا محفل احمد مرسل میں یہ دستور نہیں

مجموعہ کلام بعنوان ط ظ صفحہ ۴

۱

نہیں دستور وہ ان کا جو بدستور نہیں
دست سرمایہ سے خستہ سر مزدور نہیں
میرا مقصود کبھی دید زخ حور نہیں
درا حمد پہ نہیں کہنے کا دستور نہیں

☆ تیری ذات قدسیہ خیر البشر ہے بالیقین
واقعی تو ہے ابوالآباء کافرزند مہیں
تو ہے گلزار رسالت کی بہارِ آخریں
تو ریاض کن فکاں کا ہے نہالِ اولیں
ذات تیری باعث تحقیق افلاک و زمیں
احسن تقویم کی تفسیر بے مثل و حسیں
ہے محرم نور سے تیرا خمیر مسک طین
جس کی ضو سے مطلع انوار ہے روے زمیں
جس کا نقش پا ہے اکلیل سر عرش بریں
مطلع انوار یزداں ہے تری لوح جبیں
تو ہے میدان قیامت میں شفیع المذنبین
غاشیہ بردار تیرے صاحب تاج و نگین
جالیاں روضہ کی تیرے دیدہ حوران نہیں
(مخمل نعت صفحہ ۲۱ ص ۱۹۹ء)

☆ کہ منزل پر پہنچ رہی پلٹ آتا ہوں منزل سے
وہ چونک اٹھیں گے آواز شکستہ شیشہ دل سے

دین احمد کی ہے آئین الہی پہ اساس
ان کے آئین میں محنت نہیں ثروت سے زبوں
ذوں دیدار میں ان کے ہے مجھے شوق بہشت
ہر سوالی کے لئے ہاں ہے وہاں اسے شہباز

☆ اے رسول ہاشمی اے رحمت اللعلمین
تیرا ہمسر کوئی بھی ابنائے آدم میں نہیں
بعد تیرے اس جہاں میں کوئی پیغمبر نہیں
عالم ارواح میں تجھ سے کوئی سابق نہیں
تیری ہستی موجب تکوین آثارِ زماں
تیری صورت خامہ قدرت کا نقش لا عدیل
ہر کثافت سے منزہ ہے ترا جسم لطیف
تو ہے وہ نجم الہدیٰ بدر الدجی، شمس الضحیٰ
تو ہے خیر الوری، تاج السماء، صدر العلماء
تیرا قلب پاک ہے آئینہ اسرارِ حق
تو ہے ایوان نبوت میں زعیم الانبیاء
سائل دربار تیرے مالکِ طبل و علم
خاک تیرے آستان کی کھل مازغ البصر

☆ بندھی ہے دشت پیائی کچھ ایسی دامن دل سے
ذرا سنبھلے ہوئے اے ہچکیوں کیا قہر کرتی ہو

نش مل جائے گا تجھ کو اسی کھوئے ہوئے دل سے
عدم آباد کا رستہ کٹا شمشیر قاتل سے
تلمذ ہے اسے میرا لقب استاد کامل سے

تراث بت قدم رہنا ہے شرط اے ڈھونڈنے والے
بزا دشوار تھا منزل کا طے کرنا مگر اے دل
نہ چمکے آسمان شاعری پر کس لئے مسلم
طنز و مزاح

ورنہ یہ ترا معجزہ فکر و نظر کیا
جو دولت قاروں نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

شہباز کسی رتبہ عالی پہ ہو فائز
افلاس میں چھپ جاتے میں فنکار کے جوہر

☆ قلب صحرا میں بگولہ اور ہے
☆ سانی ناز مولہ اور ہے

خاک اردو کی اڑانے کے لئے
ہو چھلیں غالب بلائیں سب تمام

☆ ہر جنس یہاں کی آنی جانی دیکھی
☆ جو آ کے نہ جائے وہ گرانی دیکھی

منڈی بھی عجیب جائے فانی دیکھی
جو جا کے نہیں آئے وہ مندا دیکھا

☆ معلوم ہو رہا تھا کوئی غوث یا رشی
☆ آنکھوں میں اشک بھر کے کہ بے سفارشی

بیمار اک پڑا تھا در اسپتال پر
پوچھا جو میں نے آپ کو لاحق ہے کیا مرض

☆ مجھ جیسے پارسا کو حوالات ہو گئی
☆ معلوم مجھ کو چوری کی ہر گھمات ہو گئی

احباب کو یہ غم ہے کہ سرقہ کے جرم میں
لیکن میں شاداں ہوں کہ شہباز مفت میں

☆ کچھ اہل فن سے میری ملاقات ہو گئی
☆ ہر شے جو میرے پاس تھی پر ہول بن گئی

یعنی وہاں پہنچ کے بہ فیضان کو تو ال
میں بے گناہ پہنچا جو تھانے میں ہو کے قید

☆ جھولے سے میرے نکلی تو پستول بن گئی
☆ بچے اوہام میں ہے آن اک صید زبوں

شہباز حد تو یہ ہے کہ نوٹی سی ایک نارنج
مرد مومن جو کبھی تو حید کا فرزند تھا

ذکر و فکر و شغل و ورد و عشق و طاعت کے بجائے ٹوٹکا، ٹونا، چڑھاوا، زانچہ، فال و شگون

☆

عید کی ہو مجھے مسرت کیا جب میسر آسی کی دید نہیں
ہے اگر سب کے گھر میں عید تو ہو میرے گھر میں تو میری عید نہیں

÷÷÷÷÷

حکیم محمد احمد اثر عباسی

حکیم محمد احمد اثر عباسی ابن حکیم محمد اسماعیل ساکن محلہ چلہ، پیدائش تقریباً ۱۹۲۱ء، امر وہ کے نامور، ذی علم اور حاذق اطباء میں سے تھے۔ عربی، فارسی ادبیات اور تکلم پر کامل دسترس تھی مولانا انوار الحق صدیقی ساکن محلہ چلہ، مولانا عبدالودود صدیقی اور مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ طب کی تمام و کمال تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ الہ آباد بورڈ سے فاضل طب کی سند حاصل کی۔ بیس سال کی عمر سے مطب شروع کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس فن میں کمال پیدا کیا۔ اکثر ذی علم اطباء ان کی حذاقت اور طبی صلاحیتوں کو مانتے تھے۔

مطب کے ساتھ درس و تدریس سے بھی شغف تھا اکثر تشنگانِ علم طب کو فیض یاب کیا طب کی منتہی کتابیں بلا تکلف پڑھاتے تھے۔ شعر گوئی میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے کلام میں استادانہ رنگ نمایاں ہے۔ غزلیات کا ایک مختصر مجموعہ ”رودادِ شوق“ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ ۲۳ جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعرات وفات پائی۔ صاحبزادگان میں چار فرزند حکیم حامد سعید

(بی۔ آئی۔ ایم۔ ایس ہمدرد طبیہ کالج، دہلی)، احمد سعید، محمد سعید اور عمر سعید
ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہوں :

دنیاے تصور کی اللہ رے رعنائی ہنگاٹے کا ہنگامہ تنہائی کی تنہائی
آواز سلاسل سے مانوس نہ ہو جاؤں یہ سوچ کے ظالم نے زنجیر نہ پہنائی
☆
ہم کو گزارنا پڑی ایسی سیاہ رات بھی شمع ہوا سے بجھ گئی چاند بھی گھر سے دور تھا
اس درد و غم کی کلفت پیہم کے ماسوا سنتے ہیں زندگی کا کوئی نام اور ہے
☆
تمہارے وعدہ فردا کو ہم تو سچ سمجھتے ہیں زمانے کا گماں یہ ہے کہ تم نے بات ٹالی ہے
☆
ذوق طلب کو آبلہ پائی کا ڈر نہیں منزل ہے دو قدم جو ارادہ جواں رہے
اپنے عارض سے ہٹاؤ نہ ابھی تم کیسو ایک مرکز پہ بہم شام و سحر دیکھ تو لوں
میں بھی کر لوں گا اثر بادہ کشی سے توبہ پہلے بدلی ہوئی ساقی کی نظر دیکھ تو لوں

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

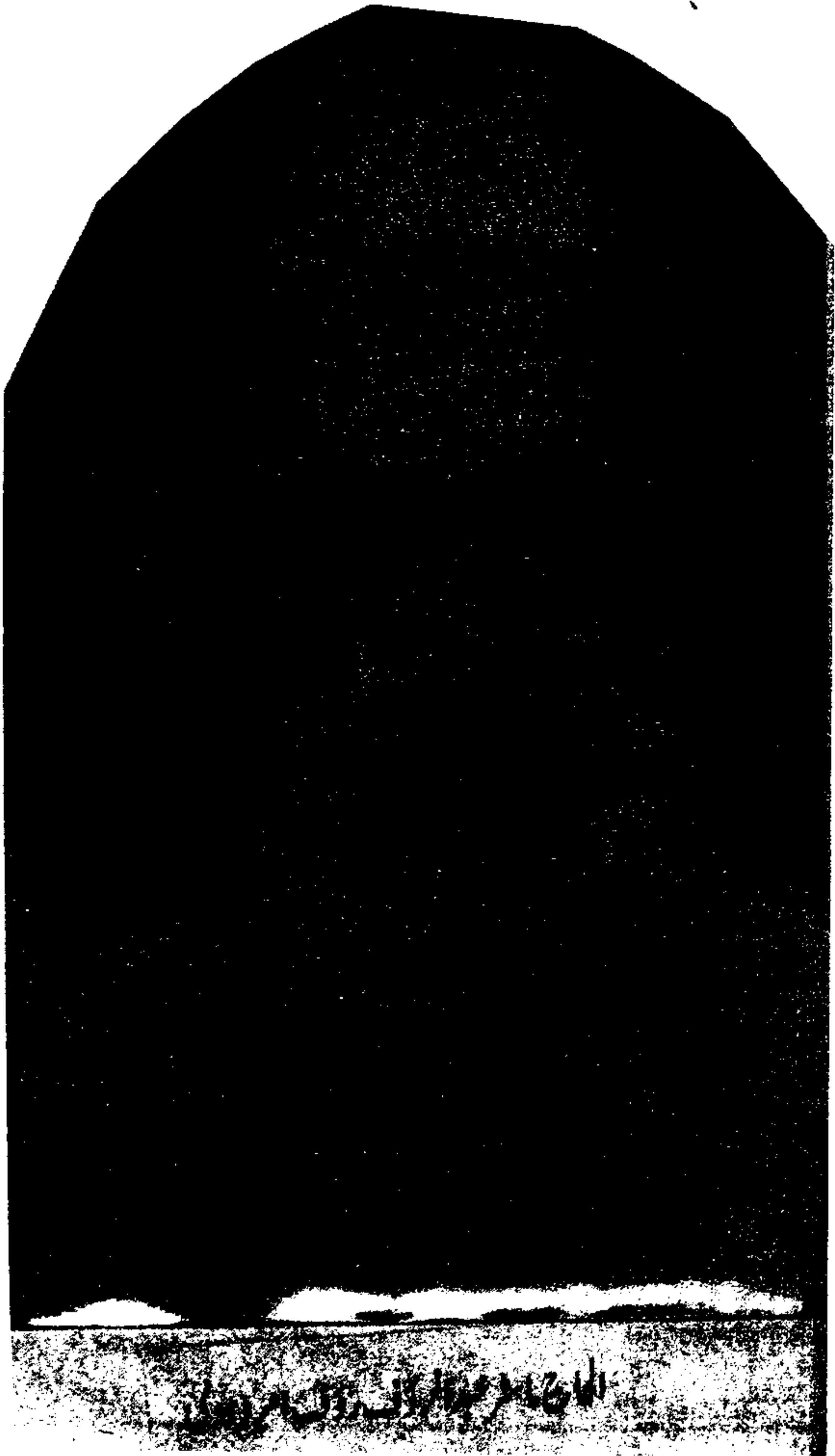
بابو پیارے لال پیارے

بابو پیارے لال پیارے مہیشوری خلف شری خیراتی لال پیدائش
۶ نومبر ۱۹۰۹ء ساکن محلہ شاہ علی سرائے، امر وہ کے معروف و کلا، میں تے
تھے۔ آپ کے بڑے بھائی شری نانک چند امر وہ میونسپل بورڈ کے چیرمین رہے
تھے۔ محمود احمد عباسی کا بیان ہے کہ :

'' لالہ نانک چند میونسپل کمشنران میں نامور ہیں ''

تاریخ امر وہ

۱



بابو پیارے لال پیارے اچھا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ امروہہ کے اکثر ادبی پروگراموں میں شریک ہوتے اور کلام پڑھتے تھے۔ شاعری میں منشی عبدالرحمن خاں راز امروہوی کے شاگرد تھے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کا کلام ضائع ہو گیا ”در مقصود“ میں کچھ کلام محفوظ ہے۔ اولاد میں ایک فرزند سہاش چند مہیشوری ہیں جن کے بیٹے راہل ہیں۔
نمونہ کلام :-

میں شیدا ہوں تمہارا بدر چشتیؒ دکھا دو روئے زیبا بدر چشتیؒ
ہجوم اہل دل رہتا ہے جس پر وہ روضہ ہے تمہارا بدر چشتیؒ
غم ایام سے تنگ آ گیا ہوں ادھر بھی اک اشارا بدر چشتیؒ
بتاؤ اب کہاں جائے یہ پیارے نہیں کوئی سہارا بدر چشتیؒ !

÷÷÷÷÷÷÷÷÷

ماسٹر عبدالرؤف رؤف

الحاج حافظ ماسٹر عبدالرؤف رؤف ابن مرزا شفیع اللہ بیگ ساکن محلہ
صدو، ولادت ۱۸۹۴ء۔ آپ کے اجداد میں مولوی مکھو نامور علماء اور صلحاء
وقت میں سے تھے مولوی آل حسن خشتی لکھتے ہیں

”مولوی مکھو کہ از علمائے روزگار وصلحائے نامدار بودہ“ ۲

مولوی مکھو بیگ کے دو صاحبزادے مولوی حکیم عظیم اللہ و مولوی رحیم
اللہ تھے۔ عظیم اللہ صاحب ذی استعداد عالم اور حاذق طبیب تھے ان کے

۱ در مقصود شمارہ ۲۵، ۱۹۲۲ء، رذی الحجہ ۱۳۶۰ھ ۲ نخبۃ التوارخ

بارے میں صاحبِ نخبہ کا بیان ہے کہ:

”مولوی عظیم اللہ بیگ بن مولوی مکھو تشریح

ابدان و معالجات جراحات یگانہ روزگار بود و مرتبہ عظیم

یافت و طبیبے بود نیک تشخیص و بے طمع و عالی طبع“^۱

یعنی مولوی عظیم اللہ بیگ بن مولوی مکھو تشریح ابدان اور سرجری میں

یگانہ روزگار تھے اور (اس میں) بڑا مرتبہ پایا۔ اچھی تشخیص تھی بی طمع اور عالی

طبع طبیب تھے۔ انھیں کے نبیرہ گان میں مرزا عبدالرؤف صاحب امروہہ کے

نامور شعراء میں سے تھے۔ حفظ قرآن اور تعلیم سے فراغت کے بعد امام

المدارس امروہہ میں ۱۹۲۰ء سے ملازمت کا آغاز کیا اور ۱۹۵۹ء رٹائر

ہوئے۔

ذوق شعری عہد طفولیت ہی سے تھا نعت و منقبت اور غزل کے اچھے شاعر

تھے نعت گوئی میں بڑا کمال رکھتے تھے پروفیسر نثار احمد فاروقی ان کی شاعری پر

تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”انھیں شعر گوئی کا ذوق بھی خدا داد ملا تھا مگر ایام جوانی

میں بھی اسے عشقیہ جذبات اور گل و بلبل کے فرسودہ

مضامین تک محدود نہ رکھا بلکہ اپنے بے پناہ جذبہ محبت

رسول ﷺ کے اظہار کا وسیلہ بنا لیا، غزلیں کبھی کبھار

فرمائی کہ لیا کرتے تھے ورنہ ان کا اصلی ذوق نعت و

منقبت ہی کا تھا اور وہیں ان کے جوہر کھلتے تھے ان کی

۱۔ نخبہ التواریخ مولفہ مولانا آل حسن نخشی صفحہ ۱۰۳

عاشقانہ شاعری بھی کم ارز نہیں ہے“ ۱۔

شاعری میں حبیب احمد اقلق کاظمی سے تلمذ تھا آخر عمر میں غزل گوئی سے ترک کر دی تھی۔ نعت و مناقب اور غزلیات کے تین مجموعہ ہائے کلام حسب ذیل عنوانات سے شائع ہوئے (۱) لکھنؤ: محامد (مطبوعہ ۱۹۳۹ء) (۲) گلرنگ تخیل (مطبوعہ ۱۹۴۰ء) (۳) کوثر رحمت (مطبوعہ ۱۹۷۶ء) (اشاعت دوم) نیز ایک کتاب نثر میں ”اپنی زباں سے میں“ خودنوشت سوانح ہے۔ تقریباً ۹۲ سال کی طویل عمر پا کر ۱۶ دسمبر ۱۹۸۶ء میں وفات پائی۔

نمونہ کلام :-

﴿ نعت ﴾

تم انیس بے کس و بے نوا، میں اسیر دام بلائی
میرے پاس کوئی عمل نہیں، کسی معصیت کا بدل نہیں
اگر آپ سے نہ کروں بیاں، تو سناؤں کس کو یہ داستاں
میرے سر پہے پارگنہ ہے، میں ضعیف دور کی راہ ہے
میری عمر ختم ہوئی مگر، شب ہجر کی نہ ہوئی سحر
کسی دن جواب سلام سے، کسی روز لطف کلام سے
سوئے طیبہ ہو جو گذر صبا، تو ادب سے لڑنا یہ التجا

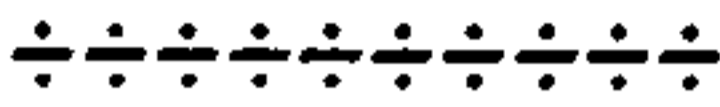
ذرا سن لو میری بھی التجا، ہوں تمہارے در کا گدا نبی
فقط اپنے لطف سے کیجئے مرے درد دل کی دوا نبی
سر حشر آپ کی ذات ہی، ہے شفیق روز جزا نبی
ذرا دست لطف بڑھائیے، میں رانی میں رانی
کبھی ہو کے سامنے جلوہ گر، مرا حال دل نہ سنا نبی
کبھی اپنے وصل کے جام سے، مجھے شاد بیجئے یہ نبی
کہ روف ہجر میں مر مٹا، ہو نگاہ اطف : رانی

☆

جو پوچھا دل میں الفت کیوں مری جان جہاں رکھدی
غضب ہے مجھ سے دل سی چیز لیکر آپ کھو بیٹھے
جبین شوق کے سجدے وہیں ہونے لگے لاکھوں

تو بولے یہ پریشانی جہاں کی تھی وہاں رکھدی
کہ تر رکھدی شے جانی کہ تر رکھدی کہاں رکھدی
ذرا سی خاک ان کے آستانے کی جہاں رکھدی

مرے مکتوب کے ہوں کاش ایسے بولتے فقرے یہ ظاہر ہو کہ گویا کاٹ کر میں نے زباں رکھدی
 کسی بیمار کو تسکین کسی بیمار کو صحت مریض ہجر کے حصہ میں مرگ ناگہاں رکھدی
 نکالی جان کس انداز سے قاتل نے رک رک کر جہاں دل میں تڑپ دیکھی وہیں نوک سناں رکھدی
 یہ تو نے کیا غضب ڈھایا برا ہو باغباں تیرا نفس کے سامنے ہی لا کے خاک آٹیاں رکھدی
 روف اس فتنہ گر کے عشق میں کیا حال کر ڈالا ملا کر خاک میں عزت نصیب دشمنوں رکھدی



قائم رضا نسیم نقوی

مولوی قائم رضا قائم و نسیم امر وہوی ابن بر جیس حسن بر جیس ابن
 مولوی جواد حسن نسیم ساکن محلہ دانشندان (از اولاد سید اشرف دانشمند)
 ولادت ۲۷ / رجب ۱۳۲۶ھ / ۲۴ / اگست ۱۹۰۸ء میں ہوئی، الہ آباد بورڈ
 سے منشی / منشی کابل / مولوی (۱۹۲۳ء) عالم (۱۹۲۶ء) فاضل ادب، فاضل
 فقہ نیز نورالافاضل (درس نظامی) وغیرہ کی اسناد حاصل کیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد درس تدریس کا شغل اختیار کیا امر وہ
 میرٹھ، لکھنؤ، رامپور، خیرپور (سندھ) کراچی وغیرہ میں بحیثیت مدرس تدریسی
 خدمات انجام دیں۔ نسیم امر وہوی نے نظم و نثر دونوں میدانوں میں نمایاں کام
 کیے وہ جہاں ایک قادر الکلام شاعر تھے وہیں انھوں نے نثر میں بھی اچھا کام کیا
 لغت نویسی کے میدان میں انکا ایک یادگار کارنامہ ”نسیم اللغات“ ہے۔ خیر
 پور سندھ (پاکستان) سے ایک سہ روزہ اخبار بھی جاری کیا تھا جو اردو اور

حیات حاذق صفحہ ۲۳ مرتبہ حکیم محمد مشکور علی خاں واثق امر وہوی

سندھی دونوں زبانوں میں تھا یہ اخبار ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء تک نکلا۔
 ۱۵ مئی ۱۹۵۰ء میں پاکستان ہجرت کی اور وہیں ۲۸ فروری ۱۹۸۷ء
 م ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔
 نسیم ایک بہترین مرثیہ گو تھے ان کے مرثیوں میں اصلاح معاشرہ اور قومی
 درد کا پہلو بہت نمایاں رہتا تھا، مسلمانوں میں رائج غلط رسم و رواج کے وہ سخت
 خلاف تھے ان کے مختلف مرثیوں سے چند بند بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہوں۔
 رسوم باطلہ کی مذمت میں کہتے ہیں:

وہ ذی خرد جو دکھاتے ہیں راہ آزادی خلاف عقل ہوئے ہیں رسوم کے عادی
 رچاتے ہیں کسی دل بند کی اگر شادی تو گھر لٹاتے ہیں بروقت خانہ بربادی
 ادا رسوم جہالت تمام کرتے ہیں
 خدا کے حکم میں شامل حرام کرتے ہیں

☆

اگر ہے بیاہ پسر کا بہ فضل ربانی ضیافتوں میں یہ کرتے ہیں اپنی قربانی
 خوشی کے جوش میں ہوتی ہے ایسی مہمانی کہ جس کے بعد نہ کنبے کول سکے پانی
 تباہ ہو کے بھی برباد کن عمل نہ گئے
 اگر چہ جل گئی رشتی تمام بل نہ گئے

نسیم امروہی اخلاق سوز شاعری کی سخت مخالفت کرتے تھے ایک جگہ

کہتے ہیں:

کہے وہ شعر مٹی جن سے شان خود داری رواج پاکے افعال ذلت و خواری
 وہ بزم یار وہ غیروں کی گرم بازاری وہ بسملوں کا ترپنا وہ کریہ وزاری

گلی میں اس کی ہوں رسوا یہ کام ہے اپنا
یہی غزل ہے تو اس کو سلام ہے اپنا

◆◆◆◆◆

مٹھن لال وفا

ماسٹر مٹھن لال وفا ولد منشی شادی لال سکینہ ساکن محلہ منڈی چوب۔
پیدائش ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سیدالمدارس شفاعت پوتہ میں حاصل کی
بعد میں گورنمنٹ انٹر کالج سے انٹر پاس کیا نگر پالیکا امر وہ کے اسکول میں ٹیچر
تھے۔ شعر گوئی اور نثر نگاری کا شوق بچپن سے تھا امر وہ کے ذی علم،
قادر الکلام شعرا میں سے تھے۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں پر اچھی مہارت
تھی۔ نثر میں دو ناول ”روح وفا“ اور ”جیک کارک“ لکھے ایک کتاب مختلف
مضامین پر مشتمل ”خزینہ مضامین“ بھی آپ سے یادگار ہے۔ اردو ادب اور
اسلامیات کا اچھا مطالعہ تھا، بہت سے ادبی رسائل میں آپ کا کلام شائع ہوا
ہے۔ غزل، نعت و مناقب کے علاوہ قصائد بھی لکھے۔ حمد و نعت اور مناقب پر
مشتمل ایک کتابچہ ”ارمغان وفا“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ شاعری میں
مولوی نسیم حسن ہلال کے شاگرد تھے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء میں وفات پائی۔
نمونہ کلام :-

﴿ حمد باری تعالیٰ ﴾

تری شان رحمت جو ہم دیکھتے ہیں اسے بندہ حرص کم دیکھتے ہیں
بھلا عاصیوں کو ہو کیوں فکر عصیاں کہ وہ تیرا لطف و کرم دیکھتے ہیں

ترے و حشیوں کی نظر اللہ اللہ
ہے فانی جہاں اور تجھکو بقا ہے
ہر ایک چیز سے تیری قدرت عیاں ہے
باطن تری جلوہ آرایاں ہیں
بصیرت سے اہل بصیرت جہاں میں
تجھے دیکھنے کی کہاں استطاعت
وجود خدا کا تصور بنا کر
جو بندے ہیں تیرے تری ہر ادا پر
برائے جہاں بن گئے رہنما وہ
جہاں تو ملے اپنا معبد وہی ہے

پہنچ جائیں جس کے ذریعے سے تجھ تک

وفا ہم تو ایسا دھرم دیکھتے ہیں

(ارمغان وفا صفحہ ۸)

اک دشت ہو ہے آج گلستاں ترے بغیر
پابندی معاش سے حاصل نہیں سکوں
آنے کو تو چمن میں بہار آگئی مگر
کس طرح چین آئے دم ہجر میں وفا

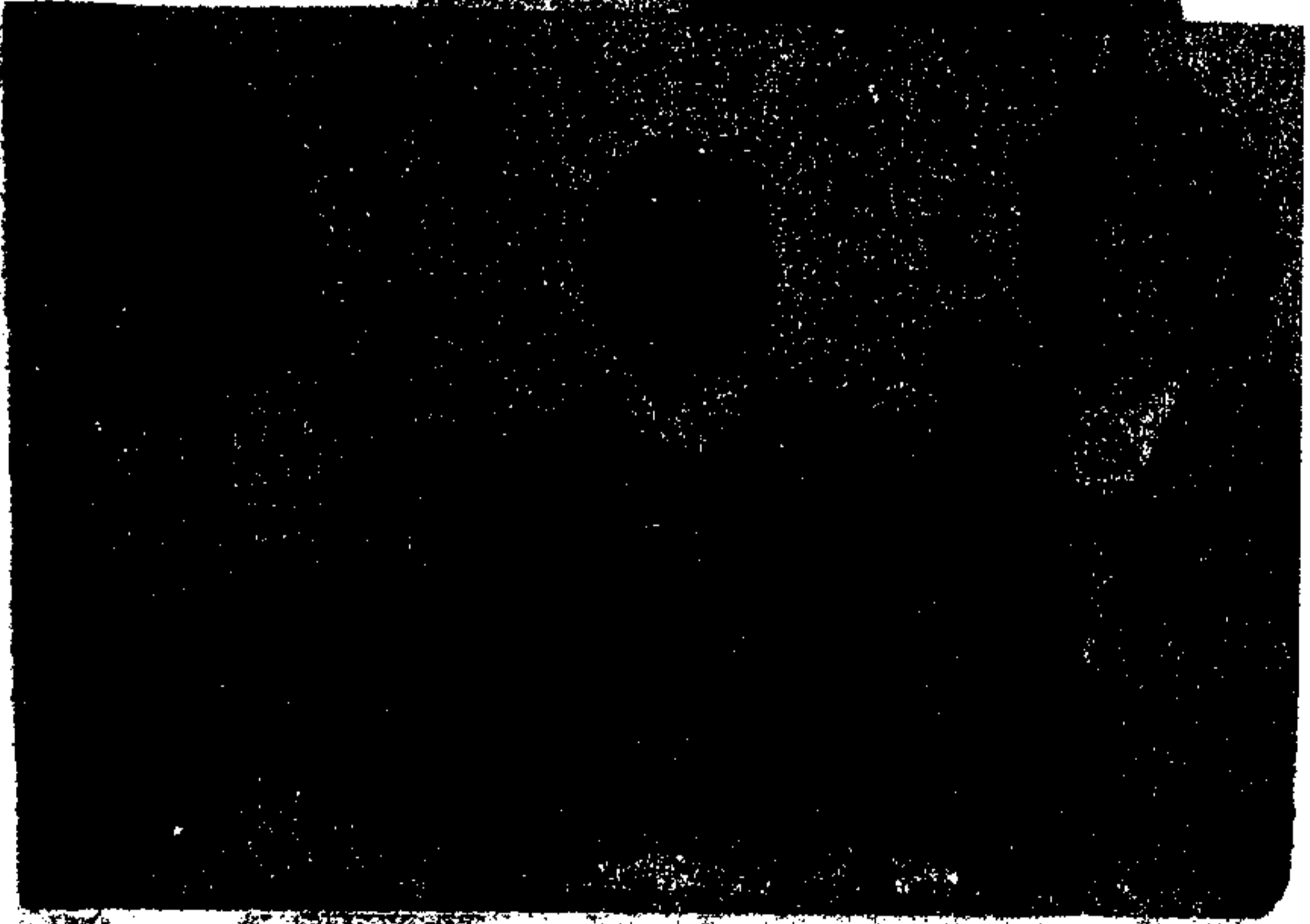
☆

ہر ذرہ جہاں ہے پریشاں ترے بغیر
ہندو ہے چین سے نہ مسلمان ترے بغیر
مثل خزاں ہے فصل بہاراں ترے بغیر
میں کیا کراک جہاں ہے پریشاں ترے بغیر

اپنے سینہ میں دل درد آ رکھتا ہوں میں
وائے قسمت اس کو بھی وقف بلا رکھتا ہوں میں
اپنی کشتی بے نیاز نا خدا رکھتا ہوں میں

ہوں مریض عشق خود اپنی دوار رکھتا ہوں میں
دل کہ مسکن ہے کسی محبوب عشوہ ساز کا
گو کہ ہے منجد ہمار میں اس کی نہیں پرواہ مجھے

سید گل حسن رضوی



پیشکش: سید گل حسن رضوی

پوچھتے کیا ہو وفا سے منزلِ تسلیم کو میں مجسم ہوں وفا! بوائے وفا رکھتا ہوں میں

+++++

عبدالسلام گل حسن رضوی

عبدالسلام گل حسن رضوی ابن عبد الجید بن عبدالرزاق (از اولاد حضرت شاہ ابن بدر چشت) ولادت ۱۳۲۸ھ ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد عرصہ تک ریاست سروہی (راجستھان) میں سپریٹنڈنٹ پولیس رہے مہاراجہ سروہی کی جانب سے نمایاں خدمات پر ۱۹۳۹ء میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔

۱۹۸۲ء میں کراچی چلے گئے جہاں اصلاحی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۸۲ء تک درمقصود کراچی کی ادارتی خدمات انجام دیں۔ صوفیانہ مزاج رکھتے تھے مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ شاعرانہ ذوق خداداد تھا۔ حمد و نعت اور منقبت کے قادر الکلام شاعر تھے آپ کی نعمتیں عشق رسول اکرم کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں و پہلے گلشن پھر ”گل حسن“، تخلص اختیار کیا۔ آپ کا اکثر کلام ”درمقصود امروہہ“ اور ”درمقصود کراچی“ میں شائع ہوا ہے تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ ۲۲ فروری ۱۹۸۹ء م ۱۵ رجب ۱۴۰۹ھ کو وفات پائی۔ اولاد ذکور میں گلزار حسن، ایوب حسن اقبال حسن، انظہار حسن ہیں۔

﴿ حمد باری تعالیٰ ﴾

نمونہ کلام:-

مالک کونین ہے تو اے خدا بس تو ہی ہے لائق حمد و ثناء
 نور تیرا زینت عرش علیٰ فرش پر بھی جلوہ فرما جا بجا
 غنچہ و گل میں تری رعنائیاں طائروں میں نغمہ زن تیری صدا
 زاہدوں کو بخش کر ذوق سجود سز و حدت سے کیا ہے آشنا
 صوفیوں کو بھی شعور معرفت تو نے بخشا اے کریم اے کبریا
 اپنے ہر بندے کو یہ توفیق دے بندگی کرتا رہے صبح و مسا
 گل حسن کا دامن امید بھر ہے تری درگاہ میں یہ التجا

نعت شریف

حسن سراپا حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم رخ سے ترے پر نور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 آپ کے در سے کوئی سوالی کب لوٹا ہے دامن خالی اے کونین کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
 گل حسن آیا در پہ تمہارے سیس نواے گود پیارے اس پہ نگاہ لطف کوئی دم صلی اللہ علیہ وسلم

سر محشر ہے دیکھو رنگ پر نسبت محمدؐ کی ہمیں اک شیفۃ کیا ہیں نبیؐ کی ذات اقدس پر
 یہ صدقہ ہے محمدؐ کا یہ ہے رحمت محمدؐ کی تجھے اے گل حسن حاصل ہے نسبت بدر چشتیؒ سے

منقبت در شان حضرت فرید الدین مسعود شکر گنج

اللہ اللہ یہ ہے اوج و رفعت بابا فریدؒ معرفت میں ہے فزوں تر شہرت بابا فریدؒ
 آپ محبوب الہی کے بھی جب محبوب ہیں کیوں نہ ہو ہر قلب میں پھر الفت بابا فریدؒ
 شہ علاء الدین زندہ پیرؒ کے فیضان سے بدر چشتیؒ کو ملی ہے دولت بابا فریدؒ
 گل حسن تو بھی گل گلزار بدر چشتؒ ہے کیوں نہ ہو تجھ پر نگاہ رحمت بابا فریدؒ

◆◆◆◆◆

عبدالقیوم شاد صدیقی

عبدالقیوم شاد صدیقی ابن عبدالکریم ابن احمد علی ساکن محلہ کٹکوتی۔ کوئی خاص پڑھے لکھے شخص نہیں تھے مگر شعرا چھا کہتے تھے پہلے مولوی علی بہادر خاں علی اور بعد میں مولوی حبیب احمد اقیق کاظمی کے شاگرد رہے۔ پروفیسر خورشید خاں، نزیل پاکستان کی روایت کے مطابق

”آخر عمر میں دوائیں بنا کر فروخت کرتے تھے جن میں

چھبھراگ تیل وغیرہ شامل ہیں“

نمونہ کلام:-

مثایا کفر کو دنیا سے تم نے شاہ دیں ہو کر	بھلایا حسن یوسف کو دلوں سے مہ جہیں ہو کر
نہ اتر اؤ نہ اتر اؤ تو اس حسن و خوبی پر	کہ ہو گے ایک دن پامال پیوند ز میں ہو کر
تمہیں دلبر سمجھ کر خانہ دل میں بیٹھایا تھا	نہ تھا معلوم گھر پھونکو گے تم خانہ نشیں کو کر
سوال وصل کا اچھا جواب اس نے دیا ہدم	لگالی مہر خاموشی لبوں پر حشمکین ہو کر
جنہیں اپنا بھکر ہم نے پہلو میں جگہ دی تھی	وہی ڈسنے کو ہیں تیار مار آستیں ہو کر
عذاب قبر و دوزخ سے نہ ڈراے شاد تو ہرز	بچالیں گے رسول اللہ شفیق المذنبیں ہو کر

÷÷÷÷÷

محمد اشفاق گوہر

محمد اشفاق احمد گوہر ابن اشتیاق احمد ساکن محلہ نیاریان۔ ولادت ۲۰ فروری ۱۹۲۶ء میں ہوئی امر وہ کے مختلف اسکولوں میں تعلیم حاصل کی اور مختلف شعبوں میں ملازم رہے۔ لیکن شاعری سے بے انتہا شغف اور نئے نوشی کے سبب کہیں جم کر کام نہیں کیا۔ ورثہ میں بڑی جائداد پائی تھی و بھی سب اپنے شوق کی نذر کر دی۔ بڑے زود گو شاعر تھے اور شاعری کی ہر صنف میں خوب خوب طبع آزمائی کی آپ کا کلام تقریباً ۱۹ بیاضوں میں سن وار محفوظ ہے جو راقم الحروف کی نظر سے بھی گذرا ہے۔ جس میں حمد و نعت کے علاوہ غزل، نظم رباعیات و قطعات خمسے، مسدس سہرے، رخصتی، گیت، منظوم پہیلیاں وغیرہ سبھی کچھ شامل ہیں۔

نمونہ کلام:-

حسرت انتظار سونے دے	چھوڑاے یاد یار، سونے دے
کیوں الجھتی ہے گردش دوراں	چھیڑمت بار بار سونے دے
اے خوشی چھوڑ میرے دامن کو	زیست ہے مجھ پہ باز سونے دے

☆

اللہ رے یہ ان کے تصور کی وسعتیں	لاکھوں خیال خواب بنے اور بٹھ گئے
الگ یہ بات سمجھتا ہوں بے وفاتم کو	مگر کسی سے بھی اس بات کو کہا تو نہیں
آپ فرمائیں گے تو پی لیں گے	زہر ہم نے کبھی پیا تو نہیں

+++++

محمد مہدی رئیس امر وہی

محمد مہدی رئیس امر وہی ابن شفیق حسن شفیق و اختر ساکن محلہ لکڑہ (از اولاد حضرت شاہ ولایت) پیدائش ۱۲ ستمبر ۱۹۱۴ء م ۲۱ شوال ۱۳۳۲ھ میں ہوئی تعلیم و تربیت اپنے والد اور دادا کے زیر نگرانی حاصل کی مراد آباد میں رسالہ ”جذت“ ”مسافر“ اور دہلی میں ایک ہفتہ وار اخبار ”کہکشاں“ کے ایڈیٹر رہے تقسیم ملک کے ساتھ ہی ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کی جہان ایک ممتاز صحافی اور شاعر کی حیثیت سے مشہور و معروف ہوئے۔ پاکستان سے بھی ایک ادبی رسالہ ”شیراز“ نکالا تھا۔ ہندو پاک کے بڑے شعراء میں سے تھے۔ روزنامہ ”جنگ“ کراچی میں حالات حاضرہ پر بلا ناغہ آپ کا ایک قطعہ آتا تھا بڑے زود گو اور اردو، فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ نعت و منقبت، مرثیہ، سلام، نوحہ، قصیدہ، رباعی، غزل اور قطعہ ہر صنف سخن میں کلام موجود ہے۔ نثر میں بھی کئی کتابیں تالیف کیں۔ کچھ تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں۔

- (۱) الف (۲) پس غبار (۳) حکایت نے (۴) ملبوس بہار (مجموعہ ہائے غزل)
- (۵) انامن الحسین (۶) حسین اور حسنین (مراثی)
- (۷) قطعات رئیس (دو جلدوں میں) (۸) لے سانس بھی آہستہ (قطعات دو جلدیں)
- (۹) اچھے مرزا (۱۰) طنزیہ و مزاحیہ خاکے (۱۱) جنسیات (۲ جلدوں میں) وغیرہ۔

۲۲ ستمبر ۱۹۸۸ء کو کراچی میں انتقال کیا۔ اولاد میں چار لڑکیاں تھیں۔

نمونہ کلام :-

ترس کیا کہ دار ابلا میں
 نہ جانے کونسے سانچے میں ڈھالیں
 میں اس حیرت سرائے آب و گل میں
 جہاں معبود ٹھہرایا گیا ہوں
 سنا ہر بار میرا کلمہ صدق
 کبھی ماضی کا جیسے تذکرہ ہو
 ابھی تدفین باقی ہے ابھی تو
 دوامی عظمتوں کے مقبرے میں
 ازل کے دن سے تر سایا گیا ہوں
 ابھی تو صرف پگھلایا گیا ہوں
 بحکم خاص بھجوا یا گیا ہوں
 وہیں سولی پہ لٹکا یا گیا ہوں
 مگر ہر بار جھٹلا یا گیا ہوں
 زباں پر اس طرح لایا گیا ہوں
 لہو سے اپنے نہلا یا گیا ہوں
 ہزاروں بار دفنایا گیا ہوں

☆

کہیں سے ساز شکستہ کی پھر صدا آئی
 چلی کچھ آج اس انداز سے نسیم سحر
 شروع عشق میں ان سے ہی کچھ حجاب نہ تھا
 تمہاری صورت زیبا کو کر لیا سجدہ
 عجیب لطف ہوا ان کی یاد سے محسوس
 رہ حیات میں کانٹے بیکھرنے والے
 کبھی قریب سے چھیڑا جو ساز دل کو ریش
 بہت دنوں میں اک آواز آشنا آئی
 کہ بار بار کسی کی صدائے پا آئی
 کبھی کبھی تو خود اپنے سے بھی حیا آئی
 نظر جہاں بھی کوئی شکل دلر یا آئی
 کہ جیسے دل کے درتپے کھلے ہوا آئی
 حیات بھی ترے در تک برہنہ پا آئی
 تو گوش جان میں بہت دور کی صدا آئی

÷÷÷÷÷



حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی

مفتی نسیم احمد فریدی

نا بغه عصر حضرت الحاج مولانا مفتی نسیم احمد فرید الفاروقی نور اللہ مرقدہ ابن مولوی حسین احمد (از اولاد حضرت بابا الدین مسعود گنج شکر فاروقی) ولادت ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء م ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ کو امر وہ محلہ جھنڈا شہید میں ہوئی۔ تحصیل علم کا ذوق ورثہ میں پایا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں ہندی ٹڈل اور ۱۹۲۸ء میں انگریزی ٹڈل پاس کیا۔ نیز مدرسہ نور المدارس امر وہ میں منشی عبدالرب شکیب صدیقی سے فارسی ادبیات کی تحصیل کی۔ منشی، منشی کامل مولوی، اور اعلیٰ قابل کے امتحانات پاس کئے۔ ان امتحانات کے پاس کرنے کے بعد ایک سال تک دارالعلوم چلہ امر وہ میں فارسی کے مدرس رہے۔ بعد میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ میں داخلہ لیا اور مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی (م ۱۹۴۸ء) مولانا انوار الحق عباسی وغیرہ سے حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ کی کتابیں بیضاوی و ترمذی تک پڑھنے کے بعد ۱۳۵۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جہاں مولانا اعزاز علی امر وہ ہوئی، مولانا حسین احمد مدنی، میاں اصغر حسین دیوبندی، مفتی محمد سہیل بھاگلپوری مفتی محمد شفیع، مولانا ابراہیم بلیاوی وغیرہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور ۱۳۵۷ھ میں سند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ قاری حفظ الرحمن پرتاپ گڑھی سے فن تجوید حاصل کیا۔ ۱۹۳۶ء میں لاہور گئے اور مولانا احمد علی مفسر لاہوری کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ اسی زمانے میں شاعر مشرق علامہ اقبال سے بھی ملاقات ہوئی۔ بعد میں پھر دیوبند تشریف لائے اور مولانا اعزاز علی امر وہ ہوئی سے عربی ادب کی اکثر

کتابیں پڑھیں اور مولانا حکیم محمد عمر قاسمی سے شرح اسباب تک طب پڑھی۔
تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۳۸ء میں مدرسہ اشفاقہ بریلی میں بحیثیت
صدر مدرس چار سال تک بخاری شریف و مسلم شریف وغیرہ کا درس
دیا۔ ۱۹۴۲ء میں بعض گھریلو مجبوریوں کی بنا پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد
امروہہ تشریف لے آئے۔ یہاں درس و تدریس کے علاوہ مدیر دارالافتاء کے
عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۳ء تک شیخ الحدیث رہے۔ بصارت
سے معذور ہو جانے کے بعد مدرسہ کی ملازمت سے دست کش ہوئے۔ ۱۹۴۵ء
سے تاحیات تبلیغی جماعت کے امیر رہے۔ ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا حسین احمد
مدنی سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا محمد زکریا (شیخ الحدیث)
سے تجدید بیعت کی آپ کو حافظ مقبول حسن اور مولانا فتح محمد میواتی (خلیفہ حضرت
شاہ عبدالقادر رائے پوری) سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

مولانا فریدی کو تصنیف و تالیف کا خداداد ملکہ تھا۔ تقریباً بیس چھوٹی بڑی
کتابوں کے علاوہ بہت سے ادبی و تاریخی مقالات بھی لکھے۔ بعض کتابوں کے
نام یہ ہیں: (۱) مجمع البیان (۲) تجلیات ربانی دو جلدوں میں
(۳) مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی (۴) تذکرہ خواجہ باقی باللہ،
صاحبزادگان اور ان کے خلفاء (۵) تذکرہ حضرت شاہ اسماعیل شہید
(۶) وصایا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (۷) مکتوبات اکابر دیوبند
(۸) ہندوستان کا پہلا سفر نامہ حجاز (۹) فراند قاسمیہ (۱۰) تذکرہ
خلفائے شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی (۱۱) مکتوبات سید العلماء (۱۲)
مکتوبات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۳) قافلہ اہل دل (۱۴) حضرت شاہ
ابوسعید حسنی اور سلسلہ ولی اللہی کا ایک گم نام درویش (۱۵) شاہ عبدالرحیم و

شاہ ابو الرضا دہلوی (۱۶) سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
 (۱۷) کاروان اہل فضل و کمال (۸۱) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا سفر نامہ حج
 (۱۹) زیارتِ حرمین وغیرہ۔ ایک پرمغز و طویل مقالہ ۱۹۵۶ء میں انجمن ترقی
 اردو کی جانب سے یومِ مصحفی کے موقع پر ”تلاذہ مصحفی“ کے عنوان سے پڑھا
 تھا جو ”اردو ادب“ علی گڑھ میں شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں صدر جمہوریہ
 ہند کی جانب سے مشرقی زبانوں کا سب سے بڑا قومی اعزاز ”سند امتیاز“ عطا
 ہوا۔

مولانا فریدی عالیہ الرحمہ کو بچپن سے شاعری کا شوق تھا۔ پہلے امداد تخلص
 کرتے تھے۔ بعد میں منشی عبدالرب شکیب صدیقی نے آپ کا تخلص فریدی تجویز
 کیا۔ شاعری میں منشی عزیز احمد امر ڈھوی (تلمیذ مظفر خیر آبادی) اور منشی
 عبدالرب شکیب سے اصلاح لی۔ ایک اچھے اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آخر عمر
 میں غزل گوئی سے پرہیز کیا اور صرف نعت و مناقب ہی کی حد تک شاعری کی۔
 آپ کا کلام ”نسیم سحر“ کے عنوان سے جناب انیس احمد فاروقی نے مرتب کیا
 ہے۔ جو غزلیات، نعت و مناقب اور ملی و قومی نظموں پر مشتمل ہے۔ ۵/۵ رجب
 الاول ۱۴۰۹ھ نم ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز سہ شنبہ (منگل) صبح ۸ بج کر ۴۰
 منٹ پر وفات پائی۔ ”اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا“ سے تاریخ وفات پر آمد ہوتی
 ہے۔ مسجد جھنڈا شہید میں مزار پر انوار ہے۔

نمونہ کلام :-

اس طرح بزمِ پریوش میں ہیں دیوانے چند
 شمع کے چاروں طرف جیسے ہوں پروانے چند
 مجھ کو ساقی نے دیئے بھر کے وہ پیانے چند
 جن میں ہر ایک کے پہلو میں تھے میخانے چند
 ہوں وہ خوش بخت قدحِ نوش کہ ہر صبح وسا
 غیب سے مجھ کو اتر آتے ہیں پیانے چند

چند اپنے ہیں جو دنیا میں تو بیگانے چند
گر حسیں سیکڑوں دیکھو گے تو دیوانے چند
کہتے جاتے تھے دم طوف یہ پروانے چند
نجر جذبات سے نایاب یہ ڈردانے چند

☆ وہ اپنا کوشش اظہار آرزو کرنا
سکھائے گا ہمیں تعمیر آرزو کرنا
نگاہ یار کے گوشوں میں جستجو کرنا
کبھی نگاہِ سخن گو سے گزرتگو کرنا
پسند ہے اسے میرا سبوسبو کرنا
زبان کو قیدی دہلی و لکھنؤ کرنا

☆ کہ اس نے یاد کیا ہے تمہیں سلام کے بعد
ہماری توبہ نہ ٹوٹی شکستِ جام کے بعد
کلام کرنے سکے ان سے ہم سلام کے بعد
فریدی میں نے لکھا ہے جو اپنے نام کے بعد
نگاہ پھیر لی ساتی نے دورِ جام کے بعد
طلوعِ صبح بھی ہوگا ظہورِ شام کے بعد
چلے ہیں گھر سے وہ کس حسنِ اہتمام کے بعد
شہبہ معاملہ گوئی تھا وہ نظام کے بعد

☆ میرے مرنے کی جو پہنچی ہے خبر عید کے روز

گل ہیں رباغ میں بلبل کو تو ہیں کانٹے بھی
حسن کا قحط نہیں عشق کی تکمیل ہے سخت
زیست عاشق کی ہے اسے شمع فنا میں مضمحل
اسے فریدی مرا غواصِ تخیل لایا

☆ وہ ان کا چشمِ سخن گو سے گزرتگو کرنا
کسی کا نازِ تلون پسند اسے ہمدم
اسی میں ہے کہیں تریاقِ فرطِ بے تابی
بتائے گی تجھے اسرارِ بے خودیِ ناسخ
میں سیرِ چشمی ساتی سے خوب واقف ہوں
فریدی ہم وطنِ مصحفی کو کب ہے روا

☆ صبا یہ لائی ہے مژدہ مرے پیام کے بعد
وہ اور ہوں گے جو ایسے میں دل شکستہ ہیں
یہ رعبِ حسن یہ عظمت یہ دبدبہ توبہ
یہ ربطِ خاص یہ نسبت یہ جوڑ تو دیکھو
یہ کیا کیا کہ مری ہستی خراب کر ڈالی
کرن امید کی چمکے گی ظلمتِ غم میں
جلو میں عظمتیں قدموں پہ سر فلکن جانیں
فریدی ساکت مرحوم خوب شاعر تھا

☆ کس قدر ان کی خوشی میں ہے اضافہ دل

لو مبارک ہو کہ نزدیک ہے اب یوم وصال
تھا بہت عقدہ کشا ناخن تدبیر مگر
ہم نے دیکھا نہیں امداد سا محروم وصال
مرغ دل بولا یہ ہنگامِ سحر عید کے روز
کسی صورت نہ کھلایا رکاز عید کے روز
کر گیا عالمِ فانی سے سفر عید کے روز

☆

نہیں کوئی پرواہ اس شمعِ رو کو
فریدی ہو اکیف اندوز اس دم
یاس و امید یہاں عشرت و آلام یہاں
تجھ کو اے پردہ نشیں اپنے تغافل کی قسم
اے فریدی ہے بڑا کام غزل کا کہنا

☆

کہ فرقت میں جلتا ہے پروانہ کس کا
جو پوچھا انھوں نے ہے دیوانہ کس کا
ایک مجموعہٴ اضمداد ہے دنیا کیا ہے
مجھکو یہ بات بتادے تری منشا کیا ہے
یوں تو کہنے کے لئے شعر کا کہنا کیا ہے

☆

بلوریں جام میں جیسے شرابِ ارغواں رکھدی
صباحت خیز رخساروں میں سرخی یوں جھلکتی ہے
اے فریدی کیوں گل و بلبل کا سودا سر میں ہے
شاعری ہو ملک و ملت کی قیادت کے لئے

☆

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

شجاع احمد خاں زیبا

شجاع احمد خاں زیبا بن ضیاء احمد خاں ضیا پیدائش ۱۹۲۲ء
۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ کالج امر وہ سے ہائی اسکول کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم
یونیورسٹی گئے۔ جہاں ایم۔ اے۔ اردو اور ایل۔ ایل۔ بی۔ کیا۔ ۱۹۴۸ء میں
پاکستان ہجرت کی۔ روزنامہ ”ڈان“ اردو میں بحیثیت نائب مدیر ملازم
ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں اردو کالج میں لکچرار مقرر ہوئے بعد میں اسلامیہ کالج میں
پرنسپل رہے۔ اس کے علاوہ کچھ عرصہ نیو علی گڑھ ٹنڈو اعظم میں بھی پرنسپل رہے۔

۱۹۸۲ء سراج الدولہ کالج کراچی کی پرنسپل شپ سے ریٹائر ہوئے اور
۱۹۸۹ء میں وفات پائی۔ اردو میں دو کتابیں ”ڈپٹی نذیر احمد اور علی گڑھ
تحریک“ اردو ادب میں خاکہ نویسی“ لکھیں۔ آپ ۱۹۸۲ء میں امر وہ
تشریف لائے تھے تو راقم الحروف نے مندرجہ بالا معلومات اس وقت حاصل
کیں تھیں۔ حسب ذیل فارسی قطعہ مفتی نسیم احمد فریدی کے انتقال پر لکھا تھا۔

نمی دامن قریبی یا بعیدی چرا جان پریشانم ندیدی
حدیث دل بگویم غائبانہ شہ مفتی نسیم احمد فریدی

نمونہ کلام:-

زندگی صبر مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں دل تمنائوں کے قتل کے سوا کچھ بھی نہیں
☆
زندگی بے سکوں ہی گذرے گی یوں ہی گذری ہے، یوں ہی گذرے گی
☆
اے مسافر رہ طلب سے گذر سانس رو کے ہوئے لبوں کو سے
ہم نے اکثر کیا ہے یاد تمہیں بے پکارے بغیر نام لئے
ساقیا کم سے کم نظر تو ملا مرنہ جائیں گے ہم بغیر پیئے
÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

علاؤ الدین اسلم انصاری

علاؤ الدین اسلم انصاری ابن عبد الجید ساکن محلہ بساون گنج، پیدائش ۱۹۳۸ء۔
چھٹی کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ محلہ بساون گنج میں ”اسلم ٹینٹ ہاؤس“ کے مالک
تھے۔ شاعری میں عرش بدایونی کے شاگرد تھے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۹۱ء میں انتقال
کیا۔ دو صاحب زادے آفتاب احمد اور مہتاب احمد ہیں۔ یہ دونوں بھائی بھی

شاعر ہیں اور مشتاق پھر ایونی کے شاگرد ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہوں؛
 جتنے بھی درد بھرے لفظ ہیں ان کو چن لو میری تصویر تو خود بنتی چلی جائے گی
 خود کشی کرنے والوں محبت کرو زندگی موت کا کام کر جائے گی
 ☆
 خط بھیج کے ظالم نے اک آس بندھادی ہے مدت مرے جینے کی کچھ اور بڑھادی ہے

÷÷÷÷÷÷÷÷

محمد یوسف یوسف

حکیم محمد یوسف یوسف ابن حکیم نبی بخش سائل ساکن محلہ سرائے
 کہنہ، ولادت تقریباً ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ امر وہہ میں مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی
 اور پٹنہ سے فاضل طب کا امتحان پاس کیا۔ نیز مولوی، منشی فاضل وغیرہ کے
 امتحانات بھی پاس تھے۔ سرائے کہنہ میں مطب کرتے تھے۔ فنِ رمل میں خاص
 دل چسپی اور مہارت رکھتے تھے۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ کبھی کبھی
 شعر کہتے تھے۔ ۳۱ جنوری ۱۹۹۱ء کو انتقال کیا۔ اولاد ذکور میں پانچ فرزند
 حسن یوسف (کاشی پور میں مطب کرتے ہیں) محمد یونس مرحوم، محمد احمد بقا
 و ڈاکٹر فضل احمد، محمد ادریس ہیں۔ ان میں محمد احمد بقا شعری و ادبی ذوق رکھتے
 ہیں۔ امر وہہ میں وکالت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فضل احمد سرائے کہنہ میں اپنے گھر پر
 مطب کرتے ہیں اور ایک کامیاب ڈاکٹر ہیں۔

نمونہ کلام :-

قاتل تجھے ثوابِ خدا بے شمار دے زخمِ گلو کو تیغ کے پنی سے سزا دے۔

÷÷÷÷÷÷÷÷

صوفی جمیل حسین جمیل رضوی

صوفی میاں شاہ جمیل حسین رضوی ابن مظفر حسین ساکن محلہ جھنڈا شہید۔ (از اولاد حضرت ابو فتح شاہ ابن بدر چشت) ولادت ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ تحصیل علم کے بعد بمبئی میں بسلسلہ کاروبار مقیم رہے۔ آپ ایک صوفی منش انسان تھے۔ اپنے پھوپھا حضرت شاہ فیض الحسن سے بیعت تھے۔ بمبئی کے دوران قیام آپ نے مولانا نذیر احمد نجندی میرنہمی سے بھی فیض حاصل کیا۔ مولانا نجندی صاحب رشد و ہدایت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ جمیل حسین صاحب نے روحانی فیض کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی انھیں سے اصلاح لی۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے اہل خاندان کو جمع کر کے حضرت شاہ ابن بدر چشت کے عرس کی بنیاد ڈالی اور حضرت شاہ ابن علیہ الرحمہ کے نام سے ایک خوبصورت اور وسیع خانقاہ تعمیر کرائی۔ شعری ذوق خداداد تھا زیادہ تر کلام نعت منقبت پر مشتمل ہے اور کلام میں سوز دروں اور عقیدت کی فروانی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں نعتیہ مجموعہ کلام ”اوصاف ختم المرسلین“ کے نام سے شائع ہوا منظور احمد افسر صدیقی مرحوم آپ کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”ان کے مجموعہ کلام سے سیکڑوں ایسے اشعار انتخاب کیے جاسکتے ہیں جن کو درجہ اول کے نعت گو شعراء کے

۱۔ یہ خانقاہ خاندان رضویہ کے مالی تعاون سے بنی اور پلاٹ ظل احمد نظامی صاحب نے

فراہم کرایا۔ تھا جس پر آپ کو ”ہلال شاہ کرمان“ کا خطاب دیا گیا تھا

کلام کے ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔

۱۷ جولائی ۱۹۹۱ء، ۴ محرم ۱۴۱۲ھ کو پاکستان میں رحلت فرمائی اولاد

ذکور میں چار فرزند ناظر حسین، صابر حسین، خورشید حسین اور طاہر حسین ہیں۔

نمونہ کلام:-

مجبور ہو گئے ہیں جو ضبط و فغاں سے ہم
منزل میں آگے آگے ہیں عمر رواں سے ہم
نظارہ کر رہے ہیں مدینے کے چاند کا
آخر جمال حق سے مشرف ہیں اے جمیل

اظہار کرتے رہتے ہیں اشک رواں سے ہم
نزدیک ہوتے جاتے ہیں اس آستان سے ہم
ہیں فیض یاب انجمن کن فکاں سے ہم
گذرے ہیں حسن و عشق میں وہم و گماں سے ہم

﴿ مناقب شیخین ﴾

صدق و اخلاص و محبت کی ادا صدیق
چن لیا حق نے انھیں تخت خلافت کے لئے
وہی نقشہ، وہی عالم، وہی طرز تکلم ہے
جمیل زار کو بھی کاش پہچادے وہاں کوئی

یعنی آئینہ صد مہر و وفا ہیں صدیق
جانشین پہلے نبی کے بہ خدا ہیں صدیق
نبی کے حسن کی پرچھائیاں فاروق اعظم ہیں
جہاں صدیق اکبر ہیں، جہاں فاروق اعظم ہیں

ابو الفتح حضرت شاہ ابن بدر چشت کی شان میں

جنون شوق نظارہ جو سرفراز ہو جائے
جو آپ آجائیں دم بھر کے لئے یا شاہ کرمانی

تصور ہی کسی کا پردہ دار راز ہو جائے
مرا اجڑا ہوا دل قابل صد ناز ہو جائے

بڑھ گئی کیا خار ہائے دشت کی تشنہ لہی
تمہارے قول کا اے جان اعتبار نہیں

آبلہ پائی ہے کیوں ماں بیاباں کی طرف
ہزار بار کہا ہاں، ہزار بار نہیں
وہ سر نہیں جسے سودائے زلف یار نہیں
وہ دل نہیں جو محبت میں بیقرار نہیں

”اصاف ختم المرسلین“ نعتیہ مجموعہ کلام صوفی جمیل حسین رضوی

پروفیسر احمد قمر نظامی، بحیرہ میاں رضوی، بیٹھے ہوئے، امام آباد پر عام مصطفیٰ رضوی

یہ تو کہہ سکتے نہیں عاشق کامل ہم ہیں اے شہرہ حسن بتاں ہاں ترے ساکمل ہم ہیں
 چشم قاتل کے حوالے سے خود ہم نے کیا سچ تو یہ ہے دل مرحوم کے قاتل ہم ہیں
 ان کی دزدیدہ نظر میں تو ہے جادو کا اثر مرے نالوں میں اثر ہو یہ ضروری تو نہیں
 قلب آزار طلب کی یہ دُعا ہے دن رات اے جفاکیش نہ بدلے کبھی عادت تیری
 شکر ہے کہہ تو دیا کھینچ کے خنجر اس نے آج نکلے گی میرے ہاتھ سے حسرت تیری
 وہ جب بالیں پہ آتے ہیں عدو کو ساتھ لاتے ہیں قیامت ہے وہ بیمار الم کو آزماتے ہیں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

لئیق احمد شمر نظامی

لئیق احمد شمر نظامی ابن عزیز احمد نظامی! ابن مولوی فرید احمد نظامی ابن

عزیز احمد نظامی میرٹھ کے معروف وکلاء میں تھے آپ کے پانچ صاحبزادے تھے اور سب ذی علم، لائق و فائق تھے سب سے بڑے فخر خاندان نازش قوم و وطن پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۵ دسمبر ۱۹۹۷ء) سابق سفیر شام و سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دوسرے لئیق احمد شمر نظامی، تیسرے ظل احمد نظامی (جو چیف انجینیر، ڈائریکٹر ماسٹر پلان، چیف اریٹیکٹ پلاننگ حکومت پاکستان کے ایڈوائزر نیز جنرل ضیاء الحق مرحوم کے معتمد خاص رہے۔) آپ نے کراچی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طرز پر ”سرسید یونیورسٹی“ قائم کی ہے چوتھے ڈاکٹر کمال احمد نظامی (ایم بی بی ایس مقیم امریکہ) پانچویں ڈاکٹر توفیق احمد نظامی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، آپ تنزانیہ اور امریکہ میں بھی اعزازی پروفیسر رہے ہیں، کئی انگریزی کتابوں کے رائٹر ہیں بڑے خوش مزاج و بااخلاق ہیں۔

ارشاد علی نظامی (از اولاد شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود شکر گنج) (پیدائش ۴ جولائی ۱۹۲۸ء، کوئٹہ جھنڈا شہید امر وہ میں ہوئی۔ فیض عام انٹر کالج میرٹھ میں تعلیم حاصل کی جہاں کالج یونین کے صدر رہے اور اسٹوڈینٹ نیشنل گارڈ کے سالار بھی۔ ۱۹۴۶ء میں دہلی میں سرکاری ملازم ہوئے اور یہیں شعر و شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ نہال سیو ہاروی اور بیجو دہلوی نے اس میدان میں رہنمائی کی اسی دور میں آپ نے افسانہ نگاری بھی کی جو مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ آپ کی شعری تخلیقات بھی روزنامہ ”الہلال“ میں شائع ہوئیں۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کراچی تشریف لے گئے وہاں اکثر ادبی محفلوں اور عام جلسوں میں آپ کی نظمیں بہت پسند کی جاتی تھیں اور روزناموں میں آپ کے قطعات اور کلام شائع ہوتا تھا۔ روزنامہ ”صداقت“ کراچی کا مزاجیہ کالم ”نظر نظر میں“ آپ ہی لکھتے تھے۔ اس کے علاوہ متعدد ادبی اور علمی رسائل سے آپ وابستہ رہے رسالہ ”شمع“ کراچی کے مدیر بھی رہے۔ آپ کے دو مجموعے کلام شائع ہوئے پہلا ”رت جلے“ (۱۹۸۱ء) دوسرا ”دن ڈھلے“ (۱۹۹۱ء)۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی آپ کی دیگر کتابوں اور شعری و تنقیدی شعور کے سلسلہ میں لکھتے ہیں

”چند اور کتابیں جن میں شعرا، کا انتخاب ہے اور شاعری پر نقد و نظر کے پیمانے متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے طباعت کے لئے تیار تھیں۔ شاعرانہ تیز نگاہی نے تنقیدی صلاحیتوں پر جا کر دی تھی ”رت جلے“ میں ان کتابوں کی اشاعت کا اعلان ڈسٹ کور پر کیا گیا تھا (۱) حصار نظر (۲) نظر نظر میں (۳) ہمارے شعرا،

(۴) شخصیات (۵) نور کونین ا

۱۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء / ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ بروز ہفتہ امریکہ میں وفات پائی اور کراچی میں تدفین ہوئی۔ مخدومی پروفیسر نثار احمد فاروقی نے مادہ تاریخ وفات صرف ان کے نام سے برآمد کیا جو حسب ذیل ہے

”جناب لئیق احمد شمر نظامی“

اولاد ذکور میں چار فرزند ہیں جناب رفعت عزیز، جناب شفیق احمد

، جناب ندیم احمد، جناب سعود احمد

نمونہ کلام:-

جلوے طیبہ کے نگاہوں میں سمولوں تو لکھوں	انگلیاں اشک عقیدت میں ڈبولوں تو لکھوں
شاہ کونین کا یہ اسم گرامی ہے شمر	آب زم زم میں قلم اپنا بھگولوں تو لکھوں
میری آرزو کا سفینہ نہ آیا	خدا یا ابھی تک مدینہ نہ آیا
شمر زندگی جس نے واری نہ ان پر	اسے سچ تو یہ ہے کہ جینا نہ آیا
ہزار اس کی عنایت اور بندہ پروری سچی	فقیہہ شہر سے پھر بھی ذرا سا فاصلہ رکھنا
میں نے اسی خیال سے مانگی نہ موت بھی	کیسی ہی نا مراد سہی زندگی تو ہے
میری تو گفتگو میں تسلسل نہ رہ سکا	اس نے جو بات کی تو سلیقہ بلا کا تھا
برستا ہے نہ کھلتا ہے شمر یہ	مرا احساس بادل ہو گیا ہے
یہ اور بات کہ باقی ہیں تیری تصویریں	وگر نہ یاد کئی حادثوں سے گذری ہے

درمقصود صفحہ ۵۶/۵۵ مرتبہ خورشید مصطفیٰ رضوی مطبوعہ ۱۹۹۲ء

میرے ذوق دید کو ایسی پذیرائی ملے جب بھی تھکو دیکھنا جا ہوں تو بینائی ملے

مثال گل سنورتے جا رہے ہو مرے دل میں اترتے جا رہے ہو
دعائیں دو مرے ذوق نظر کو بہر لحظہ نکھرتے جا رہے ہو
مئے گل فام ہوتے جا رہے ہو پھلکتا جام ہوتے جا رہے ہو
خدا کے واسطے روکو ادائیں بہت بدنام ہوتے جا رہے ہو

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

ڈاکٹر بشیر احمد سیف جعفری

ڈاکٹر بشیر احمد سیف جعفری ابن حکیم انتظام علی ساکن دربار کلاں (از اولاد میر خواجہ خاں) پیدائش ۵ مئی ۱۹۰۱ء مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ ۱۹۲۶ء میں ایلو پیٹھی میں پریکٹس شروع کی امر وہ، دہلی، مراد آباد وغیرہ میں مطب رہا۔ شاعری میں غلام نبی خاں اوج امر وہی سے تلمذ تھا۔ زود گو تھے غزلیات اور نظمیں خوب کہتے تھے۔

”مغربیت پسند نوجوان سے خطاب“ ”مغربیت پسند عورتوں سے خطاب“ آپ کی اچھی نظمیں ہیں۔ صحابہ کرام کی مدح میں سرگرم رہتے تھے۔ بڑے صاف گو تک مزاج اور شفقت کرنے والے بزرگ تھے۔ راقم الحروف کی پہلی کتاب ”تحفۃ الانساب“ کے لئے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر دیا تھا۔

گلستان ادب میں تازہ باب سیف مصباح کی یہ تازہ کتاب

حق ادا کر دیا مصطف نے اس میں ٹانگے ہیں وہ درنایاب
چشم انصاف سے جو دیکھا اسے دل کا باغیچہ ہو گیا شاداب
فکر تاریخ تھی جو دامن گیر ہاتھ غیب سے ملا یہ جواب
خوب مصباح کی عطا ہے سیف دل کشا ہدیہ ”تحفۃ الانساب“

۱۲ھ۱۲

ڈاکٹر صاحب نے ۷ فروری ۱۹۹۲ء م ۱۵ شعبان ۱۴۱۲ھ میں وفات
پائی۔ اولاد ذکور میں پانچ لڑکے رئیس احمد، نواب احمد، آفتاب احمد، محمد
آصف، محمد خالد ہیں۔ رئیس احمد بڑودہ میں سی۔ اے۔ ہیں اور آفتاب احمد
سعودی عرب میں انجینیر ہیں۔

نمونہ کلام:-

ہزاروں سال گزرے آج بھی وہ جگہ جاری ہے تصادم جو کبھی دیکھا تھا ابراہیم و آزر میں
خدا قاتل کور کھے اس نے ایسی لوریاں دی ہیں شہید ناز کو نیند آگئی آغوش خنجر میں
طبیعت سیف جب تسکین خاطر کو ترستی ہے غم دوراں کا بیزا غرق کر دیتا ہوں ساغر میں
یہ فیض سیف کو اک رند یار سے ہے نہ تھا یہ ہوش کہ مے کیا ہے مے لشی کیا ہے
ایک دم اور غم زمانے کے یہ نتیجے ہیں دل لگانے کے
وہ بھی چشم فلک پہ بھاری تھے چار تنکے تھے آشیانے کے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

سہراب احمد خاں سہراب

سہراب احمد خاں سہراب ابن شبیر احمد خاں شبیر امر و ہوی ساکن محلہ
کالاکنواں۔ پیدائش ۱۹۲۸ء میں ہوئی مولوی مقبول حسن ہسٹی سے فارسی اور
مولانا محمد خلیل کاظمی خاکی سے عربی پڑھی۔ بعد میں اردو ڈل پاس کیا محکمہ جنگلی
امر و ہہ میں ملازم رہے۔ شاعری میں اپنے والد کے شاگرد تھے۔
نمونہ کلام:-

نہ بھول کر بھی جناب آپ میرے گھر آئے کبھی جو آئے تو چپ کر ادھر ادھر آئے
ثبوت دینے کو اس کا کہ تیرے گھر آئے وہ دستخط مری چوکھٹ پہ جا کے کر آئے
جو عرض حال بھی کرتا تو کس طرح کرتا بجوم خواب پریشاں میں تم نظر آئے
نگاہ لطف سے دیکھیں مجھے وہ گر سہراب تو میرا زخم جگر آپ ہی تو بھر آئے

+++++

حبیب احمد جوہر

حبیب احمد جوہر ابن بشیر احمد فانی ابن سعادت علی ساکن محلہ
بنوال۔ پیدائش ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔ عہد طفولیت میں ہی والدین کا سایہ سرت
اٹھ گیا تھا اس لئے زیادہ تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ ذوق شعری ورثہ میں پایا تھا
شاعری میں رفیق احمد آسی امر و ہوی کے شاگرد تھے۔ زود گو شاعر تھے زمانہ
کے حادثات نے طبیعت میں قنوطیت پیدا کر دی تھی "زر پارے" "بہتا ساگر"
"ابھرتی موجیں" وغیرہ آپ کے مجموعہ ہائے کلام ہیں۔ ۱۰/۱۱/۱۹۱۵ء

مطابق ۱۰ فروری ۱۹۹۵ء کو وفات پائی۔ اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

نمونہ کلام:-

گذرے تھے وہ ادھر سے زمانہ گذر گیا
☆ ہیں پڑ بہار کوچہ و بازار آج بھی

جو لوگ کہتے ہیں دن رات جھکو دیوانہ
☆ انھیں بھی کوئے صنم سے گزار کے لاؤ

قدم قدم پہ تھی ناصح نشاط کی محفل
☆ بتا کہ ضبط و تحمل کہاں کہاں ہوتا

جھکو تسلیم ہیں گلشن کی بہاریں لیکن
☆ رونق گل ترے رخسار سے آگے نہ بڑھی

تھا قیامت کو بہت ناز نگر حشر خرام
☆ ہو کے نادم تری رفتار سے آگے نہ بڑھی

آتی رہتی ہے گھٹا چرخ پہ اکثر لیکن
☆ آپ کے گیسوئے خم دار سے آگے نہ بڑھی

بزم رنداں میں بجا گردش جام و مینا
☆ مے کشی جوہرے خوار سے آگے نہ بڑھی

سامنے جب مے خانہ پڑا ہے
☆ دل اپنا سمجھانا پڑا ہے

اپنی ہی باتوں سے جوہر
☆ دل اپنا بہلانا پڑا ہے

+++++

غلام محمد مدنی خاں بزمی

غلام محمد مدنی خاں بزمی امر وہوی ابن مولوی عبداللہ خاں پیشاوری ساکن محلہ بٹوال۔ مولوی عبداللہ خاں تحصیل علوم کے لئے پیشاور سے ہندوستان آئے اور دارالعلوم دیوبند سے درس نظامی کی سند حاصل کی بعد میں ذریعہ عااش کے لئے فن کتابت سیکھا اس فن میں ایک خاص ملکہ پیدا کیا امر وہہ میں

رشتہ مناکحت کیا اور امر وہی ہو گئے۔

غلام محمد مدنی خاں بزجی کی پیدائش ۱۹۲۵ء میں محلہ بٹوال میں ہوئی۔ مڈل کلاس تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور اپنے والد سے فارسی پڑھی اور ان ہی سے فن خوشنویسی بھی حاصل کیا ابتداً محکمہ پولیس میں ملازم رہے۔ ۱۹۴۷ء سے ملازمت چھوڑ کر کتابت شروع کی، دہلی میں عرصہ تک کتابت کی۔ ۱۹۸۳ء سے تا عمر اور نیٹل سوسائٹی امر وہ کے قائم کردہ کتابت سینٹر میں سینئر استاد کی حیثیت سے کام کیا (جہاں راقم الحروف نے بھی آپ سے کتابت سیکھی ہے) بارہ سال کی عمر سے شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا اولاً عبدالاحد کوثر القادری کے شاگرد رہے نیز مفتی نسیم احمد فریدی اور علامہ شہباز امر وہی سے بھی مشورہٴ سخن کیا۔ ۱۰ جون ۱۹۹۵ء / ۱۰ محرم ۱۴۱۶ھ بروز ہفتہ وفات پائی۔

نمونہ کلام:-

خدا شاہد کہ ہم نے مفلسی کی لانت رکھی ہے ☆ شہنشاہوں کے در پر ہاتھ پھیلانے نہیں آئے
میں نے اک سجدہ کیا تھا غیر کے در پر کبھی
میں نے مانا میں نہیں شایان شان لطف خاص ☆ ہاں مگر یہ سوچ لیجئے کس کا کہا تا ہوں میں
ہوش و حواس و جیب و گریباں بنجیر ہیں ☆ ہم مطمئن کہ بات ابھی گھر کی کھ میں ہے
زند میخانے میں معران یقین تک پہنچے ☆ شیخ کعبہ میں رہا اور مسلمان نہ ہوا
ہم راہ پر خطر میں بھی سینہ سپر گئے تیری طلب میں اے کے ہتھیلی پہ سر گئے
ارباب ہوش جس کے تصور سے ڈر گئے دیوانے اس مقام سے ہنس کر گزر گئے

غم ہائے روزگار نے ایسا بنا دیا ہم اپنے دوستوں سے بھی بچکر گذر گئے
 کونین کا غم بخشا مجھ ذرہ کم دل کو اللہ تجھے میری کیا بات پسند آئی
 بڑی یہ اک فریب ہے دنیائے رنگ و بو ہر عالم نشاط چمن مستعار ہے

÷÷÷÷÷÷÷÷

مرزا حیدر حسین فضا صدیقی

مرزا حیدر حسین فضا صدیقی ابن خادم حسین ساکن محلہ صدو (از اولاد
 شیخ برہان الدین شہید) آپ کے اجداد میں غلام قلندر یک صدی ذات کے
 منصب دار اور "مرزا ابوالفضل" کے خطاب سے سرفراز تھے۔ اسی سبب ان کا
 خاندان مرزا مشہور ہوا۔

حیدر حسین فضا کی پیدائش یکم ستمبر ۱۹۰۹ء میں ہوئی خلیفہ شمس الدین
 وائی، منشی عبدالرب شکیب صدیقی سے امر وہہ میں نیز دوران قیام لاہور
 معراج الدین تاج سے فارسی درسیات کی تحصیل کی۔ ۲۰ سال لاہور میں مقیم
 رہے اسی دوران "شہاب ثاقب" لاہور کے مدیر رہے "سدرشن چکر"
 راو پنڈی کے مینیجر رہے۔ بعد میں محکمہ بندوبست میں اے۔ ڈی۔ آئی انسپکٹر
 رہے اس کے بعد ۱۹۴۱ء میں تحصیل امر وہہ میں امین رہے۔ ۱۹۶۸ء میں اسی
 عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔

شاعری میں علامہ تاجور نجیب آبادی اور خلیفہ شمس الدین وائی سے
 اصلاح لی۔ ۱۲ اگست بروز پیر ۱۹۹۶ء م ۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ میں

وفات پائی) عبدالرحمن صبا جالندھری ، وسیع الرب حسرت لاہوری ، نسیم احمد
عباسی امر وہی کو اس فن میں آپ سے تلمذ تھا ۔

نمونہ کلام :-

تری شانِ خداوندی ہر اک ذرے سے ظاہر ہے مگر یہ شرط ہے دیکھے بشر جب دیدۂ دل سے
تمہاری شکل تو کیا نام سے بیزار ہو جاتا مگر میں کیا کروں مجبور ہوں حسرت بھرے دل سے
☆
ہے بت خانہ سرا سر لوگ جس کو دل سمجھتے ہیں یہ وہ راز محبت ہے جسے کامل سمجھتے ہیں
بجا ہے کائنات حسن کے روح رواں تم ہو مگر کیوں دیکھنے والے تمہیں قاتل سمجھتے ہیں
☆
یکا یک مہرباں ہو کر خدا کی شان دکھلا دی یہ ثابت کر دیا تم نے بتوں میں نور یزداں ہے
☆
گنہگار محبت ہوں کسی کا کیا بگاڑا ہے گلے پر میرے قاتل نے عبث تیغ رواں رکھ دی

+++++

محمد یوسف یوسف امر وہی

محمد یوسف یوسف ابن نظیر احمد ساکن محلہ بنوال کی پیدائش ۱۹۲۹ء میں
بمقام کوٹہ ، ملتان میں ہوئی ۔ اردو ، فارسی کی تعلیم واجبی تھی ۔ ۱۹۵۰ء سے
شاعری کا آغاز کیا ، کیف مراد آبادی سے شرف تلمذ تھا "صدائے حق"
مراد آباد کے جوائنٹ ایڈیٹر رہے تھے ۔ صوفیانہ مزاج تھا سلسلہ چشتیہ میں مولوی
فراست علی سے بیعت تھے ۔ ۱۹۷۹ء رجب ۱۴۰۱ھ ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء میں وفات
پائی ۔ آپ کے ایک صاحبزادے محمد فاضل حافظ قرآن اور دوسرے محمد منزل
کریجوینٹ ہیں ۔

نمونہ کلام:-

سرشار ہے اک جذبہ تسلیم و رضا سے دیوانے کو مطلب نہ فنا سے نہ بقا سے
معلوم نہیں کتنے چراغ اور بجھیں گے دل کانپ رہا ہے ترے دامن کی ہوا سے
☆ قابل رشک ہیں وہ رند کہ جن کی خاطر چشم ساقی سے تھلکتے ہوئے جام آتے ہیں
☆ کچھ بھی ہو جلوہ خورشید و قمر سے پہلے حسن بے نام تھا ہم اہل نظر سے پہلے
☆ آئینہ دیکھ کے خود ان کو بھی حیرت ہوگی سامنے آج قیامت کے قیامت ہوگی
☆ محفل حسن میں تم جا تو رہے ہو یوسف زندگی اک نگہ ناز کی قیمت ہوگی
☆ آج بھی مصر کا بازار وہی ہے یوسف کوئی یوسف نہیں یوسف کا خریدار نہیں

+++++

حکیم شہاب الدین شہاب علوی

مولوی حکیم شہاب الدین شہاب علوی ابن مولانا شاہ ضیاء الدین احمد
ابن حضرت شاہ بہاء الدین احمد نقشبندی (م ۸ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ) ساکن
محلہ ملانہ کی ولادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ
میں درس نظامی کی تکمیل کے بعد کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں بھی تحصیل علم
کی۔ ۱۹۳۲ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا، فن
طب بھی حاصل کیا تعلیم سے فراغت کے بعد مطب کیا ۱۹۴۲ء میں پاکستان
ہجرت کی اور عرصہ تک انجمن حمایت اسلام کے اسکول اور یتیم خانہ میں امامت

و خطابت اور ناظم دینیات کی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۱ء تک لاہور میں مقیم رہے بعد میں مستقل کراچی میں سکونت اختیار کی۔ نقشبندیہ سلسلے میں اپنے والد حضرت شاہ ضیاء الدین احمد سے بیعت تھے۔ جون ۱۹۴۷ء میں خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے شعر گوئی کے علاوہ تصنیف و تالیف سے بھی لگاؤ ہے۔ ارکان اسلام، نیک مسلمان، خواتین اسلام کے کارنامے، شمیم الوری شرح قصیدہ بردہ، امراض حوامل و زچہ مناسک حج و ارداتِ دل (مجموعہ کلام) سرورِ لولاک (نعتیہ کلام کا مجموعہ) ذکر الحیب، جادہ ارتقان، ترجمہ قول الجلیل عارف ربانی وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں۔ شعر گوئی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ محمود احمد عباسی آپ کے والد کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

”آپ کے فرزند عزیز شہاب الدین احمد سلمہ مولوی

فاضل ہونہار نوجوان موزوں طبع ہیں کلام میں بھی

خاندانی اثر نمایاں ہے“

۱۷ جنوری ۱۹۹۹ء، ۲۶ شعبان ۱۴۱۹ھ میں وفات پائی اولاد میں

چار صاحبزادے ڈاکٹر نواب الدین احمد علوی، اقبال الدین علوی، نہال

الدین احمد علوی، جمال الدین احمد علوی ہیں۔

نمونہ کلام:-

بر رنگ سے جہان کے بیگانہ کیجئے یا دل کو میرے حامل مینانہ کیجئے

اس میں کسی کا ذوق تجسس ہے جاگزیں اس دل کو پامال تمنانہ کیجئے

اپنی نگاہ مست سے اک بار دیکھکر پھر مجھکو کائنات سے بیگانہ کیجئے

اس ساز دل سے نغمہ منصور ہو گیاں ایسے پلا کے تم مجھے مستانہ کیجئے

تذکرۃ الکرام مولفہ محمود احمد عباسی صفحہ ۲۲۰

ہے لب کشائی مسلک تسلیم میں گنہ اے دل جفائے دوست کا شکوہ نہ کیجئے
 ہستی مٹا کے جاوہ الفت میں اے شہاب قائم وفا کا دہر میں افسانہ کیجئے
 کسی کی یاد سے غافل دل خراب نہیں غم فراق سے گویا سکوں تاب نہیں
 و نور شوق میں آفت بھی جان راحت ہے عذاب راہ محبت میں کچھ عذاب نہیں !

+++++

مرتضی حسن اختر صدیقی

مرتضی حسن اختر ابن حافظ سید حسن ساکن محلہ قریشی (از اولاد قاضی نظام الدین قریشی) پیدائش ۱۱ ستمبر ۱۹۱۸ء م ۲۹ رزی قعدہ ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ انگریزی میں ڈل اور اردو، فارسی میں منشی پاس تھے۔ فارسی درسیات میں مولانا شاہ سلیمان احمد صدیقی ہادوئی سے تلمذ تھا۔ یسین احمد صبا، نبی احمد صدیقی ساکنان محلہ قریشی اور علی حسن نقوی ساکن محلہ گزری سے فن کتابت سیکھا تھا۔ شاعری میں یسین احمد صبا صدیقی کے شاگرد تھے، نعت و منقبت کے اچھے شاعر تھے۔ ۶ فروری ۱۹۹۹ء م رمضان ۱۴۱۷ھ میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں دو فرزند راشد حسن (م ۲۲ جنوری ۱۹۹۹ء م ۱۲ رمضان ۱۴۱۷ھ) و حسن ضیا صدیقی ایڈوکیٹ ہیں۔ کوئی مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا۔ ”انوار صدیق“ اور ”در مقصود“ میں آپ کا کلام محفوظ ہے۔ سیدنا صدیق اکبر کی منقبت کے چند شعر نمونہ درج ہیں۔

۱۔ یہ تمام اشعار گلدستہ ”شعرستان“ مرتبہ جناب مختار احمد ان پڑھ امر وہی مطبوعہ

۱۹۳۶ء سے ماخوذ ہیں۔

کھینچا صدیق نے وہ صدق و وفا کا نقشہ نظر آنے لگا عالم کو خدا کا نقشہ
دیکھتا رہتا تھا حسرت سے رخ شاہِ رسل تھا یہ اس عاشقِ محبوبِ خدا کا نقشہ
جاں گزیریں دل میں ابو بکرؓ کے تھی یادِ خدا اور آنکھوں میں تھا محبوبِ خدا کا نقشہ
شب ہجرت تو ابو بکرؓ نے اللہ غنی غار میں کھینچ دیا مہر و وفا کا نقشہ

☆

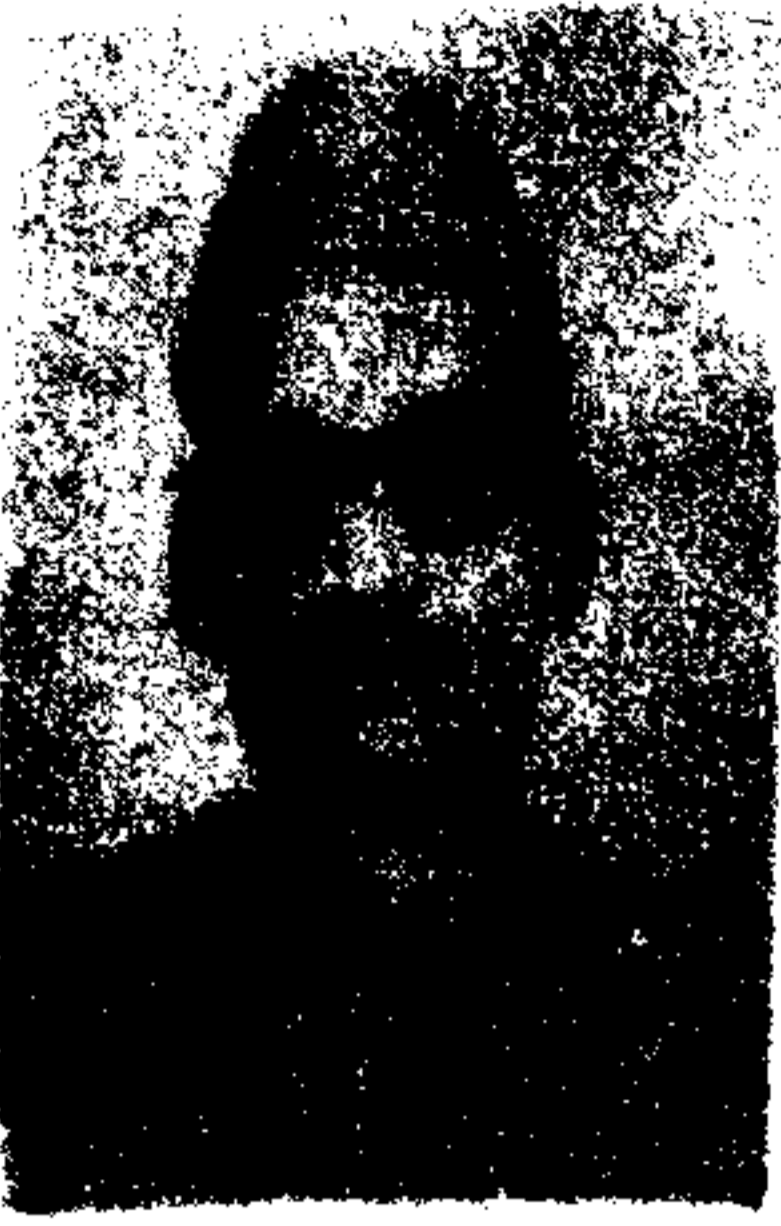
کسی نے درسِ محبت پڑھا کے لوٹ لیا غریبِ جان کے در ماندہ پا کے لوٹ لیا

+++++

خوشنود حسن خوشنود فاروقی

خوشنود حسن خوشنود فاروقی ابن شفیق حسن ابن احمد حسن فاروقی
الفریدی - پیدائش ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء، کو محلہ گھیر مناف امر وہ میں ہوئی - تحصیل
اسکول امر وہ سے ٹڈل پاس کر کے پاکستان گئے اور ۱۹۷۵ء میں اسلامیہ
کالج کراچی سے انٹر پاس کیا، انٹرنیشنل ایرلائنس پاکستان میں ملازم ہوئے
- ابتدا ہی سے ادبی ذوق رکھتے تھے مختلف ادبی انجمنوں سے وابستہ رہے
"انجمن فلاح و بہبود کراچی" کے جنرل سکرٹری تھے ۱۹۸۱ء میں پاکستان سے
امریکہ چلے گئے نیویارک میں "ادارہ اردو مرکز" کے نائب صدر رہے -
شاعری کے علاوہ اخبار میں کالم نویسی بھی آپ کا دل چسپ مشغلہ تھا - کراچی
میں ۳۰ جولائی ۱۹۹۷ء میں وفات پائی - نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

مرے ویرانہ دل میں جو وہ گلِ روا آئے بھول بھولیں تپہ سے بھی خوشبو آئے
رخِ مہتاب پہ چھائی ہے یہ کیسی بدلی چاند کی راہ میں شاید تیرے گیسو آئے



پیارے لال پیارے



معراج النبی خاں اجتم



ریس احمد کفیل امرودہوی



محمد یوسف یوسف امرودہوی

چشم حیراں کو مری بے حد پذیرائی ملی میں نے تجھ کو دیکھنا چاہا تو بینائی ملی
 خشک صحرا کے لبوں کی تشنگی بجھ جائے گی دشتِ غم میں جب بھی مجھ کو آبلہ پائی ملی

+++++

معراج النبی خاں انجم

معراج النبی خاں انجم ابن عباس نبی خاں ساکن محلہ بٹوال دارالعلوم چلہ
 امر وہ کے تعلیم یافتہ تھے مولانا انوار الحق صدیقی شیخ الحدیث دارالعلوم چلہ
 اور مولانا انصار الحق صدیقی آپ کے خاص اساتذہ میں سے تھے۔ فن کتابت
 ذریعہ معاش تھا عرصہ تک دہلی میں مختلف رسائل و اخبارات کے دفاتر اور
 اداروں میں بحیثیت کاتب ملازم رہے آخر میں امر وہ آئے اور مدرسہ
 اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے طلباء کو فن
 خوشنویسی بھی سکھاتے تھے، اس فن میں آپ کے شاگردوں میں حافظ محمد یونس
 صاحب ساکن محلہ کوٹ نے کافی نام کمایا شعر گوئی کا اچھا مذاق رکھتے تھے اردو
 فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، شاعری میں مولانا نسیم احمد فریدی کے
 شاگرد تھے۔ نعت و منقبت اور غزل خوب کہتے تھے۔ ظریف اور شوخ طبع انسان
 تھے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۹۸ء م ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ بروز جمعہ وفات پائی۔
 اولاد ذکور میں ایک فرزند ضیاء النبی خاں ہیں جن کے دو لڑکے عطا، النبی اور
 احسان النبی ہیں۔ نمونہ کلام:-

نعت

تھے جو اوصاف حمیدہ سے منور تیرے رشکِ قیصر ہوئے دنیا میں گہا کر تیرے
 نور ہی نور تھا جس سمت نکل جاتے تھے رحمتِ رب تھے زمانے میں قلندر تیرے

وہ ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں کہ غمیؓ ہوں کہ علیؓ
خواجه چشتؓ ہوں یا ہوں وہ جنیدؓ و شبلیؓ
عرش اعظم کی طرف جب ترار ہوار چلا
بخشا خالق نے شرف وہ شب اسرئی تھکوا
مبداء خلق بھی تو ختم رسل بھی تو ہے
مدحت سرور کونینؓ ہے اجتم قسمت

ہم نے سمجھا تھا کہ طے کر لیں منازل غم کی
کس کی دزدیدہ نگاہی نے سکوں چھین لیا
تم نے ایک بار کبھی اپنا کہا تھا مجھکو
تعریف حسن روئے مصفا لکھیں گے ہم
جب یہ خیال ہے کہیں وہ منفعل نہ ہو
داغ فراق، یاس و الم، اشک حسرتیں
اجتم بقید زیت اگر ہو سکا تو پھر

☆
میں نے دنیا کی نگاہوں سے چھپا رکھا ہے
دل کا وہ زخم جو ہے تیرے دکھانے کے لئے

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

حکیم کلب علی شاہد

حکیم کلب علی شاہد ابن ممتاز علی ساکن بیگم سرائے خرد - پیدائش
۱۲ جنوری ۱۹۱۲ء میں ہوئی خلیفہ شمس الدین و آئی صدیقی منشی قدرت اللہ

صدیقی ساکن متصل تھانہ امر وہ اور منشی چھدمی لال سے فارسی درسیات کی تحصیل کے بعد مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امر وہ میں ”ہدایت النجوت“ تک عربی پڑھی۔ ۱۹۲۲ء میں مدرسہ نور المدارس دانشمندان امر وہ میں منشی عبدالرب شکیب صدیقی سے منشی کامل کے امتحان کی تیاری کی، فن طب کی بھی تحصیل کی تھی ۱۹۳۲ء سے مطب شروع کیا کچھ عرصہ لائل پور لاہور میں بھی مطب کیا تھا۔ اچھے طبیب تھے طبیعت موزوں پائی تھی شعر گوئی میں حبیب احمد ابق کاظمی امر وہوی سے تلمذ تھا۔ نعت و منقبت اور غزل کے شاعر تھے۔ ۱۸ جون ۱۹۹۹ء/۲۲ صفر ۱۴۲۰ھ میں وفات پائی اولاد ذکور میں چار لڑکے قیوم اختر، شاہد اختر، حکیم پرویز اختر (بی۔ یو۔ ایم۔ ایس) اور حکیم واصف اختر (بی۔ یو۔ ایم۔ ایس) ہیں۔ آپ کی شخصیت اور فن پر ایک کتاب ”حکیم کلب علی شاہد شخصیت و فن“ کے عنوان سے آپ کی حیات میں ہی شائع ہوئی جس کو جناب خورشید مصطفیٰ رضوی نے مرتب کیا جس میں مختلف لوگوں کے مضامین ہیں۔

نمونہ کلام:-

جو سمجھنا تھا وہی اے باغباں سمجھا تھا میں	ابتدا ہی میں قفس کو آشیاں سمجھا تھا میں
کہد یا میں نے انا الحق بھی تو اس سے کیا ہوا	اپنے منہ میں جبکہ تیری ہی زبان سمجھا تھا میں
نیلگوں پردے تھے، وہ تیری حریم ناز کے	اپنی کم نہیں سے جن کو آسماں سمجھا تھا میں
عرصہ محشر میں اک اک راز افشا کر دیا	میرے ان اعضا نے جن کو راز داں سمجھا تھا میں
شعبدے تھے وہ کسی کے حسن عالم سوز کے	جن تجاببات نظر کو درمیاں سمجھا تھا میں
وہ شکست دل کی میرے آخری آواز تھی	نزع کے عالم میں جنم چکیاں سمجھا تھا میں
منزل دل میں ملی شاہد وہ جنس مدعا	جس نواب تک نارواں درہارواں سمجھا تھا میں

۱۔ یہ غزل کشور اولیا، امر وہ مولفہ احمد حسین صدیقی سے ماخوذ ہے۔

رائگاں کاوش فرہاد نہیں ہو سکتی زندگی بخت شداد نہیں ہو سکتی
ان کے حسن کرم و حسن نوازش کے بغیر دل کی دنیا کبھی آباد نہیں ہو سکتی
عقل ہر چند سہی موجد شمشیر و سناں پر محبت ستم ایجاد نہیں ہو سکتی
زندگی ہے کرم تیشہ و جور شیریں یہ فقط سایہ شمشاد نہیں ہو سکتی
تیرے گیسوئے پریشاں کی پریشانی پر میری وحشت کبھی نقاد نہیں ہو سکتی
دل کی ایذا طلبی دے نہ اگر داد جفا اہل بیداد سے بیداد نہیں ہو سکتی
میں تو خاموش ہوں آداب و فائے ہاتھوں وہ سمجھتے ہیں کہ فریاد نہیں ہو سکتی ۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

رئیس احمد کفیل

رئیس احمد کفیل ابن عبدالرشید ساکن محلہ بیگم سرائے کلاں۔ آپ سیفی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد بھی باذوق اور پڑھے لکھے شخص تھے۔ کفیل صاحب کی ولادت ۱۹۵۵ء میں ہوئی گھریلو حالات کے پیش نظر تعلیم مکمل نہیں کر سکے۔ آٹھویں کلاس فیل تھے بعد میں جامعہ اردو کا امتحان ”ادیب ماہر“ بھی پاس کیا تھا لیکن اپنے ادبی ذوق سے اردو ادبیات کا بھرپور مطالعہ کیا تھا۔ شعراء میں فیض احمد فیض کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ شعری ذوق بہت صاف ستھرا رکھتے تھے اور اپنے ہم عصروں میں اچھا شعر کہتے تھے شعر گوئی میں پہلے جناب ڈاکٹر احمد حسین سیفی اور بعد میں مرزا افراسیاب بیگ افسر امر وہی سے اصلاح لیتے تھے۔ آخر میں جنید اکرم فاروقی سے فن شاعری بالخصوص فن

عروض سیکھا تھا جس کے بعد انھوں نے چند مشکل بحروں میں بھی خوب شعر کہے جن کو بطور اصلاح جنید اکرم کو ہی دکھاتے تھے۔

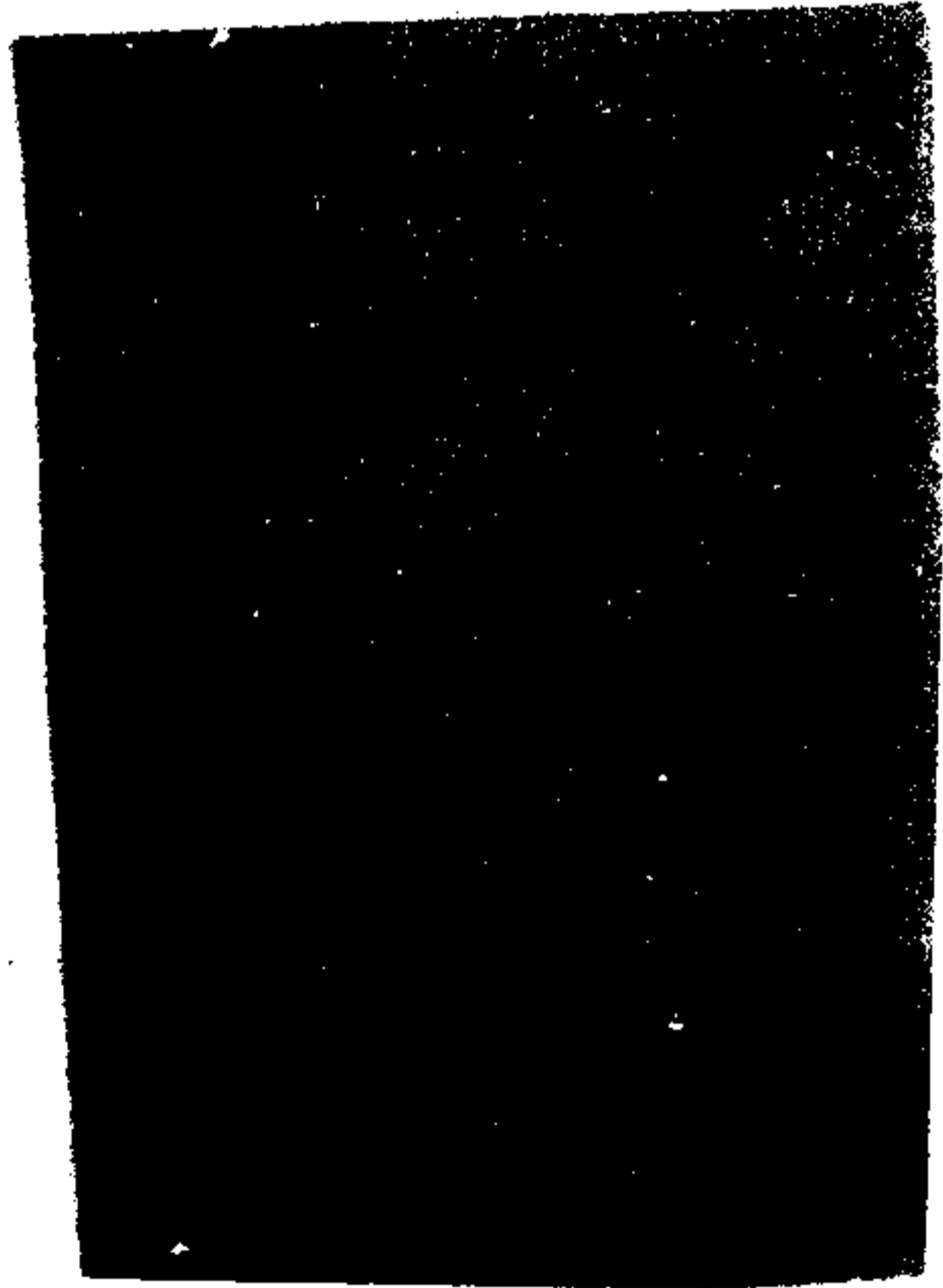
ابتدا میں اچھن امروہوی پینٹر سے پینٹنگ سیکھی اور بعد میں محمد شمیم خاں سے خوش نویسی کی مشق کی۔ آپ ایک اچھے کاتب، طغرانویس اور آرٹسٹ تھے اور یہی فن آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ ۱۹۸۳ء سے تاحیات مرکز اردو کتابت محلہ جھنڈا شہید امروہہ میں بحیثیت استاد طلباء کو کتابت اور طغرانویسی سکھائی جہاں راقم الحروف نے بھی آپ سے کتابت سیکھی تھی۔ اپنا مجموعہ کلام ترتیب دیا تھا جس کی بڑے شوق سے کتابت بھی کی تھی لیکن افسوس یہ مجموعہ کلام آپ کی زندگی میں زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعرات مطابق ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ میں وفات پائی۔ اولاد ذکور میں دو فرزند شارق کفیل، اشہر کفیل ہیں۔

نمونہ کلام:-

تیرے ہاتھوں میں ہاتھ رہتا ہے	کب غم حادثات رہتا ہے
ایسا کیا ربط ہے میرا اس سے	ہر قدم ساتھ ساتھ رہتا ہے
ہے سلامت جو ٹوٹا پھوٹا گھر	کوئی جان حیات رہتا ہے
وہ تو وہ ہے خیال بھی اس کا	مائل التفات رہتا ہے
میں جو اب تک نہ ہو۔ کا تیرا	شاید احساس ذات رہتا ہے
بات کیا ہے جو تشنگی سے کفیل	بے نیاز نجات رہتا ہے
☆	☆
ہوں کے عشق میں کج فہم و کج ادا نہ ہوں	خدا سے دور رہے منکر خدا نہ ہوں
☆	☆
دیکھا تھا ذرا بٹ کے تجھے تیری نظر سے	تو دوست ہے آنکھ سے تیری بات بریں بھ



الحاج حکیم کلب علی شاعر و مختار حسین تاباں نقوی



الحاج مختار احمد انپڑا صدیقی

تجدید ملاقات کی لذت بھی عجب ہے جی چاہے ہے تجدید ملاقات کریں پھر
☆ جانے کب بدلے گا موسم کا یہ انداز کفیل
☆ دھوپ صحرا پہ برستی ہے گھٹنا پانی پر
☆ جو اندر اندر پگھل رہا ہوں
☆ نجانے کیا شے نکل رہا ہوں
☆ ہیں بند آنکھوں میں کیسے منظر
☆ جو سوتے سوتے اچھل رہا ہوں
☆ حد نظر تک دھواں دھواں ہے
☆ خب نہیں کیسے چل رہا ہوں
☆ بھٹک بھی جاؤں تو غم نہیں ہے
☆ اب اپنے ہمراہ چل رہا ہوں
☆ بہت اجالا ہے میرے گھر میں
☆ دیئے نہیں خود ہی چل رہا ہوں
☆ یہ کون مجھ میں سک رہا ہے
☆ کفیل کس کو کچل رہا ہوں

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

مختار حسین تاباں نقوی

مختار حسین تاباں نقوی ابن ثار حسین ساکن بیگم سرائے کلاں (از
اولاد خواجہ خطیر) پیدائش ۱۹۱۵ء۔ خلیفہ شمس الدین و آتی صدیقی ساکن گھیر
مناف اور مولوی محمد صاحب سے فارسی درسیات پڑھیں۔ ۱۹۳۰ء میں منشی
۱۹۳۱ء میں منشی کامل اور ۱۹۳۵ء میں اعلیٰ قابل کے امتحانات پاس کیے، کچھ
عرصہ سید المدارس شفاعت پوتہ میں مدرس رہے، رئیس امروہوی کے پاکستان
چلے جانے کے بعد روزنامہ ”جدت“ کی ادارت کی۔ ۱۹۴۹ء سے خود ایک
ہفتہ وار اخبار ”نوائے ہند“ کے نام سے جاری کیا جو ۱۹۸۵ء تک جاری
رہا۔ شعر گوئی کے علاوہ تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا ”شہنشاہ اٹھار آم“

”مراد آباد تاریخ و صنعت“ ”تذکرہ خطیر“ اور ”میخانہ تہ حرف“ چار کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ شاعری میں نسیم حسن ہلال سے تلمذ تھا۔ ۲۹ مئی ۲۰۰۰ء میں وفات پائی۔ صاحبزادگان میں دو لڑکے تنویر حسن (م ۲۳ / رمضان ۱۴۲۱ھ) اور نسیم حسن ہیں اور ایک صاحبزادی زیبا نقوی ہندوستان کی معروف آرٹسٹ ہیں۔ تاباں صاحب نے غزل کے علاوہ تاریخی قطعات بھی لکھے راقم الحروف کی تالیف ”تحفۃ الانساب“ کے لئے حسب ذیل تاریخ کہی تھی۔

جو لکھا تذکرہ مصباح نے اشراف ملت کا نمایاں ہو گئے انساب کے پہلو بآسانی
ہوئی جب فکر تاباں کو کہ ہو تاریخ بھی اس کی ندا ہاتھ نے دی لکھ دو بہ ہے ”تنظیم لائانی“
(۱۹۹۲)

نمونہ کلام:-

وہ تیری جلوہ گاہ ناز ہے یہ ماوی دنیا یہ اچھا ہے کہ تفریق مکان و لامکان رکھدی
نظر آ گیا جو وہ جلوہ نہیں ہے اسے دیکھنا کچھ تماشا نہیں ہے
کچھ خوشی شاملِ غم ہو تو غزل کہتا ہوں آنکھ جب حسن کی نم ہو تو غزل کہتا ہوں
اک فسانہ کہ جسے طولِ ابد ہے درکار وقت اس کے لئے کم ہو تو غزل کہتا ہوں
غم کی ماری ہوئی دنیا میں بلا قید مقام حادثہ کوئی اہم ہو تو غزل کہتا ہوں
جاننا ہوں کہ میں شاعر ہوں شہنشاہ نہیں زلفِ ممتاز میں خم ہو تو غزل کہتا ہوں
ہو اگر گوش بر آواز جانِ غزل اور کوئی محرمِ غم ہو تو غزل کہتا ہوں
رم سجدے کی بدل ڈالی ہے میں نے تاباں سامنے نقشِ قدم ہو تو غزل کہتا ہوں
دھیمے دھیمے لہجے میں یہ تبسم دلکش رازِ دل چھپانے کو چھیڑی ہو غزل جیسے

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

مصباح احمد صدیقی صاحب کے تذکرہ شعراے امر وہ
کی تاریخ

تم نے مصباح تذکرہ لکھ کر
کارنامہ کیا ہے ”خاطر خواہ“
۱۳۲۲

ہے یہ تاریخ بھی دعا بھی ہے
لکھ دیا ”تذکرہ جزاک اللہ“
۱۳۲۲ ہجری

مغیث الدین فریدی

نوٹ:- محترم ڈاکٹر مغیث الدین فریدی صاحب نے ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ء/ ۲۳ ربیع الثانی
۱۴۲۲ھ کو وفات پائی۔ یہ قطعہ کلم جولائی ۲۰۰۱ء کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اس قطعہ تاریخ
کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ڈاکٹر صاحب کا آخری کلام ہے۔

قطعا تاریخ طبع تذکرہ شعرا اردو مرتبہ جناب مصباح احمد صاحب لقی

اثر خاملہ۔ عاصم اردو ہوی، برادرزادہ حضرت علامہ اتق (رحم)

تذکرہ شاعران اردو } شعر کے گل تیاں کی بہر ہے یہ
 اس کو اک "ارمغان فن" کہتے } "سیک ڈرافٹس" شہر ہے یہ
 ۱۴۲۲ھ } ۲۰۰۱ء

صدر جا! کیا ہے یہ تذکرہ مرتبہ } مصباح کی یہ کاوش مصباح شاعری ہے
 ایوان شاعری ہے اردو سہ فی الحقیقت } اس فن میں نام اس کا لاریب منجلی ہے
 ہے لکھنؤ سے جس کا نیقان شعری } سب معترف ہیں ایسا استاد معترفی ہے

تاریخ طبع "سعی بلوغ مصدوق"

۱۴۲۲ھ

مقبول خوبصورت گلدستہ "عیسوی" ہے

۲۰۰۱ء

ماخذ تذکرہ ہذا

نمبر	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
۱.	آثار الشعراء	حافظ ممتاز علی
۲.	انتخاب یادگار	امیر احمد امیر مینائی
۳.	انکشاف (تفہیم محمود)	سراج الحق گلچیں
۴.	اسرار بدر چشت	عبدالوحید رضوی مرحوم
۵.	انوار رؤف	مرزا ساجد حسین ساجد
۶.	ابر صحرا	معشوق علی ساحر عباسی
۷.	ابھرتی موجیں	حبیب احمد جوہر
۸.	انجاز	
۹.	بشیر المدائح	مولوی ارشاد نظامی
۱۰.	بیاض مظہری	حافظ مظہر الدین فریدی
۱۱.	بیاض خلیفہ نوروز علی	خلیفہ نوروز صدیقی
۱۲.	بزم سخن	
۱۳.	پیام یار	
۱۴.	تاریخ اصغری	مولوی اصغر حسین
۱۵.	تاریخ شعراے روہیل کھنڈ	تعظیم علی شایاں بریلوی
۱۶.	تاریخ واسطیہ	مولوی رحیم بخش برتر

نمبر	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
------	-------------	-------------

۱۷۔	تاریخ زبان اردو	رام بابوسکینہ
۱۸۔	تذکرۃ الکرام	محمود احمد عباسی مرحوم
۱۹۔	تحقیق الانساب	محمود احمد عباسی مرحوم
۲۰۔	تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمن علی مرحوم
۲۱۔	تذکرہ شعراے اتر پردیش	عرفان عباسی (۲۱ جلدیں)
۲۲۔	تذکرہ شعراے جے پور	مولوی احترام الدین شاعلی عثمانی
۲۳۔	تذکرہ بدر چشت	خورشید مصطفیٰ رضوی مرحوم
۲۴۔	تذکرہ ریختہ گوپاں	علی الحسنی گردیزی
۲۵۔	تلامذہ مصحفی	منظور احمد افسر امر وہی
۲۶۔	جلوہ یار	
۲۷۔	جوہر تقویم	ضیاء الدین لاہوری
۲۸۔	حیات حاذق	فیاض علی خاں کنبہ
۲۹۔	خم خانہ جاوید	لالہ سری رام
۳۰۔	دبستان امیر مینائی	عرفان عباسی
۳۱۔	دُرّ مقصود	خورشید مصطفیٰ رضوی مرحوم
۳۲۔	دیوان چشمہ فیض	عرفان عباسی
۳۳۔	دیوان حلیم	حضور احمد سلیم
۳۴۔	دلی کا دبستان شاعری	پروفیسر نور الحسن ہاشمی

نمبر	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
------	-------------	-------------

۳۵	ذکر سادات امر وہ	تلمیذ الدین نقوی
۳۶	رام پور کا دبستان شاعری	شیر علی خاں شکیب
۳۷	رموز حکمت	حکیم عبدالرحیم
۳۸	رموز الاطباء	حکیم فیروز الدین
۳۹	ریاض الفصحا	غلام ہمدانی مصحفی امر وہی
۴۰	رزقِ بلغ	شاہ ممتاز الرحمن بدنام صدیقی
۴۱	سخن شعراء	عبدالغفور نساج
۴۲	شائین خیال	مصباح احمد صدیقی
۴۳	صیقل القلوب	صوفی نور اللہ عیش صدیقی
۴۴	علی نظر، حیات و شاعری	ڈاکٹر مولوی محمد سیادت نقوی
۴۵	غدقِ بلغ	شاہ ممتاز الرحمن بدنام صدیقی
۴۶	قصیدہ نگاران اتر پردیش	علی جوازی دی
۴۷	قطب الاقطاب	حاجی شیدا علی
۴۸	قاموس المشاہیر	
۴۹	کشور اولیاء امر وہ	احمد حسین صدیقی، کراچی
۵۰	کلیات قائم	مرتبہ اقتدار حسین، لاہور
۵۱	گلستانِ بے خزاں	قطب الدین باطن
۵۲	گلشن بے خار	نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ

نمبر	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
------	-------------	-------------

۵۳	گلشن ہند	مرزا علی لطف
۵۴	گلشن ہمیشہ بہار	
۵۵	گلدستہ سادات امر وہ	مستجاب احمد، شجر علی امان
۵۶	گلدستہ لطف سخن	دوست محمد خاں عتیق
۵۷	گلدستہ نسیم چمن امر وہ	مولوی احمد حسین خاں
۵۸	مرثیہ نگاران امر وہ	ڈاکٹر عظیم حیدر عظیم امر وہوی
۵۹	مصحفی، حیات و شاعری	منظور احمد افسر امر وہوی
۶۰	مقاصد العارفین	حضرت شاہ عضد الدین جعفری
۶۱	مکتوبات سید العلماء	حضرت مفتی نسیم احمد فریدی
۶۲	ماہنامہ شاعر امر وہ	حبیب احمد افق کاظمی
۶۳	ماہنامہ معراج الکلام امر وہ	فیاض علی خاں
۶۴	مخزن نکات	قائم چاند پوری
۶۵	نکات الشعراء	میر تقی میر
۶۶	نخبۃ التوارخ	مولانا آل حسن نخعی
۶۷	نظم شبیر	مسح اللہ خاں عطا
۶۸	ہندو شعراء	خواجہ عشرت علی لکھنوی
۶۹	یادگار شعرا	اسپرنگر
۷۰	جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون	خورشید مصطفیٰ رضوی مرحوم

کوائف مؤلف

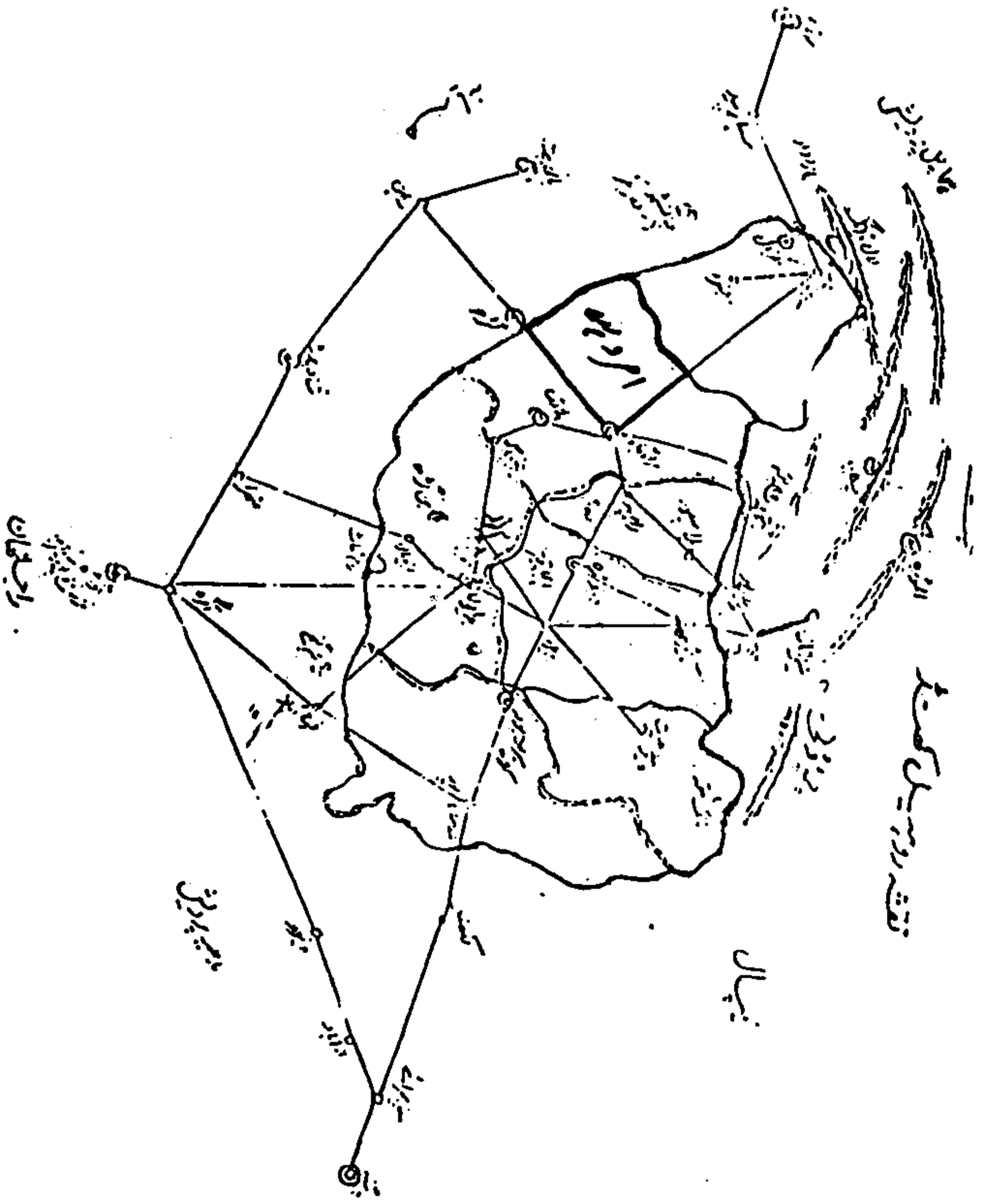
مصباح احمد صدیقی (علیگ)	نام
جناب استجاب احمد صدیقی	ولدیت
یکم جنوری ۱۹۶۰ء	پیدائش
محلہ گھیر مناف امر وہ (یو. پی)	مقام پیدائش
ایم. اے. (اردو) ایم. اے. (فارسی)	تعلیم
ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی، شعبہ فارسی	
درس و تدریس	مشغلہ

مطبوعہ تالیفات

۱. تحفۃ الانساب (امروہہ میں مقیم خانوادوں کی مکمل و مستند تاریخ اور ان گھرانوں کے مشاہیر و معروف شخصیات کا تعارف مطبوعہ ۱۹۹۲ء
۲. امر وہہ کے افسانہ نگار اور ان کے منتخب افسانے مطبوعہ ۱۹۹۸ء
۳. تذکرہ علمائے امر وہہ مطبوعہ ۲۰۰۳ء

زیر اشاعت تالیفات

۴. تذکرہ شعراے امر وہہ دو جلدوں میں، پہلی جلد ابتدا سے ۲۰۰۰ء تک کے مرحوم شعراء پر تدوین
۵. قوۃ الکلام
۶. اطباءے امر وہہ
۷. امر وہہ کے دینی مدارس
۸. نعت گو بیان امر وہہ
۹. امر وہہ کے ہندو شعراء
۱۰. دبستان رام پور کے ہندو شعراء



ہمایون پور
پوکھرا
بیراتنगर
نیپال
بھارت
چین

Rampur Raza Library's Publication ©

Name of the Book : **Sho'ara' Amroha**

Written by : Misbah Ahmed Siddiqi

Foreword by : Dr. W.H. Siddiqi

Year of Publication : A.D. 2004 (First Edition)

Quantity : 300 Copies

Price : Rs. 325/-

Published by : Dr. W.H. Siddiqi
O.S.D.
Rampur Raza Library

Printed by : Printology Inc.
2833, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi-110002.

ISBN: 81-87113-69-3

SHO'ARA' AMROHA

WRITTEN BY

MISBAH AHMED SIDDIQI

FOREWORD BY

DR. W.H. SIDDIQI



RAMPUR RAZA LIBRARY

QILA RAMPUR, RAMPUR (U.P.) 244901